معراج المصطفیٰ
مصنفہ:
امام المفسرین مقدام العلماء والمحققین
حضرت علامہ امام محمد اسماعیل حنفی حقی مصنف روح البیان (رحمۃ اللہ علیہ)
ترتیب و اضافہ:
قادری ابوالصالح محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہ
ناشر:
مکتبہ اویسیہ رضویہ بہاولپور

فہرست مضامین معراج المصطفےٰ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○

منظوم تعارف

شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ ابو الصالح محمد فیض احمد اویسی بہاولپور

از قلم :- محمد حنیف اختر ، خانیوال

حضرتِ علامہ فیض احمد ہمارے ہیں امام
آپ کو بخشا خدا نے ہے بہت اعلیٰ مقام

ہیں اویسی صاحب قبلہ ہم سبھی کے راہنما
اپنا رہبر مانتے ہیں آپکو سب خاص و عام

سُنیوں کے دِل کی دھڑکن اور ہیں آقا میرے
خدمتِ دینِ متین بس کر رہے ہیں صبح و شام

آپ ہیں پیرِ طریقت آپ ہیں شیخ الحدیث
آپ ہیں آقا ہمارے آپکے سب ہیں غُلام

مشغلہ ہے کُتب لکھنا آپکا بس ہر گھڑی
آپکے دم سے ہے زندہ سُنّت خیر الانام

ہیں مُصنّف اور مدرس اور قائد بالیقیں
روز و شب ہے خدمتِ اسلام بس ایک کام

آپ ہیں عاشق حبیب کبریا کے باکمال
عمر لمبی آپکی ہو زندگی کو ہو دوام

زندگی کو دیکھ کر ہے آپکی مجھ کو یقیں
خدمتِ دیں کرتے کرتے عمر گزریگی تمام

آپ کا تلمیذ ہے یہ آپکا ہے جانثار
پیش کرتا ہے ادب سے آپکو اختر سلام

تعارف

آفتاب اہل سنت استاذ العلماء شیخ الحدیث والتفسیر حضرت

قبلہ علامہ ابو الصالح محمد فیض احمد صاحب اویسی

مہتمم مدرسہ جامعہ اویسیہ رضویہ، ملتان روڈ، بہاول پور

از قلم :۔ محمد حنیف اختر، خطیب جامع مسجد غوثیہ، اسلام پورہ خانیوال

ایک مسلمہ و ناقابل تردید حقیقت ہے کہ ابتدائے آفرینش سے حق و باطل کا معرکہ جاری ہے۔ یہ سلسلہ ابلیس لعین سے شروع ہوا اور آج بھی جاری ہے اور تا قیام قیامت جاری و ساری رہے گا۔ اور ہر دور میں علمائے حق باطل سے نبرد آزما رہے ہیں۔ موجودہ دور میں جو علمائے کرام بلاخوف لومۃ لائم باطل سے برسرپیکار ہیں ان میں استاذ العلماء صاحب تصانیف کثیرہ حضرت قبلہ علامہ ابو الصالح محمد فیض احمد صاحب اویسی دامت برکاتہم العالیہ مہتمم مدرسہ جامعہ اویسیہ رضویہ بہاولپور کا اسم گرامی سرفہرست ہے۔ آپ اہل سنت و جماعت کے لئے سرمایۂ افتخار اور باطل کے لئے سنگ خارا کی حیثیت رکھتے ہیں۔ آپ ایک بے مثل محدث، بے بدل مفسر، لاثانی فقیہ اور عصر حاضر کے عظیم ترین محقق ہیں۔ آپ لاجواب مناظر، ڈیڑھ ہزار کتب کے مصنف، بہترین مقرر اور بے نظیر مدرس ہیں گویا آپ علامہ اقبال کے اس شعر کی عملی تصویر ہیں ؎

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

آپ اپنے سینے میں ملت کا گہرا درد اور اپنے مسلک سے والہانہ لگن رکھتے ہیں۔ اور اہل سنت و جماعت کے حقوق کی پامالی پر مضطرب ہو جاتے ہیں۔ آپ بے حد منکسر المزاج

اور متواضع شخصیت کے مالک ہیں، جو شخص صرف چند گھڑیاں آپکی صحبت میں گزار لے وہ آپکے حُسنِ اخلاق کا دلدادہ وگرویدہ ہوجاتا ہے۔

آپکی سیرت اور علمی کاوشوں کا مختصر ساخاکہ دَرج ذیل ہے۔

استاذ العلماء، حضرت علامہ فیض احمد صاحب اویسی مدظلہ، ۱۹۳۲ء / ۱۳۵۱ھ میں حامد آباد ضلع رحیم یار خان میں پیدا ہوئے۔ والدِ ماجد کا نام نامی مولانا میاں نور احمد صاحب ہے۔ آپ کا شجرہ نسب حضرت سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا ملتا ہے۔ آپکا پورا خاندان شروع سے آج تک علم و دانش کا گہوارہ چلا آرہا ہے۔ آپنے ابتدائی تعلیم اپنے والدِ ماجد سے حاصل کی۔ مولانا حافظ سراج احمد صاحب، حافظ جان محمد صاحب اور حافظ غلام یٰسین صاحب سے قرآن پاک حفظ کیا، علومِ دینیہ کی تکمیل کے لئے حضرت مولانا الحاج خورشید احمد صاحب (ظاہر پیر) حضرت مولانا عبد الکریم صاحب اور حضرت سراج الفقہاء، مولانا سراج احمد صاحب مکھن بیلوی کے سامنے زانوئے تلمذ طے کئے۔ دورۂ حدیث شریف ۱۹۵۲ء / ۱۳۷۲ھ میں محدثِ اعظم پاکستان حضرت مولانا ابو الفضل محمد سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھا اور سندِ فراغت سے بہرہ ور ہوئے۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد آپنے آبائی گاؤں حامد آباد (ضلع رحیم یار خاں) میں ایک دینی ادارے، مدرسہ "منبع الفیوض" کا اجراء کیا اور پندرہ سال تک وہیں دینی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ رفتہ رفتہ آپکی شہرت چار سُو پھیلتی گئی اور ملک بھر سے متلاشیانِ علمِ دین جب آپکی خدمتِ عالیہ میں حاضر ہونے لگے تو آپنے دیہاتی زندگی کو خیر باد کہہ کے شہری زندگی کا رُخ کیا اور ۱۹۶۷ء / ۱۳۸۶ھ میں مدرسہ جامعہ اویسیہ رضویہ کو حامد آباد سے بہاولپور منتقل فرمایا۔ آپ کے بہاولپور میں جلوہ گر ہوتے ہی جہاں اہلسنّت و جماعت کے احباب میں مُسرت کی بَرقی لہر دَوڑ گئی وہاں مخالفین کے گروہوں میں صفِ ماتم بچھ گئی۔ آپ کے دار العلوم کو شب و روز ترقی کی راہ پر گامزن ہوتے اور ایک مرکزی

مقدمہ بازی کی، مناظرے کئے، آپکے خلاف حکامِ بالا کو جھوٹی درخواستیں دیں لیکن بفضلہٖ تعالیٰ آپ ہر مقام پر کامیاب و کامران رہے، اور مخالفین کو ہر جگہ ذلّت و رُسوائی کا سامنا کرنا پڑا۔ بہاولپور میں جلوہ گر ہو کر آپ صبر و استقامت کا پہاڑ بن گئے۔ مخالفین نے آپ کو ہلانے کی بہت کوشش کی مگر وہ سب نقش بر آب ثابت ہوئیں اور مخالفِ حق و صداقت کی اس چٹان سے ٹکرا کر پاش پاش ہو گئے۔ اور ایسا کیوں نہ ہوتا جب کہ علّامہ اویسی صاحب قبلہ کا عقیدہ تھا کہ ؎

کیا غم ہے جو ہو ساری خُدائی بھی مخالف ؛ کافی ہے اگر ایک خدا میرے لئے ہے :

آپکی ذات گرامی کے طفیل مدرسہ جامعہ اویسیہ رضویہ نے چند سالوں میں وہ حیرت انگیز ترقی کی کہ دیکھتے ہی دیکھتے وہ اھلِ سُنت و جماعت کا ایک عظیم مرکز بن گیا اور ملک بھر کے طلباء اس دارالعلوم میں داخلے کو اپنے لئے باعثِ صد افتخار تصور کرنے لگے۔ حکومتِ پاکستان نے اس مرکزی دینی ادارے کی سند کو فوج میں خطابت کیلئے سرکاری طور پر منظور کر لیا۔ تنظیم المدارس پاکستان جس کی سند کو حکومتِ پاکستان نے ایم اے اسلامیات کی ڈگری کے برابر کا درجہ دیا ہے۔ مدرسہ جامعہ اویسیہ رضویہ اس کا ایک اہم رکن ہے اور یہاں کے دورہِ حدیث شریف کے علماء کو تنظیم المدارس کے سالانہ امتحانات میں شامل کر کے تنظیم کی باقاعدہ سند جاری کی جاتی ہے۔ حضرت قبلہ اویسی صاحب سے علمِ دین کی تعداد سینکڑوں تک نہیں بلکہ ہزاروں تک پھیلی ہوئی ہے اور آپ کے شاگردوں میں ایسی ہستیاں بھی موجود ہیں جو ملک بھر کے اہم دینی اداروں میں مفتی، شیخ الحدیث اور صدر مدرس جیسے اہم ترین مراتب پر فائز ہیں۔ چند مشاہیر کے اسمائے گرامی درج ذیل ہے :

● ــــ حضرت مولانا مفتی غلام مصطفےٰ صاحب رضوی مفتی مدرسہ انوار العلوم۔ ملتان

● ــــ حضرت مولانا غلام محمد صاحب شیخ الحدیث جامعہ غوثیہ۔ کوئٹہ

● ــــ حضرت مولانا [illegible] شیخ [illegible] ٹھٹھ (سندھ)

- حضرت مولانا مفتی مختار احمد صاحب درّانی شیخ الحدیث مدرسہ سراج العلوم خانپور
- حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب صدر مدرس جامعہ رسولیہ، لاہور
- حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب چشتی شیخ الحدیث انوار الاسلام گھوٹکی (سندھ)
- حضرت مولانا محمد اشرف صاحب شیخ الحدیث جامعہ عالیہ مراڑیاں شریف ضلع گجرات
- حضرت مولانا عبدالرشید صاحب صدرِ مدرس جامعہ رضویہ سبزی منڈی راولپنڈی
- حضرت مولانا محمد حسن علی صاحب رضوی بریلوی میلسی
- حضرت مولانا حسین احمد صاحب، صدر مدرس خان بیلہ، ضلع رحیم یار خاں
- حضرت مولانا حافظ عبدالمجید صاحب اویسی شیخ الحدیث جامعہ اویسیہ رحیم یار خاں
- صاحبزادہ علامہ محمد اسمٰعیل صاحب نقشبندی ضلع خوشاب
- حضرت مولانا سید محمد مزمل شاہ صاحب سجادہ نشین مواز والا ضلع میانوالی
- حضرت مولانا صاحبزادہ عبدالرحمٰن صاحب سجادہ نشین شاہ والہ ضلع خوشاب
- حضرت مولانا سید عبدالہادی شاہ صاحب سجادہ نشین فدائی شاہ ضلع بہاولنگر
- حضرت مولانا سید محمد باقر شاہ صاحب سجادہ نشین کوٹ گلہ ضلع چکوال
- حضرت مولانا منیر الزماں صاحب (ابوظہبی)
- حضرت مولانا محمد جمیل الرحمٰن صاحب (سعودی عرب)
- حضرت مولانا محمد احمد صاحب (امریکہ)
- حضرت مولانا قاری محمود الحسن صاحب (کولمبو)
- حضرت مولانا صاحبزادہ عبدالجلیل صاحب مانگٹ ضلع گجرات

بطورِ "مشتے نمونہ از خروارے" صرف چند علمائے کرام کے اسمائے گرامی تحریر کئے گئے ہیں۔ ورنہ ہزاروں کی تعداد میں علمائے کرام آپ سے فیض یاب ہو کر دُنیا کے کونے کونے میں دینی خدمات سر انجام دے رہے ہیں۔ راقم الحروف کو بھی حضرت

قبلہ علامہ اویسی صاحب مدظلہ سے شرفِ تلمذ حاصل ہے اور بندہ ناچیز اس نسبت پر بجا طور پر فخر کا اظہار کرتا ہے۔ علامہ اویسی صاحب نے درس و تدریس میں شب و روز مشغولیت کے باوجود شعبہ تالیف و تصنیف میں بھی نہایت اہم کارنامے سرانجام دیئے ہیں۔ آپ نے تقریباً ہر فن اور ہر موضوع پر کوئی نہ کوئی کتاب یا رسالہ تصنیف فرمایا ہے اور یہی وجہ ہے کہ آپکی تصنیفات کی تعداد بفضلہ تعالیٰ ڈیڑھ ہزار سے تجاوز کر چکی ہیں۔ میدان تحریر میں موجودہ دور کے تقاضوں سے ہم آہنگ آپکا عظیم کارنامہ تفسیر روح البیان کا بہترین اردو ترجمہ ہے جسکی تفسیر فیوض الرحمٰن کے نام سے ۱۴ سیپارے چھپ چکے ہیں۔ آپکی بے شمار تصانیف شائع ہو چکی ہیں اور بعض کتابوں کے تو دس دس ایڈیشن اشاعت پذیر ہو چکے ہیں۔ ایک اہم بات جس کا راقم الحروف خود شاہد ہے یہ ہے کہ حضرت قبلہ اویسی صاحب مدظلہ دن رات میں ایک لمحہ بھی فضول باتوں میں ضائع نہیں کرتے حتیٰ کہ اگر کسی دوسرے شہر میں تقریر کے لئے جارہے ہیں تو راستے میں دورانِ سفر بس یا گاڑی میں بھی تالیف و تصنیف کے لئے آپ کا قلم رواں دواں رہتا ہے۔ ع

ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

آپکی تصنیفات کی مکمل فہرست " مکتبہ اویسیہ رضویہ ملتان روڈ بہاولپور " سے ایک خط لکھ کر مفت طلب کی جاسکتی ہے۔ فہرست دیکھ کر آپ علامہ اویسی صاحب کے میدان تحریر کے شاہسوار ہونے کے یقیناً قائل ہو جائیں گے۔ میری نظر میں صرف پاکستان بلکہ پوری دنیا میں آپ کے ایسا کوئی عالم نہیں ملے گا جس نے ڈیڑھ ہزار کتابیں تصنیف کی ہوں۔ یہ صرف اور صرف علامہ اویسی صاحب قبلہ کا ایک عظیم، منفرد اور بے مثال کارنامہ ہے جو رہتی دنیا تک قائم و دائم رہے گا۔ ع

اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ

دنیا میں جتنے بھی باطل مذہب اور بے دین فرقے موجود ہیں ان میں سے ہر ایک کے

رَدمیں آپ کی تصنیف شُدہ کتابیں موجود ہیں ۔

ایں سعادت بزورِ بازو نیست، تا نہ بخشد خُدائے بخشندہ

علامہ اویسی صاحب کی جسمانی اولادمیں چار صاحبزادے اور ایک صاحبزادی ہے۔ اور ماشاء اللہ چاروں صاحبزادے قرآن پاک کے حافظ ہیں اور روحانی اولادمیں ہزاروں تلامذہ ومُریدین شامل ہیں۔ اگرچہ آپ کے مُرید کافی تعداد میں ہیں (آپکے مُریدوں میں علمائے کرام، حفاظ حضرات اور ایڈوکیٹ صاحبان شامل ہیں) لیکن پھر بھی آپ نے سلسلہ پیری مریدی کو دورِ حاضر کے پیروں کی طرح روائتی شکل نہیں دی اور نہ ہی اِس سلسلے کو وسیع تر کرنے کا کوئی ارادہ رکھتے ہیں۔ آپکا خیال ہے کہ اگر یہ سلسلہ وسیع ہوگیا تو پھر خدمت دینِ متین کے لئے پورا وقت میسّر نہیں ہوسکے گا۔

ایک اور بات جس کا تذکرہ ازبس ضروری ہے وہ حضرت قبلہ علاّمہ اویسی صاحب مدظلّہ کا عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ علاّمہ اقبال نے ایک جگہ فرمایا ہے ۔

مغزِ قرآں روحِ ایماں جانِ دیں ہست حُبِ رحمۃ اللعٰلمین

علاّمہ اویسی صاحب اس شعر کی زندہ تفسیر ہیں حُضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسمِ گرامی سُن کر آپ کے چہرہ انور سے عجب سرور ظاہر ہوتا ہے زبانِ مُبارک مصروفِ درود ہوجاتی ہے جو آپکی قلبی کیفیت کی آئینہ دار ہوتی ہے۔ اپنے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق میں آپکی آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑیاں بہہ نکلتی ہیں۔ اور آپ کے نام نامی اسمِ گرامی پر علاّمہ اویسی صاحب مدظلّہ دیدہ ودل قُربان کرتے نظر آتے ہیں۔ میری نظر میں یہ آپکے ولی کامل ہونے کی ایک اظہر من الشمس علامت ہے۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ عشق ومحبت کا یہ عالم ہے کہ آپ دُو مرتبہ حج مُبارک اور سات مرتبہ عمرہ شریف کی سعادت حاصل کرچکے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ ایک بار مدینہ طیبہ کی حاضری دے

کر آتے ہیں تو دُوسری بار ... [illegible]

جامی رحمۃ اللہ علیہ ؎

زمہجوری برآمد جان عالم ترحم یارسول اللہ ترحم
نہ آخر رحمۃ للعالمینی زمحرومان چرا فارغ نشینی

یعنی جُدائی سے عالمؔ کی جان نکل رہی ہے۔ اے اللہ کے پیارے نبی آپ رحم فرمائیے کیا آپ رحمۃ للعٰلمین نہیں ہیں؟ پھر ہم مجرموں سے آپ فارغ کیوں بیٹھے ہیں۔ علامہ اویسی صاحب بھی مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ کی طرح جب تک مدینہ طیبہ کے حاضری نہ دے لیں اُس وقت تک آپکو سکونِ قلب میسّر نہیں ہوتا۔

الغرض علامہ اویسی صاحب مدظلہ ایک عالمِ باعمل، عاشقِ مصطفٰے، بحر العلوم، استاذ العلماء اور سند الاتقیاء ہیں۔ آپکے فیض کا دریا جاری ہے اور دُور دور سے تشنگانِ علم آکر اپنی پیاس بُجھا رہے ہیں۔

دُعا ہے کہ مولائے کریم آپ کا سایہ ہمارے سروں پر قائم دائم رکھے۔ آپ کو عمرِ خضر سے نوازے اور ہم سب کو آپکے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

؏ ایں دعا از من واز جُملہ جہاں آمین باد

محمد حنیف اختر
خطیب جامع مسجد غوثیہ اسلام پورہ
خانیوال — پاکستان

تضمین بلغ العلیٰ

یہ شرف یہ اوج یہ حق رسی — بلغ العُلیٰ بکمالہٖ
یہ ضیاء یہ حُسن یہ روشنی — کشف الدجیٰ بجمالہٖ
کوئی خوبی ان سے نہ بچ سکی — حسنت جمیع خصالہٖ
ہے درود پڑھنے کی جا یہی — صلّوا علیہ وآلہٖ

وہی اَوج ، اوجِ نُما وہی — بلغ العُلیٰ بکمالہٖ
وہی زیب ، زیبِ عطا وہی — کشف الدجیٰ بجمالہٖ
وہی خیر ، خیرِ ورا وہی — حسنت جمیع خصالہٖ
مجھے پھر سُنا دو صدا وہی — صلّوا علیہ والہٖ

یہ کمالِ خاص ملا کسے ! — بلغ العُلیٰ بکمالہٖ
یہ جمال حق نے دیا کسے ، — کشف الدجیٰ بجمالہٖ
یہ ہوئی بھلائی عطا کسے — حسنت جمیع خصالہٖ
کہ یہ کہہ رہا ہے خدا کسے — صلّوا علیہ وآلہٖ

جو عروج چاہو تو یہ پڑھو — بلغ العُلیٰ بکمالہٖ
یہ پڑھو تو قبر میں نور ہو — کشف الدجیٰ بجمالہٖ
جو یہ ورد ہو تو نیک خو — حَسنت جمیع خصالہٖ
یہ انہیں کا ذکر ہے عاصیو — صلّوا علیہ والہٖ

چلے سُوئے خلد تو غُل ہوا
دَرِ خلد کھُلتے ہی یہ سُنا
جہاں جس نے دیکھا یہی کہا
یہ ہے وقتِ خاص درود کا

بلغ العُلیٰ بکمالہٖ
کشف الدجیٰ بجمالہٖ
حسنت جمیع خصالہٖ
صلّوا علیہ وآلہٖ

وہی باغِ قرب کا پھول ہیں
وہی بدر، حُسنِ قبول ہیں
وہی نیکیوں کا حُصول ہیں
یہی تحفے بہرِ رسُول ہیں

بلغ العلیٰ بکمالہٖ
کشف الدجیٰ بجمالہٖ
حَسنت جمیع خصالہٖ
صلّوا علیہ وآلہٖ

حضرت چلے معراج کو
اندھیرا تھا اُجالا ہوا
اوصاف ان کے سب کھلے

بلغ العُلیٰ بکمالہ
کشف ا دجیٰ بجمالہٖ
حسنت جمیع خصالہ

خوشخبری اور اپیل

اہلسنت عوام کو عموماً اور اہلِ علم کو خصوصاً مبارک ہو کہ انشاء اللہ تعالیٰ اسی سال ۹ھ اواخر تک تفسیر فیوض الرحمٰن اردو ترجمہ روح البیان مکمل مطبوع ہو کر منظر عام پر آجائیگی یہ منفرد تفسیر جدید تقاضوں کے مطابق اہل سنت کے منشور و دستور کو پورا کریگی اور حنفیت اور تصوف اور تردید بدمذاہب کا مکمل مجموعہ اس تفسیر میں ہے احبابِ اہلسنت سے اپیل ہے کہ خود بھی ممبر بنیں اور احباب کو بھی بنائیں لائبریریوں میں رکھوائیں بالخصوص حضرت فیضِ ملت حضرت علامہ اویسی صاحب قبلہ کے تلامذہ متوجہ ہوں حضرت صاحب کے چند شاگرد دلانے

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○ نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ ○

مُقدمہ

تفسیر روح البیان شریف میں معراج شریف پر مفصل بحث ہے چونکہ یہ ایک مستقل تصنیف کی حیثیت رکھتی ہے اسی لئے فقیر نے اس پر اضافہ مع مقدمہ علیحدہ ترتیب دے کر اس کا نام رکھا ہے "معراج المصطفیٰ" اُمید ہے کہ اہل اسلام کے لئے مجموعہ مفید ثابت ہوگا ——— وما توفیقی الا باللہ،

الفقیر القادری ابو الصالح محمد فیض احمد اویسی غفرلہٗ ۱۴۰۱ھ بہاولپور

مُعجزہ

معراج شریف ہمارے نبیٔ پاک صاحبِ لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسا معجزہ اور کمال ہے کہ جس سے کسی اور نبی کو مشرف نہیں فرمایا گیا۔ شبِ معراج حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس مقام پر پہنچے کہ جس مقام تک مخلوقات میں سے کوئی دُوسرا نہیں پہنچ سکا۔ اہلِ سنت وجماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب لبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو رات کے مختصر سے حصّہ میں مسجدِ حرام سے بیت المقدس اور پھر بیت المقدس سے عالم ملکوت کی مکمل سیر کرائی۔ یہ سیر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خواب میں نہیں بلکہ عالمِ بیداری میں اور اپنے جسدِ عنصری کے ساتھ فرمائی۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عالم بیداری میں جسدِ عنصری کے ساتھ عالم ملکوت اور آسمانوں کے تمام طبقات کی سیر کرنا بے کیف و بے مثال کلامِ خداوندی کا سُننا ایک ایسا معجزہ ہے جس کی مثال نہیں ملتی۔

عقیدہ

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معراجِ پاک کے سلسلہ میں مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک کے سفر کا ذکر قرآنِ پاک میں موجود

ہے۔ اس کا منکر کافر اور خارج از اسلام ہے۔ کیونکہ جو مسئلہ نص قطعی سے ثابت ہو اس کا منکر کافر ہوتا ہے اور معراج شریف اسقدر ماننا قطعی اور حتمی عقیدہ ہے۔

مذاہب مسجدِ اقصیٰ سے آگے کی سیر اور اللہ تعالیٰ سے بلا واسطہ ہمکلامی سے مشرف ہوئے اور سَر کی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کے سلسلہ میں قرآنِ پاک میں کچھ اشارے بھی موجود ہیں۔ مگر پوری تفصیلات احادیث نبوی میں ملتی ہیں لیکن اس کے باوجود بعض لوگ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس بے مثال معجزہ کا انکار کرتے ہیں اور بعض لوگ اس واقعہ کو محض خواب سے تعبیر کرتے ہیں۔ معراجِ جسمانی کے بارے میں مختلف قسم کے اعتراضات وشبہات پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے۔

سوال رات کے ایک حصّہ میں برس ہا برس کی مسافت کا اتنا طویل اور دشوار راستہ کیسے طے ہو سکتا ہے؟

جواب انسان کو حق تعالیٰ نے عقل عنایت فرمائی ہے۔ اس میں صرف یہ طاقت ہے کہ چیزوں کو حواس سے معلوم کرکے اس کے بارے میں کوئی رائے قائم کرے۔ جو چیز حس وادراک سے ماوراء ہے۔ عقل کو وہاں دخل نہیں۔ اس مقام پر سوائے حیرانی اور تعجب کے عقل کے لئے کچھ اور نہیں ہوتا۔

واقعہ معراج جس کا بڑا تعلق عالمِ ملکوت کی سیر سے ہے۔ بھلا وہ عقل وفہم میں کیسے آ سکتا ہے۔ اس پر یہ فیصلہ کر لینا کہ یہ واقعہ ممکن ہی نہیں سراسر غلطی ہے۔ مشاہدات وتجربات نے یہ بات ثابت کر دی ہے کہ حواس وادراک میں جو بات نہ آسکے اس کا انکار بے بنیاد ہے۔

عقلی دلائل انسانی عقل کا یہ خاصہ ہے کہ جو ایجادات عالم میں روز بروز ہو رہی ہیں ان کی ایجاد سے پہلے عام طور پر عقل انسانی ان ہونے

والی ایجادات کے بارے میں تصدیق کرنے پر آمادہ نہیں ہوتی۔ لیکن جب وہ چیز عالم مُشاہدہ میں آجاتی ہے تو مجبوراً اسے تسلیم کرنا پڑتا ہے اور اسکی تصدیق بھی کی جاتی ہے۔

ریڈیو ریڈیو کی ایجاد سے پہلے جب کہا جاتا تھا کہ ایک ایسا آلہ ایجاد ہوگا جو دُور دراز علاقوں کی آوازیں ہم تک پہنچائے گا۔ اس وقت بھی انسانی عقل کا تقاضا یہی تھا کہ بات ممکن نہیں لیکن جب ریڈیو ایجاد ہو کر سامنے آگیا تو اس ایجاد کا صِرف انکار ناممکن ہوگیا۔ بلکہ اب اس کا انکار کرنے والے کو یقیناً پاگل کہا جائے گا۔

ٹیلیوژن ٹیلی ویژن کی ایجاد سے پہلے جب کہا جاتا تھا کہ ایک ایسا آلہ ایجاد کیا جائے گا جس کے ذریعہ اِنسان نہ صِرف دُور دراز علاقوں سے بولنے والے کی آواز سُن سکے گا بلکہ اس کی تصویر بھی دیکھ سکے گا تو اسوقت بھی عقل کے پرستاروں نے اس کو خلافِ واقعہ مانا لیکن جب یہ حیرت انگیز ایجاد سامنے آئی تو ہر شخص نے اس کو دیکھ کر مان لیا کہ ایجاد ممکن تھی۔

ان تجربات سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ ہر وہ بات جو عقل فہم میں نہ آسکتی ہو ضروری نہیں کہ اس کا وجود بھی نہ ہو۔ واقعۂ معراج بھی ایسا ہے جو ہماری ناقص عقلوں میں نہیں آسکتا۔ اور کی کیفیّت وحقیقت کا سمجھنا ہماری عقلوں سے وراء ہے۔ لیکن اس کا انکار کردینا یہ بھی کم عقلی کی دلیل ہے۔

سوال سُرعتِ رفتار کی وجہ سے رات کے مختصر حصّے میں سیرِ معراج کس طرح ہوئی؟

جواب موجودہ دَور کی ایجادات نے اِنکا منہ بھی بند کر دیا ہے۔ ۱۹۵۸ء میں جب سائنس دانوں نے اعلان کیا کہ ۱۹۷۰ء میں انسان چاند

میں اُتر جائے گا ۔ اس وقت بھی اسے مجذوب کی بڑ کہا گیا۔ لیکن جب اپالو گیارہ کے ڈو انسانوں کو لے کر چاند پر اُترنے کی خبریں آئیں تو اسے فوراً تسلیم کر لیا گیا۔ ہماری زمین سے چاند تک کا فاصلہ دو لاکھ چالیس ہزار میل بتایا جاتا ہے۔ برسالوں کا یہ راستہ اپالو نے چند گھنٹوں میں طے کر لیا اور پھر واپس بھی آ گیا۔

راکٹ اپالو گیارہ انسانی ایجاد تھی جس نے انسان کی سواری کا کام دیا اور چند گھنٹوں میں انسان کو چاند کی سیر کرانے کے بعد واپس لے آئی۔ افسوس ہے ان عقلوں پر جو انسانی ایجاد کی سرعت رفتار کو تو تسلیم کر لینے میں ذرا نہیں جھجکتے، لیکن جب اللہ تعالیٰ کی اسکے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھیجی ہوئی سواری "بُراق" کا ذکر آتا ہے تو اسکی تیز رفتاری کا انکار کر دیتے ہیں۔ انسان کے چاند پر جانے کو بلا حیل وحجت مان لیا جاتا ہے۔ لیکن اللہ کے حبیب کی معراج سے انکار کر دیا جاتا ہے۔ یاد رکھئے کہ واقعۂ معراج ایمان پرکھنے کی کسوٹی ہے مسجدِ حرام سے بیت المقدس تک کے سفر کا ذکر سورۂ بنی اسرائیل کی پہلی آیت میں صریحاً موجود ہے جیسے پہلے عرض کیا گیا ہے کہ اس کا انکار کرنیوالا کافر ہے۔ اور عالم ملکوت اور آسمان کی سیر کا انکار کرنے والا گمراہ اور بدعتی ہے۔ اور جن لوگوں کا یہ خیال ہے کہ یہ سیر خواب میں ہوئی وہ بھی گمراہی میں مبتلا ہیں۔

محبوب الٰہی کا فرمان خواجہ نظام الدین دہلوی سے کسی خادم نے عرض کیا: حضور لوگ کہتے ہیں کہ قلب کو بھی معراج ہوتی ہوا ور قالب کو بھی اور رُوح کو بھی۔ ہر ایک کو کس طرح معراج ہوئی ہوگی۔ آپ نے جواب میں یہ مصرعہ پڑھا۔

تظن خیراً ولا تسئل عن الخبر

یعنی گمان خیر رکھ اور خیر کی بابت تحقیق نہ کر، مطلب یہ ہے کہ یہ معاملہ اللہ

اور رسول کے درمیان راز ہے جس کو مان لو اور اسکی ماہیت وکیفیت کے پیچھے نہ پڑو۔ اگرچہ واقعہ معراج پر صریح دلائل وشواہد موجود ہیں لیکن مسلمان کے عقیدے کا کمال یہی ہے کہ وہ اس پر ایمان رکھے اور اسکی ماہیت وکیفیت پر شکوک وشبہات پیدا نہ ہونے دے۔

نور کی سیڑھی

رجب المرجب شریف کی ۲۷ ویں شب کو ہمارے آقا ومولیٰ صلے اللہ علیہ وسلم عالم بیداری میں اور جسم انور کے ساتھ مسجد حرام سے مسجد اقصےٰ تک اور پھر وہاں سے آسمانوں پر آسمانوں سے بھی اوپر سدرۃ المنتہیٰ تک اور پھر سدرۃ المنتہیٰ سے بھی آگے وہاں تشریف لے گئے۔ جہاں کسی کا وہم وگمان بھی نہیں جاسکتا۔ ہر صاحب ایمان کا اس نور کی سیڑھی پر ایمان ہے جسے اللہ تعالیٰ نے صرف اپنے محبوب پاک سیاح افلاک صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مخصوص فرما دیا تھا۔ اور جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وہاں پہنچا دیا۔ جہاں "کیسے وکس طرح" کا بھی مطلق دخل نہیں۔ اعلیحضرت امام احمد رضا بریلوی رضی اللہ عنہ نے کہا ؎

پوچھتے کیا ہو عرش پر یوں گئے مصطفےٰ کہ یوں
کیف کے پر جہاں جلیں کوئی بتائے کہ یوں

آیات سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْریٰ اور وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰی" اس سیر وعروج پر شاہد ہیں اور مسلمان اپنے آقا ومولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس جسمانی سیر ومعراج پر ایمان رکھتا ہے۔ اور ثبوت کے لئے قرآنی آیات اور احادیث کے ارشادات موجود ہیں۔ تاہم موجودہ دور میں بعض فلسفی اور شکی طبیعتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس نور کی سیڑھی اور حضور کے جسمانی معراج پر یقین نہیں رکھتیں اور یہ ان کی انتہائی نادانی ہے۔ اس لئے کہ موجودہ دور میں انہیں کی سائنس ایک ایسے

"راکٹ" کا دن رات ڈھنڈورہ پیٹ رہی ہیں۔ جو بقول ان کے ایک انسان کو عالم بیداری میں جسم کے ساتھ چاند میں پہنچانے ہی والا ہے۔ پس اگر سائنس نے کوئی ایسا راکٹ تیار کر لیا ہے۔ تو یہ کیوں ممکن نہیں کہ خالق سائنس ربِ کائنات نے ایک نور کی سیڑھی پیدا فرمادی تھی جس نے مدنی چاند صلی اللہ علیہ وسلم کو اس چاند سے بھی کہیں آگے پہنچا دیا۔ اور یہ چاند اس چاند کی گردِ راہ بن کر رہ گیا۔ مسلمان کا تو ایمان اس راکٹ کے تیار ہونے سے پہلے بھی تھا اور اب بھی ہے۔ اور جو فلسفی مزاج رکھتا ہے۔ اسے اپنے اس راکٹ کے مبینہ عروج کے پیشِ نظر "معراج جسمانی" کا انکار کسی طرح زیب نہیں دیتا۔ مبارک ہیں وہ لوگ جن کا عمل مولانا قدس سرہٗ کے اس مصرعہ پر ہے۔ ع

عقل قربان کن بہ پیشِ مصطفےٰ

ترجمہ: مصطفےٰ کے آگے عقل قربان

سوال:۔ آسمان کا وجود نہیں۔ پھر آسمان پر تشریف لے جانا جسمانی معراج کا ہونا کس طرح ممکن ہو سکتا ہے؟

جواب:۔ حکیم فیثا غورث اور اس کے بعد اس کے تلامذہ اور مقلدین نے آسمان کے وجود سے انکار کیا ہے۔ پس ایک فردِ واحد کے انکار سے عدم ثابت نہیں ہوتا۔ آسمان کا وجود ایک مسلمہ امر ہے۔ ہزاروں برس سے بڑے بڑے علماء بڑے بڑے فلاسفر تمام جہان کے عقلاء و حکماء فلسفے موجد یونان کے دانا آسمانوں کے وجود کے قائل رہے ہیں۔

علاوہ ازیں انبیاء علیہم السلام پر وقتاً فوقتاً جو کتابیں نازل ہوئیں۔ وہ سب کی سب بڑے زور سے آسمانوں کا وجود ثابت کرتی ہیں۔

پس جس چیز کو تمام عقلاء اور جہان بھر کے عالم و جاہل، نیز ارضی و سماوی کتابیں

تسلیم کرتی ہیں۔ وہ چیز بغیر دلیل کے کیونکر رد ہو سکتی ہے۔ محض یہ کہنا کہ اگر آسمان موجود ہے، تو نظر کیوں نہیں آتا۔ کچھ دقیق امر نہیں۔ کیونکہ بہت سی چیزیں ایسی ہیں، جن کو انسان باریک سے باریک اور اعلیٰ درجہ کی دُوربینوں سے نہیں دیکھ سکتا۔

زمین اور سمندر کی تہ میں، پہاڑوں کے اندر ایسی چیزیں ہزارہا مخفی ہیں۔ جن کو انسان کسی دُوربین سے نہیں دیکھ سکتا۔ شیشے کا گلوب اگر کسی روشن چراغ پر فاصلے سے رکھا جائے۔ تو دیکھنے والے کو صرف جلتا ہوا چراغ ہی نظر آئے گا۔ شیشہ کسی طرح نظر نہیں آسکتا۔ پس شیشے کا نظر نہ آنا انکار کی کوئی دلیل نہیں۔

آسمان شیشے کی طرح صاف ہے۔ حدِ نگاہ سے دُور ہے اس لئے نظر نہیں آسکتا۔ مگر نظر نہ آنا معدوم ہونے کی دلیل نہیں ہو سکتا۔

فیثاغورث سے پہلے عقل و نقل کا اجتماع بدستور قائم رہا۔ اور آسمان کا وجود عقل و نقل سے ثابت ہوا۔

سوال : (الف) جسم عنصری بغیر ہوا اور حرارت شدید کی وجہ سے صحیح و سالم نہیں رہ سکتا۔ پھر آپ مع جسم مبارک کے کرۂ نار سے کیونکر صحیح و سالم گزر گئے۔

(ب) انسان سردی کی کثرت (خنکی) کی وجہ سے کرۂ زمہریر سے بھی نہیں گزر سکتا۔ کیونکہ انسان کے لئے شدت برودت کے باعث سانس لینا دشوار اور بے سانس لئے زندگی محال ہے؟

جواب : (الف) یہ امر مسلم ہے کہ آگ کا خاصہ احراق (جلانا) ہے اور بعض چیزوں کا خاصہ آگ میں جلنا ہے۔ اول کو فعل دُوسرے کو انفعال یا تاثیر اور اثر کہتے ہیں۔

یہ امر بھی مسلم ہے کہ ہر ایک چیز کے خواص اس سے علیحدہ اور جُدا ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ مختلف ادویہ کے اختلاط سے اور ایک دُوسرے سے ملنے کی وجہ سے اثر زائل یا معتدل ہو جاتا ہے۔ لہٰذا کچھ بعید نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح ابراہیم علیہ السلام کے جسم عنصری

کو آگ میں جلنے سے مامون و محفوظ رکھا۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر میں بھی اطفاء نار کا خاصہ ودلیعت کر رکھا ہو۔ اور اس وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کرۂ نار سے صحیح وسالم تشریف لے گئے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ آگ میں روشنی باقی رہے۔ اور احراق (جلانے) کا مادہ مفقود ہو جیسے ولائیتی آتش بازی اور پھول جھڑی وغیرہ۔

اس قسم کی آتش بازیوں میں آگ جلتی ہوئی محسوس ہوتی ہے مگر یہ آگ دوسری چیز کو جلاتی نہیں۔ اسی طرح بعض نوایجاد جُبّے ہیں۔ جن کو یورپ میں پہن کر آگ میں کُود پڑنے سے بھی آگ اثر نہیں کرتی۔

سمندر (کیڑا) آگ میں رہتا ہے۔ آگ کو آبِ حیات جانتا ہے۔ نہ جلتا ہے، نہ مرتا ہے۔ گیس کے ہنڈوں میں بجلی کے لیمپوں میں ایک جالی سوتی کپڑا ہوتا ہے۔ اس پر ولائیتی گھاس کا روغن ہوتا ہے اس لئے روشنی صاف ہو کر اچھی طرح روشن ہوتی ہے۔ یہ کپڑا نہیں جلتا۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جسمِ مُبارک کا پسینہ حضور کو کرۂ نار سے محفوظ رکھ سکتا ہے۔ اور آپ کی مقدس ذات کے اثرات سے کرۂ نار کی آگ روشن اور زیادہ صاف ہو سکتی ہے۔

سب سے قوی دلیل یہ ہے کہ تیزی حرکت کی کوئی مقدار معیّن نہیں ہو سکتی۔ اس لئے جناب سیّد المرسلین کو اللہ تعالیٰ اس تیزی اور سرعت سے کرۂ نار اور کرۂ زمہریر سے آسمانوں پر لے گیا کہ آنحضور کے جسمِ اطہر کو ان کے اثرات کا مطلق اثر نہ ہوا ہو۔

يَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَ يَحْكُمُ مَا يُرِيْدُ (خدا جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ جو اُس کے ارادہ میں ہے، اس کا حکم دیتا ہے۔

(ب) انسان کچھ عرصہ تک بے سانس لئے زندہ و سلامت رہ سکتا ہے۔ بہت سے باخدا صوفی۔ فقیر یا جوگی ایام چلہ کشی میں حبسِ دَم کرتے ہیں۔ رات دن چوبیس گھنٹے بلکہ اس سے زیادہ دیر تک قطعاً سانس نہیں لیتے۔ پھر بھی زندہ رہتے ہیں۔

جنین (بچہ) کئی ماہ تک اپنی ماں کے پیٹ میں بے سانس لئے زندہ رہتا ہے۔
بعض غوطہ خور موتیوں کی تلاش میں کئی کئی گھنٹوں کا غوطہ لگاتے ہیں۔ پانی میں سانس نہیں لیتے جب یہ لوگ صحیح وسالم بچ رہتے ہیں۔ اور دریائے معرفت الٰہی کے گراں بہا موتیوں کے طالب روحی فداہ حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چند لمحات سانس نہ لیں تو کیا بعید ہے علاوہ ازیں حرکت کی کہ کوئی مقدار معیّن نہیں۔ ایک حرکت چھکڑے کی ہے ایک مال گاڑی کی ایک ڈاک گاڑی کی ایک سر کی ایک تار برقی کی ایک بجلی کی حرکت ہے جو "آناً فاناً" ہیں مشرق سے مغرب تک کروڑ ہا کوس جا پہنچتی ہے اللہ نے اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس تیزی اور سرعت سے آسمانوں پر بُلایا کہ بجلی کی حرکت بھی اس کے مقابلے میں ماند ہے اس لئے حُضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر کو کرۂ نار اور کرۂ زمہریر کے اثرات کا مطلق اثر نہ ہوا۔

چونکہ صاحب رُوح البیان رحمہ اللہ نے نفس معراج کو بیان فرمایا ہے۔ اس پر اعتراضات کی طرف چنداں متوجہ نہیں ہوئے۔ اسی لئے فقیر نفس معراج پر اعتراضات و جوابات سے فراغت پاکر موجودہ دَور کے مذہبی فرقوں کے اعتراضات کے جوابات پیش کرتا ہے ــــــــ

جسمانی معراج کے دلائل

جمہور سلف و خلف کا یہی عقیدہ ہے۔ اور صحابہ کرام بھی اسی بات کے قائل ہیں کہ حُضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بحالت بیداری اور جسمانی معراج ہوئی ہے۔ اب کوئی شخص معراج شریف کے محال ہونے پر دلائل قائم کرے تو ہمارا مدعا ثابت ہوتا ہے کیونکہ ہم معراج کو حضور علیہ الصلوٰۃ کا مُعجزہ کہتے ہیں۔ اور معجزہ وہ ہے۔ جس کا وقوع عادۃً" محال ہو اور انکار کرنے والوں کو عاجز کرنے کے لئے وہ کمال ایک نبی کا ذات سے ظاہر ہو۔ اب یہ بات واضح ہو گئی کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات، علم و قُدرت،

عظمت و حکمت پر پُوری طرح ایمان لایا ہے اور پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت و رسالت، صداقت اور کمالات کی دل سے تصدیق کرتا ہے۔ وہ واقعہ معراج یا اس قسم کے معجزات کا انکار نہیں کرسکتا کیونکہ قادرِ مطلق جب اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو براق برق رفتار پر سوار کرکے بڑی راحت اور تکریم کے ساتھ چشم زدن میں زمین سے مقامِ ادنیٰ سے لے گیا تو اسکی قدرت کے آگے کون سی رکاوٹ حائل ہوسکتی ہے حاصل کلام یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معراج اور آپ کے کمالات کا انکار قدرتِ الہٰی کا انکار ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے معراج کی آیت کو لفظ سُبحان سے شروع کیا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی توحید اور کمالات کو بے عیب جانتا ہے کہ معجزات کو عقل کی کسوٹی سے نہیں جانچتا۔

اگرچہ جسمانی معراج کے دلائل بیشمار ہیں۔ فقیر یہاں صرف ایک دلیل پر اکتفا کرتا ہے وہ یہ کہ آیت میں لفظ اسراء اور عبد واقع ہوا ہے اور ان پر دونوں کا اجتماع رُوح مع الجسد پر ہوتا ہے اور اس کے نظائر قرآن مجید میں موجود ہیں۔"

چنانچہ تفسیر السراج المنیر ج۲ ص۲۳ میں ہے کہ وَمِمَّا يَدُلُّ عَلٰى اَنَّهٗ اَسْرٰى بِجَسَدِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَوْلُهٗ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ وَلَفْظُ الْعَبْدِ عِبَارَةٌ عَنْ مَجْمُوْعِ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ ——

یعنی ان دلائل میں سے ایک یہ بھی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جسمانی معراج ہوئی اور وہ دلیل اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ ہے اس لئے کہ عبد کا لفظ ہمیشہ روح اور جسم دونوں پر اطلاق ہوتا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔

فَاَسْرِ بِعِبَادِيْ لَيْلًا اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ (پ۲۵ ع ۱۴) حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا کہ میرے بندوں بنی اسرائیل کے لوگوں کو رات کے وقت مصر سے باہر لے چلو کیونکہ دن ہوگیا تو قبطی تمہارا تعاقب کرکے نہیں جانے دیں گے اب اگر کوئی شخص

اسریٰ بِعَبْدِہٖ کا یہ معنیٰ کرے کہ اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدہ بندے کو خواب کی حالت میں روحانی طور پر مکہ سے بیت المقدس کی طرف لے گیا تو یہ معنیٰ اس کے مشابہ ہے۔ کہ کوئی شخص فَاَسْرِ بِعِبَادِیْ کا مطلب یوں بیان کرے کہ اے موسیٰ علیہ السلام میرے بندوں کو بحالت خواب محض روحانی طور پر مصر سے کنعان کی طرف لے چلو ثابت ہوا کہ یہاں جسمانی معراج مقصود ہے۔ اگر روحانی خواب کا واقعہ ہوتا تو قرآن مجید میں اَسْرٰی بِرُوْحِ عَبْدِہٖ ہوتا (عمدۃ القاری ج ۷ صـ۲۲۹ وتفسیر کبیر ج ۵ صـ۵۴۲ والردض الانف ج ۱ صـ۲۴۳)

استدلال از حدیث پاک

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَمَّا کَذَّبَنِیْ قُرَیْشٌ قُمْتُ فِی الْحِجْرِ فَجَلَّی اللّٰہُ لِیْ بَیْتَ الْمُقَدَّسِ فَطَفِقْتُ اُخْبِرُھُمْ عَنْ اٰیَاتِہٖ وَاَنَا اَنْظُرُ اِلَیْہِ (بخاری ج ۱ صـ۵۴۸ مسلم ج ۱ صـ۹۶۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مجھے قریش نے جھٹلایا تو میں حطیم میں میزاب رحمت کے نیچے ٹھہر گیا۔ اللہ تعالیٰ نے میرے سامنے بیت المقدس کو ظاہر فرمایا پھر میں نے ان کو اس کی نشانیوں کی خبر دینی شروع کی حالانکہ میں اسوقت بیت المقدس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ (ف) شارحین لکھتے ہیں کہ اس حدیث شریف سے جسمانی معراج ثابت ہوتا ہے کیونکہ اگر خواب کا واقعہ ہوتا تو جھٹلانے کی کیا ضرورت تھی (تفسیر فتح القدیر از شوکانی ج ۲ صـ۲۵ و خفاجی شرح بیضاوی ج ۲ صـ۶ الیواقیت والجواہر ج ۲ صـ۲۰ مزید براں جب مسجد اقصیٰ کے نشانات بتلائے گئے تو صحیح صحیح بتائے گئے، قافلوں کے حالات سنائے گئے تو سچ سچ سنائے گئے مقام روحاء پر پیالہ سے پانی نوش فرمایا تو پیالہ خالی پایا گیا۔ ذی مروہ مقام پر براق کی رفتار کے فراٹے سے اونٹ

سے واضح ہوتا ہے۔ کہ معراج بحالتِ بیداری ہوئی (الروض الانف ج ۱ صے ۲۴۴)

استدلال صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے جسمانی معراج کے وقوع کی دلیل پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا کہ جو خدا حضرت جبرئیل علیہ السلام کو ہزار بار آسمان سے زمین پر اُتار سکتا ہے۔ وہی خُدا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زمین سے آسمان پر لے جا سکتا ہے۔

امام رازی کا استدلال

امام فخر الدین رازی اس قول کی تشریح میں ارقام فرماتے ہیں کہ اگر جسمِ کثیف کا اپنے ارضی مرکز سے عالمِ سماوی میں جانا ناممکن ہے۔ تو جسم لطیف کا اپنے سماوی مرکز سے عالمِ ارضی میں آنا کس طرح ممکن ہوگا پس چاہیئے کہ جو شخص جسمانی معراج کا انکار کرتا ہے۔ وہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے اُترنے کا لازمی طور پر انکار کرتا ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ جو خدا تعالیٰ حضرت جبرئیل علیہ السلام کو اس کے ملکوتی مرکز سے دُوسرے عالم (ناسوتی مرکز) میں بھیج سکتا ہے تو وہ قادرِ مطلق اپنی قدرت سے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دنیاوی مرکز سے سماوی مرکز میں بھیج سکتا ہے (تفسیر کبیر ج ۵ صے ۲۴۲ ۵) یعنی جو شخص قرآن کے نزول کا قائل ہے۔ وہ معراجِ جسمانی کا انکار نہیں کر سکتا کیونکہ جو شخص عالمِ بالا سے عالمِ سفلی میں ملائکہ کے نزول کا قائل ہے۔ وہ عالمِ سفلی سے عالمِ بالا میں حضور سراپا نور صلی اللہ علیہ وسلم کے عروج کا منکر کیوں ـــــ ؟

تبصرہ اویسی غفرلہٗ

جو بندہ جبرئیل علیہ السلام کے عروج و نزول کو مانتا ہے وہ حضور علیہ السلام کے عروج کا منکر کیوں جبکہ ہزاروں جبرئیل رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لطافت کا مقابلہ نہیں کر سکتے بلکہ بقول مولانا روم قدس سرہٗ بھاں ملک تو ادکا یہ ادا ہی ہے کہ ...

صد ہزاراں جبرائیل اندر بشر
از بہر حق سوئے غریباں اِک نظر

ترجمہ : لاکھوں جبریل علیہ السلام جیسے بصُورت بشر عرض کر رہے ہیں کہ خُدارا ہم غریبوں پر بھی ایک نِگاہ ہو ۔

مکّہ معظّمہ میں معراج کا راز

معراج ایک اعلیٰ مرتبہ ہے قیاس کا تقاضا ہے کہ یہ مدینہ طیبّہ میں ہوتی لیکن مکّہ معظّمہ میں ہوئی اس میں چند رموز ہیں ۔

(۱) —— حُضور علیہ السلام کو مکّہ شریف سے اس لئے معراج ہوئی تاکہ اسراء کی ابتداء اور انتہاء میں مساوات ہو جائے یعنی معراج وہ سفر ہے جس کا زمین سے تعلق ہے ۔ ایک بیت الٰہی (خانہ کعبہ) سے شروع ہوا اور دوسرے بیت اللہ (بیت المقدس) میں ختم ہوا گویا بعنوانِ دیگر یوں کہہ سکتے ہیں اللہ تعالیٰ کا مہمان اللہ تعالیٰ کے گھر سے چلا ، اللہ تعالیٰ کے گھر میں گیا اور اللہ تعالیٰ کی طرف جا رہا ہے ۔ مِنْہُ الْبِدَایَۃُ وَاِلَیْہِ النِّھَایَۃُ اس سے شروع اور اسی تک مقصود کی انتہا ہے ۔

(۲) —— حُضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ شریف سے معراج ہونے کا سبب یہ ہے کہ جتنی مکّہ میں ایذا دی گئی اتنی کہیں بھی نہیں دی گئی ۔ جب کُفّار نے ایذاء میں نہایت کر دی تو رب کریم نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے دِل مُبارک کو تسلّی دی اور قُدرت کے وہ عجائب اور غرائب دکھائے اور سُنائے جو نہ کسی نے دیکھے اور نہ کسی نے سُنے ہیں ۔

(۳) —— جب رَحمۃ اللعٰلمین صلی اللہ علیہ وسلم نے رب العالمین کی بارگاہِ کا قصد فرمایا ، تو آپ کا یہ مقدس معراج اس مقدس مقام سے شروع ہے جس کا نام ،

ھدی للعٰلمین ہے ۔کیونکہ ان اسماء شریفہ میں ایک قسم جزوی تناسب تھا ۔ (مزید فقیر کی کتاب "معراج حبیب خدا" میں دیکھئے)

کنڈی ہلتی رہی اور بستر بھی رہا گرم

محققین نے سیر معراج کی توجیہ سرعت سیر سے کی ہے ۔یہاں تک کہ مکان اور زمان ہر دو اپنے استعداد پر باقی تھے ۔اور یہ بات واضح ہے کہ وہ مسافت جس کو حضور علیہ السلام نے معراج کی رات طے فرمایا ، نہایت دراز تھی ۔حتیٰ کہ حقائق الحقائق میں ہے کہ مکہ شریف سے مقام "او ادنیٰ" تک تین لاکھ سال کی مسافت تھی اور بعض نے پچاس ہزار وغیرہ ذالک کا قول کیا ہے اور بعض نے زمان اور مکان بحالہ مان کر مسافت کی طیّ (سمٹ جانے کا) قول کیا ہے جیسا کہ روح المعانی میں ہے ایسی کرامات بہت بزرگوں سے ظاہر ہوتی ہیں ۔معتبر اور ثقہ لوگوں کی حکایات کتابوں میں لکھی ہوئی ہیں ۔فقہاء نے بھی اولیاء کرام کی کرامات کے سلسلہ میں اس کو ذکر کیا ہے اور یہ امر شرعاً ممکن ہے فلاسفہ اسکو طفرہ سے تعبیر کرتے ہیں ۔جس کا معنیٰ یہ ہے کہ ایک مکان سے دوسرے مکان تک اس حیثیت سے پہنچنا کہ وہ مسافت جو مبداء اور منتہی کے درمیان واقع ہے اس سے محاذات واقع نہ ہو اور بعض حضرات نے مسافت برحال اور زمان کی نشر (پھیل جانے کا) قول کیا ہے ۔اور اس سے قائل کا قول ہے کہ ازل سے ابد تک ایک نقطہ ہے ۔حتیٰ کہ ازل اور ابد دونوں میں اس لحاظ سے اعتباری فرق ہے ۔کیوں کہ ایک نقطہ میں تجزیہ کیسے ہوسکتا ہے ۔ وَلَیْسَ یَفْهَمُ ذَالِکَ عِنْدِیْ اِلَّا الْمُتَجَرِّدُوْنَ مِنْ جَلَابِیْبِ اَبْدَانِهِمْ وَقَلِیْلٌ مَّا هُمْ

(روح المعانی ج ۱۵ ص ۱۱) سید محمود آلوسی مفتی بغداد فرماتے ہیں کہ اس عبارت اور مطلب کی حقیقت کو اجسام کے لباس سے متجرد حضرات سمجھ سکتے ہیں ۔اور وہ بہت قلیل لوگ ہیں ۔خلاصہ یہ ہے کہ ہم کو کرامات اور معجزات کی حقیقت پر رکھنا چاہئے اور کیفیت

کا معاملہ ہماری سمجھ سے بالا ہے۔ اس کو باری تعالیٰ جانتا ہے۔ قاعدہ شرعیہ ہے کہ طی مکان، نشر مکان کی طرح نشر زمان اور طی زمان بھی ہیں۔ تمام تر واقعات کو صوفیہ کرام نے تسلیم کیا ہے۔

آج کل کے سائنسی دور میں معراج کی تائیدات جتنا اُجاگر ہو رہے ہیں اتنا ہی اس میں شکوک و شبہات بڑھ رہے ہیں۔ اسی لئے فقیر ایسے چند حقائق علمیہ پیش کرتا ہے۔

سکونِ نظامِ عالم

مالک الملک کے عرشی مہمان صلی اللہ علیہ وسلم جب معراج سے واپس آئے تو وہی آن باقی تھی حتیٰ کہ بستر مبارک ہنوز گرم تھا۔ وضو کا پانی بہہ رہا تھا اور حجرہ کی زنجیر ہل رہی تھی۔ اس بات کا اندازہ نہیں ہو سکتا کہ فی الحقیقت آپ کو معراج میں کتنا عرصہ لگا ہاں ایک مشہور قول ہے کہ ۱۸ ہزار سال کے عرصہ تک نظام عالم سکون میں رہ گیا۔ گو جدید اور قدیم فلسفہ میں منہمک اور نئی روشنی کے خیال کے لوگ اس کو بعید از عقل کہہ دیں مگر معجزات کو عقل کی کسوٹی پر پرکھنا بیکار ہے۔ کیونکہ معجزہ وہ ہے جس کے مقابلہ میں انسان عاجز ہو جائے اور عقل حیران رہ جائے خاص کر معراج کے واقعات اول سے آخر تک انوکھے اور نرالے ہیں۔ جو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کے عجائبات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دکھائے مگر کہنے کو پھر بھی کہا جاتا ہے کہ اتنی مدت گزرنے پر نظام عالم کس طرح بدستور رہا۔ نہ پودے اپنی مقدار سے بڑھ گئے، نہ درختوں کی جسامت میں اضافہ ہوا، نہ کسی رہرو مسافر کی قطع مسافت میں زیادتی ہوئی، نہ سونے والے اتنے طویل زمانہ بیدار ہوئے۔ نہ ناخنوں اور بالوں میں تغیر اور تراخی زمان کے باوجود نہ کسی چیز میں کوئی تبدیلی واقع ہوئی اگر وہ اس میں غور کرتے تو شبہ نہ رہتا کہ جس طرح گھڑی کئی سال بند پڑی رہے تو اسکی سوئیاں اور پرزے برقرار رہتے ہیں یا کسی کارخانہ کا مالک اپنے دوست کی آمد پر بند کارخانہ کو چالو کر دیتا ہے، اسی وقت سب پرزہ جات چلنے شروع ہوتے ہیں اور

اور ریاض الازہار صفحہ ۲۰۶ پر لکھا ہے کہ اس رات کو رب العالمین کا خطاب مستطاب ہوا کہ جبریل علیہ السلام تسبیح و تہلیل موقوف کر کے زاویہ طاعت کو چھوڑ دے اور میکائیل علیہ السلام بندوں کی قسمت اور رزق کا پیمانہ ہاتھ سے دھر دے اور اسرافیل علیہ السلام صور اٹھانا موقوف کر دے اور عزرائیل علیہ السلام روحوں کے قبض کرنے سے ہاتھ بند کر دے رضوان جنت کو چاہیئے کہ بہشت کو آراستہ و پیراستہ کرے، دریا بہنے سے، ہوا چلنے سے، افلاک سیر و گردش سے باز رہ جائیں حتیٰ کہ جب قرب تمام جناب خالق انام و حصول کلام و دیدار و دیگر جلیل نعمتوں کے حصول کے بعد حضور علیہ السلام نے مراجعت فرمائی تو ہنوز وضو کا پانی بہہ رہا تھا۔ حجرے کی زنجیر ہل رہی تھی۔ بستر مبارک بدستور گرم تھا۔

علامہ اقبال فرماتے ہیں ؎

ہو نہ پھول تو بلبل کا ترنم بھی نہ ہو ۔۔۔ چمن دہر میں کلیوں کا تبسم بھی نہ ہو

یہ نہ ساقی ہو تو مئے بھی نہ ہو خم بھی نہ ہو ۔۔۔ بزم توحید بھی دنیا بھی نہ ہو تم بھی نہ ہو

خیمہ افلاک کا استادہ اسی نام سے ہے

نبض ہستی کی تپش آمادہ اسی نام سے ہے

وقوفِ قمر

حضرت عروہ ابن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ارشاد فرمایا۔ کہ مصر سے جب کنعان واپس جانے کا ارادہ ہو تو چلتے وقت حضرت یوسف علیہ السلام کو ساتھ لے جانا ان کی وصیت تھی کہ ان کو آباؤ اجداد کے گورستان میں دفن کیا جائے اور اس وصیت کو مصری لوگوں نے پورا نہ ہونے دیا آپ جب تک اس کو ہمراہ نہ لو گے تم کو کنعان کا راستہ نہ ملے گا اور سارا قافلہ اس میں پریشان رہ جائے گا۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اعلان فرمایا کہ کوئی واقف ہو جو حضرت یوسف علیہ السلام کی قبر کی نشان دہی کر دے تو اس کو انعام ملے گا۔ ایک بڑھیا حاضر ہو کر کہنے لگی میری چند شرائط قبول ہوں تو میں قبر کا

نشان بتلا دوں گی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے شرائط دریافت کئے تو کہنے لگی ایک تو میں نابینا ہوں میری بینائی دُرست ہو جائے۔ دُوسری بات یہ ہے کہ میں جوان ہو جاؤں تیسری بات یہ ہے کہ آپ مجھے اپنی رفاقت میں شامل حال رکھنا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسکی سب شرائط کو قبول فرما لیا۔ وہ بوڑھی جوان اور بینا ہو گئی دریائے نیل کے کنارے پر جا کر درمیان دریا کے ایک جگہ کی نشان دہی کی کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا صندوق یہاں ہے اور اس کا سبب یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو جس کنارے دفن کیا جاتا تھا۔ وہ کنارہ آباد و شاداب ہو جاتا اور دوسرا کنارہ بالکل برباد اور خراب ہو جاتا تھا۔ اس لئے یہ طے ہو گیا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو دریا کے درمیان مدفون کیا جائے۔ تاکہ دریا کے دونوں کنارے آباد ہو سکیں چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام تاحال دریا کے درمیان میں مدفون ہیں۔ بڑھیا کے کہنے پر حضرت یوسف علیہ السّلام کے صندوق کی تلاش ہوئی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی الہ العالمین! چاند کو اسی جگہ ٹھہرائے اور غروب ہونے سے روک دیجئے تا وقتیکہ ہم اس کام سے فارغ ہو لیں کیونکہ بنی اسرائیل سے ہمارا وعدہ ہے کہ چاند غروب ہوتے وقت سب اکھٹے ہو کر مصر سے کنعان کو چل پڑیں گے اگر چاند پہلے غروب ہو گیا تو لوگوں کو چلنے کے وقت میں ایک تشویش لاحق ہو جائے گی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا کی برکت سے چاند غروب ہونے سے باز رہ گیا حتیٰ کہ دریائے نیل کے پانی کو ایک طرف کر کے خشکی ظاہر کی گئی پھر کھدائی کی تو ایک ستون برآمد ہوا اس کے ساتھ ایک زنجیر بندھا ہوا نظر آیا پھر اس زنجیر کے بعد ایک آہنی صندوق ظاہر ہوا ایک کے بعد سنگِ مرمر کا صندوق نمودار ہوا جس میں حضرت یوسف علیہ السلام کا وجودِ مسعود ودیعت تھا۔ پھر وہ صندوق اُٹھا کر چلے تب چاند غروب ہونے لگا۔ (سیرتِ حلبیہ ج ۱ ص ۴۲۵)

[illegible]

تک بقایا تہائی رات برقرار رہی کیوں کہ دسویں کا چاند دو تہائی رات کے وقت غروب ہوتا ہے صبح دیر سے نمودار ہوئی، سورج اپنی حرکت سے باز رکھا گیا۔ اہل زمین نیند کے نشہ میں مخمور رہ گئے، گویا تمام نظام عالم ہی سکون پذیر تھا اسکی تفصیل دتحقیق فقیر کے رسالہ "شق القمر" میں دیکھئے۔

حبس شمس

حضرت یوشع علیہ السلام میدان اریحا میں عمالقہ سے چھ ماہ جہاد کر رہے ہیں، جب فتح کے آثار نمودار ہونے لگے تو وہ جمعہ کا دن تھا۔ اور سورج غروب ہونے کے قریب ہو گیا۔ اس زمانہ کی شریعت کے مطابق ہفتہ کی رات اور ہفتہ کے دن شکار اور جہاد حرام تھا۔ اور پھر سورج غروب ہونے کے بعد جہاد بند کر دیا جاتا تو دشمن کے غلبہ کا اندیشہ تھا۔ اس لئے حضرت یوشع علیہ السلام نے دعا کی اے خداوندا! ہم پر بقایا دن کو زیادہ کرتا کہ ہم جہاد کر کے فتح حاصل کریں۔ اللہ تعالیٰ نے سورج کو وہیں روک دیا حتیٰ کہ جہاد ہوتا رہا مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی۔ اور بنی اسرائیل کی فوجوں نے اریحا پر قبضہ جما لیا۔ دشمنوں کو ہلاک کیا اور مال غنیمت حاصل کیا اس کے بعد سورج غروب ہوا (بدائع الزھور ص۵۸)

(ف) جتنی دیر تک سورج غروب ہونے پر محبوس رہا۔ اتنی دیر بعد مغرب کی سیاہی چھائی۔ ستاروں کے ظہور میں تاخیر ہوئی۔ چاند نے اپنی منازل طے کرنا موقوف کر دیا بلکہ سارا نظام عالم ہی بند تھا۔

حضرت عزیر علیہ السلام کے واقعہ سے استدلال

بخت نصر ایک کافر بادشاہ تھا جو بنی اسرائیل پر غالب ہوا شہر بیت المقدس کو خراب کیا تمام لوگوں کو پکڑ کر بردہ بنا لیا تب حضرت عزیر علیہ السلام بنی اسرائیل میں مبعوث ہوئے اس شہر پر گزر ہے دیکھ کر تعجب کیا کہ یہ شہر پھر کیوں کر آباد ہو گا۔ خدا کے حکم سے اس جگہ اس کی روح

قبض ہوئی پھر سو برس کے بعد وہ زندہ ہوئے اس کو اللہ تعالیٰ نے کہا تو کتنی دیر رہا وہ بولا میں ایک دن یا ایک دن سے کچھ کم عرصہ یہاں ٹھہرا رہا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بلکہ تو ٹھہرا رہا سو برس تک ـــــ فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ وَانْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَانْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا (پ ۳ ع ۴)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اب دیکھ اپنے کھانے یعنی زیتون کے پھلوں کو اور اپنے پینے کے پانی یعنی انگوروں کے نچوڑ کو کہ نہیں سڑے اور نہیں بدلے جُوں کے توں تازہ دھرے ہیں اور دیکھ اپنے گدھے کو اور تجھ کو ہم نمونہ بنانا چاہتے ہیں۔ لوگوں کے واسطے اور دیکھ ہڈیاں کس طرح جوڑتی ہیں۔ پھر ہم ان کو گوشت پہناتے ہیں۔ پھر جب اس پر یہ سب قصہ ظاہر ہوا کہا میں جانتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ سب چیزوں پر قادر ہے۔ حضرت عزیر علیہ السلام وہاں سے گدھے پر سوار ہو کر چلے، آپ کی عمر چالیس برس کی تھی اور سو سال گزرنے کے باوجود آپ کی عمر وہی رہی جب گھر گئے آپ کا بیٹا جس کو دس سال کی عمر کا چھوڑ کر گئے ایک سو دس سال کا بوڑھا ہو گیا اور آپ کی ایک لونڈی جس کو بعمر بیس سال دیکھا بعمر ایک سو بیس سال ہو گئی تھی۔ حالانکہ حضرت عزیر علیہ السلام نے نئے سرے سے شادی کی اور اس بیوی سے بھی اولاد ہوئی۔

وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ (تفسیر خازن ج ۱ ص ـ)

(ف) سو برس گزرنے کے باوجود انگوروں کا نچوڑ ویسے ہی تازہ دھرا ہے، اور زیتون کا پھل بالکل تازہ ہے۔ علماء کہتے ہیں کہ کائنات پر سو برس گزر گئے مگر زیتون اور انگور کے نچوڑ پر ایک آن بھی نہ گزری۔

استدلال از مسئلہ طے زمان

علامہ سبکیؒ نے تحریر فرمایا ہے کہ معراج

کا سارا واقعہ ایک لحظہ میں ہونے میں کوئی تعجب کا مقام نہیں ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اگر چاہے۔ تو تھوڑے وقت کو بہت کردے۔ اور اگر چاہے تو بہت وقت کو تھوڑا کردے۔ چنانچہ علامہ حقی علیہ الرحمت کے مُرشد کامل قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ یہ سچی بات ہے۔ اور میں نے بذریعہ کشف بھی اسے دُرست پایا ہے۔ اور وہ یہ کہ حضرت موسیٰ سدرائی رح کے مناقب میں لکھا ہے (جو کہ حضرت ابی مدینؒ کے اکابرِ اصحاب میں سے تھے) کہ آپ ہر دن رات میں ستّر ہزار مرتبہ قرآن مجید کا از اوّل تا آخر ختم کر لیتے تھے۔ اگر اسکو اس پر محمول کیا جائے کہ دن کو ۲۵ ہزار ختم اور رات کو ۳۵ ہزار ختم کر لیتے تھے۔ جیسا کہ عادت ہے ایک ختم دن کو اور ایک رات کو کر لیا جائے۔ تو اس حساب سے ایک دن کی مقدار ستانوے سال دو ماہ بیس دن ہوتی ہے۔ گو تلاوت کرنے والے کی تیز لسانی کے لحاظ سے اس سے کم مُدت کا بھی احتمال ہے (روح البیان ج ۲ ص ۱۰۴)

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ ایک رکاب میں قدم رکھتے تھے اور دوسری تک پیر جاتے جاتے قرآن ختم کر دیتے تھے۔ (شمائم امدادیہ ص ۱۳۱)

(اس جیسے درجنوں واقعات فقیر کے رسالہ "شبینہ کا ثبوت" میں ہیں)

معراج کے مزید عجائبات اور اعتراضات کے جوابات فقیر کی کتاب ——— "معراج حبیبِ خُدا ﷺ" میں دیکھئے۔

معراج کی جھلکیاں!

معراج کی تفصیل تو ناظرین آنے والے اوراق میں ملاحظہ فرمائیں گے، فقیر یہاں پر چند جھلکیاں مُستند کُتب سے عرض کرتا ہے ———

استقبال کرنے والی جماعت

مواہب لدنیہ زرقانی ص ۴۰ ج ۶، مدارج ص ۱۶۲ ج ۱ میں ہے کہ ایک جماعت نے آپ کو بایں الفاظ سلام کہا : اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اَوَّلُ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اٰخِرُ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا حَاشِرُ ۔ آپ نے سلام کا جواب دیا۔ جبریل نے عرض کی یا رسول اللہ یہ سلام کہنے والی جماعت حضرت ابراہیم، حضرت موسےٰ اور حضرت عیسےٰ علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والتسلیمات پر شامل ہے۔ زرقانی میں ہے کہ زیادتی محبت کی وجہ سے تین مرتبہ سلام کہا گیا آپ اوّل ہیں پیدائش میں اور روزِ قیامت مرقدِ انور سے باہر تشریف لانے میں اور دخولِ جنت میں، آپ آخر ہیں کیونکہ اس دنیا میں آپ کا ظہور تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد ہوا۔ آپ کے حاشر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ آپ کے قدموں پر لوگوں کا حشر ہوگا۔ آپ تمام کے امام ہوں گے۔

قبر میں نماز

صحیح مسلم شریف اور نسائی شریف وغیرہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا : ـــــ مَرَرْتُ عَلٰی قَبْرِ مُوْسٰی لَیْلَۃً اُسْرِیَ بِیْ عِنْدَ الْکَثِیْبِ الْاَحْمَرِ وَھُوَ قَائِمٌ یُصَلِّیْ فِیْ قَبْرِہٖ۔
یعنی شب معراج میرا حضرت موسےٰ علیہ السلام پر گزر ہوا اس حال میں کہ وہ اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔

فائدہ

اس حدیثِ پاک سے ثابت ہوا کہ نبی قبر میں زندہ ہوتا ہے۔ ابن ماجہ ص ۱۱۸ میں ہے ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل الاجساد الانبیاء فنبی اللہ حیی یرزق "بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کرام کے اجسام کا کھانا حرام کر دیا ہے۔ پس اللہ کا نبی زندہ ہوتا ہے۔ روزی دیا جاتا ہے۔ یونہی بیت المقدس میں انبیاء کا جمع ہونا اور آسمان و زمین کے مختلف

مقامات پر فرداً فرداً ملنا بھی اس پر شاہد صادق ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں مقید نہیں بلکہ وہ جہاں چاہیں تشریف لے جا سکتے ہیں۔

مسجدِ اقصےٰ

نمازِ اقصےٰ میں تھا یہی سِر عیاں ہو معنئ اوّل آخر!
کہ دست بستہ ہیں پیچھے حاضر جو سلطنت آگے کر گئے تھے

حضور سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب مسجدِ اقصےٰ میں تشریف لے گئے تو انبیاء کرام الگ الگ نماز پڑھ رہے تھے۔ مواہب لدنیہ زرقانی ص ۲۹ ج ۶ فَعَرَفْتُ النَّبِیِّیْنَ مَا بَیْنَ قَائِمٍ وَّ رَاکِعٍ وَّ سَاجِدٍ پس میں نے تمام نبیوں کو پہچانا کوئی قیام میں ہے کوئی رکوع کر رہا ہے، کوئی سجدہ میں ہے" زرقانی ص ۵۰ ج ۶ میں ہے کہ جبریل نے آذان دی، آسمان سے فرشتے اُترے اور تمام رسولوں کو اللہ تعالیٰ نے جمع فرمایا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرشتوں اور رسُولوں کو نماز پڑھائی ——

سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا ہی نرالی شان بخشی۔ رسُول تمام مخلوق کے سردار ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو رسولوں کا بھی امام بنادیا۔ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے فرمایا ؎

خلق سے اولیاء اولیاء سے رسل
اور رسُولوں سے اعلیٰ ہمارا نبی

کروڑہا فرشتوں کی طرف سے استقبال

کتب احادیث و تفاسیر میں ہے کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پہلے آسمان کے قریب پہنچے تو اس آسمان کے محافظ اسماعیل فرشتے نے بمع اپنے عملہ کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال کیا۔ عملہ کی تعداد میں اختلاف ہے۔ تفسیر ابن جریر سبعون الف ملكٍ مع كل ملكٍ

جندہ مائۃ الف" اسماعیل فرشتے کے سامنے ستر ہزار ایسے فرشتے تھے کہ ان میں سے ہر ایک کا لشکر ایک لاکھ تھا۔ ستر ہزار کو ایک لاکھ سے ضرب دیں تو ۰۰۰،۰۰۰،۰۰،۷ سات ارب بن جاتا ہے اور یہ تو قرآن کریم میں ہے: یَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ اور فرشتوں کو جو حکم دیا جاتا ہے وہی کرتے ہیں۔ معلوم ہوا اللہ احکم الحاکمین کے حکم سے ملائکہ کے اس عظیم اجتماع نے آسمانِ دنیا سے پہلے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال کیا پھر جب آسمانوں سے گزرے تو ہر آسمان میں ایک یا دو نبیوں سے ملاقات ہوئی اور ان فرشتوں کا تو شمار ہی نہیں جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہفت افلاک میں استقبال کیا، ساتویں آسمان پر آپ کی اقتدا، میں کثیر التعداد ملائکہ نے دو رکعت نماز پڑھی۔ نزہتہ المجالس ص ۱۲۹ ج ۲ میں ہے ثم اقبلت الملائکۃ زمرا زمرا یسلمون علی "نماز کے بعد فرشتے جماعت جماعت آ کر مجھ پر سلام پڑھتے رہے۔"

قیامِ تعظیمی نزہتہ المجالس ص ۱۴۴ ج ۲ میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمان میں ایک فرشتہ دیکھا جو کرسی پر بیٹھا تھا۔ آپ نے اسے سلام کہا، اس نے جواب دیا، لیکن آپ کے لئے کھڑا نہ ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اسے فرمایا: اے فرشتے تجھ پر میرا حبیب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سلام فرماتا ہے۔ اور تو بیٹھا ہوا ہی جواب دیتا ہے؟ میری عزت و جلال کی قسم ایک قدم پر کھڑے ہو کر پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام عرض کر پھر قیامت تک تجھے بیٹھنے کی اجازت نہیں۔

جد الانبیاء صلی اللہ علی نبینا وعلیہم وسلم سے ملاقات زرقانی ص ۱۷ ج ۶ میں ہے کہ ساتویں آسمان پر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے کہا کہ اپنی امت کو میری طرف سے سلام کہنا اور انہیں خبر دینا

کہ بیشک بہشت پاکیزہ مٹی اور میٹھے پانی والا ہے ، اور اسکی کھیتی " سُبْحَانَ اللہ اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہ اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ اور اَللہُ اَکْبَر ہیں ۔ یعنی یہ کلمات جتنی مرتبہ پڑھے جائیں ۔ اتنے ہی بہشت میں پڑھنے والے کے لئے درخت پیدا ہو جاتے ہیں ۔

جبریل علیہ السّلام کی حاجت روائی

مواہب لدنیہ مع زرقانی ص ۹۳ ج ۶ میں ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک دن فرمایا:

سَلُوْنِیْ قبل ان تفقدونی سلونی عن علم لا یعلمہ جبریل و لا میکائیل ——— " سوال کرو مجھ سے میری وفات سے پہلے ، سوال کرو مجھ سے پہلے میری وفات سے پہلے ، سوال کرو مجھ سے ایسے علم کا جسے نہ جبریل جانے اور نہ میکائیل " کلام جاری رکھتے ہوئے فرمایا " کہ معراج کی رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جو معلومات حاصل ہوئے ان میں سے بعض آپ نے مجھے بتائے ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں ابراہیم علیہ السّلام کی پشت میں نور تھا ۔ جب آپ کو آگ میں ڈالنے کے لئے منجنیق میں رکھا گیا تو جبریل نے آکر عرض کی اے اللہ کے خلیل ! کیا آپ کو کوئی حاجت ہے آپ نے فرمایا تیرے متعلق کوئی حاجت نہیں ، دوبارہ جبریل امین میکائیل کو ساتھ لائے تو آپ نے فرمایا نہ تیری طرف کوئی حاجت اور نہ میکائیل کی طرف ۔ تیسری مرتبہ پھر حاضر ہوا اور کہا کہ اپنے ربّ کی طرف کوئی حاجت ہے ؟ آپ نے فرمایا :
کہ خلیل کا شان نہیں کہ اپنے محبوب سے جرح کرے ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :" اس وقت اللہ تعالیٰ نے مجھے بولنے کی اجازت دی ، میں نے کہا اگر مجھے اللہ تعالیٰ نے نبی بنایا ۔ اور رسالت کے ساتھ چُنا تو میں جبریل کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس بار بار حاضر ہونے کا بدلہ دوں گا ۔ معراج کی رات ایک ایسا مقام آیا ۔ جہاں جبریل نے عرض کی : ان تجاوزتہ احترقت بالنور " اگر میں اس مقام سے گزروں تو نور کے سبب جل جاؤں ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

یَا جِبْرِئْلُ هَلْ لَكَ مِنْ حَاجَةٍ اِلیٰ رَبِّكَ "اے جبریل کیا تجھے اپنے رب کی طرف کوئی حاجت ہے؟ جبریل نے عرض کی " روزِ قیامت جب پُل صراط سے آپ کی اُمت کا گزر ہوگا تو مجھے پَر بچھانے کی اجازت ہو کہ ان پَروں کے اُوپر سے آپ کی امت گزرے "۔

مظہر صلی اللہ علیہ وسلم اتم الیواقیت والجواہر ص ۲۶ ج ۲ میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسمائے الہیہ کی خاص جلوہ گاہوں کے پاس سے گزرے تو ان صفات کے ساتھ متخلق ہو گئے۔ مثلاً جب اسم "الرحیم" سے گزرے تو آپ رحیم بن گئے جب اسم "الغفور" کی جلوہ گاہ سے گزرے تو غفور بن گئے۔ جب "الکریم" کے مقام سے گزرے تو کریم بن گئے۔ اسی طرح آپ تمام صفات کے پُورے پُورے مظہر بن گئے۔

یارِ غار کی آواز مواہب لدنیہ زرقانی ص ۹۳ ج ۶ میں ہے:
فعند ذالك نادانی منادٍ ان ربك يصلى "اس وقت مجھے ابوبکر کی آواز میں منادی نے ندا کی کہ ذرا ٹھہریں بے شک آپ کا رب صلوٰۃ پڑھ رہا ہے۔" میں اس تفکر میں تھا کہ ابوبکر یہاں کیسے آئے؟ اچانک رب العالمین کی طرف سے ندا آئی: اُدْنُ يَا خَيْرَ الْبَرِيَّةِ اُدْنُ يا احمدُ اُدن يا محمدُ لِيَدْنُ الحبيب "اے سب مخلوق سے بہتر قریب ہو جائیے۔ اے احمد قریب آ۔ اے محمد قریب آ، قریب آئے حبیب۔ بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی آواز میں فرشتہ بول رہا ہے یہ غلط ہے۔ بلکہ اللہ نے خود بلا واسطہ سے خطاب فرمایا حضرت امام زرقانی شرح مواہب ص ۱۱۲ ج ۲ میں لکھتے ہیں کہ " وتاويله بان النداء من الملك بامر العلى یأباه المقام كما لا يخفى بل العلى تعالیٰ خاطبه بلا واسطة۔"

[illegible]

بڑھ لے محمد ! قریں ہو احمد ! قریب آ سرور ممجد
نثار جاؤں یہ کیا ندا تھی یہ کیا سماں تھا یہ کیا مزے تھے

جب حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم مقام قاب قوسین پر پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا میری صلوٰۃ یہ تھی کہ میں کہہ رہا تھا: سُبحانی سُبحانی سبقت رحمتی غضبی اور حضرت ابوبکر کی آواز کے بارے فرمایا: موسےٰ علیہ السلام کا انس عصا کیساتھ تھا اس لئے بوقت مناجات ما تلك بيمينك يا موسیٰ کہہ کر عصا سے مشغول کیا اور آپ کا انس آپ کے صاحب ابوبکر کے ساتھ ہے اس لئے ہم نے ایک فرشتہ پیدا کیا جس نے ابوبکر کی آواز میں آپ کو خطاب کیا۔ جبریل کی حاجت کے بارے میں فرمایا، کہ وہ بھی منظور ہے لیکن ان اشخاص کے حق میں جو آپ اور آپ کے صحابہ سے محبت کرے۔ اور نزہتہ المجالس ص ۱۵۱ ج ۲ میں یہ روایت بھی درج کی۔

لمن اكثر من الصلواة والسلام عليك۔ یعنی آپ پر زیادہ صلوٰۃ و سلام بھیجنے والوں کے لیے جبریل کے پر بچھیں گے۔

کلیم و حبیب صلی اللہ علی نبینا علیہ وسلم

جب حضرت موسےٰ علیہ السلام نے طور پہاڑ پر رب تعالیٰ کو عرض کی کہ مجھے اپنے دیدار سے مشرف فرما۔ "حکم ہوا لن ترانی ولکن انظر الی الجبل فان استقر مکانہ فسوف ترانی ،، تو مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکے گا لیکن پہاڑ کی طرف دیکھ سکے گا اگر پہاڑ ٹھہر گیا تو مجھے دیکھے گا" کلیم نے آرزو کی مگر زیارت نہ ہوسکی۔ پیارے محبوب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو پکار پکار کر اپنے قریب فرمایا اور دیدار خاص سے نوازا کلیم نے صرف تجلی دیکھی اور وہ بھی چھوٹی انگلی کے پورے کے برابر۔ بلکہ طبقات کبریٰ شعرانی ص ۲۵ ج ۱ میں ہے۔ سوئی کے سوراخ کے ننانویں حصے کے برابر دیکھا اور وجد میں آکر گر گئے، حبیب کی شان یہ ہے کہ رب تعالیٰ کی پورے پورے تمکنت سے زیارت کی فرمایا:

وَمَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی اعلیحضرت رضی اللہ عنہ نے فرمایا ؎

تبارک اللہ شان تیری تجھی کو زیبا ہے بے نیازی
کہیں تو وہ جوشِ لن ترانی کہیں تقاضے وصال کے تھے

کشفِ تمام

شفا شریف ص ۴۳ میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لَمَّا تَجَلَّی اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ لِمُوْسٰی علیہ السلام کَانَ یُبْصِرُ النَّمْلَۃَ عَلَی الصَّفَا فِی اللَّیْلَۃِ الظَّلْمَاءِ مَسِیْرَۃَ عَشَرَۃِ فَرَاسِخَ " جب اللہ عزوجل نے موسیٰ علیہ السلام کے لئے تجلی فرمائی تو آپ اندھیری رات میں دس فرلانگ یعنی تیس میل کی مسافت میں پتھر پہ چیونٹی دیکھ لیتے تھے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خداوندی کی ذات کا دیدار نہیں ہوا صرف تجلی دیکھی اس کے باوجود جب ان کے علم وکشف میں اتنی فراخی ہوئی تو حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم جنہوں نے رب تعالیٰ کی زیارت فرمائی کے علم اور کشفِ تام کا کیا اندازہ ہو سکتا ہے ۔ فرشتے ہماری نسبت غیب ہیں اور ان فرشتوں سے رب تعالیٰ غیب ہے یعنی فرشتے غیب ہیں اور اللہ تعالیٰ غیب الغیب ہے جیسے کہ تفسیر کبیر ص ۲۴۲ ج ۱ میں ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جب غیب الغیب مخفی نہ رہا تو اور کون سا غیب ہے جو پوشیدہ رہے ۔ اسی لئے اعلیحضرت رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا ؎

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا
جب خدا ہی نہ چھپا تم پہ کروڑوں درود

زیارتِ خداوندی کے علاوہ معراج شریف میں علوم کا منکشف ہونا صراحۃً بھی وارد ہے ۔ مواہبِ لدنیہ زرقانی ص ۹۵ ج ۶ ، نزہۃ المجالس ص ۵۴ ج ۲ میں ہے ۔ میری زبان پر ایسا قطرہ آیا جس سے زیادہ میٹھی کوئی چیز کسی نے نہیں چکھی فَاَنْبَانِیَ اللّٰہُ بِھَا نَبَاَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ ۔ پس اس قطرے

کے سبب پہلے اور پچھلے لوگوں کی خبروں پر اللہ تعالیٰ نے مجھے خبردار کیا۔ مدارج النبوۃ ص ۱۶۹ ج ۱ میں اسی حدیث کو ذکر فرمایا اور کہا " وحاصل شد مرا خبر اولین و آخرین " مجھے پہلوں اور پچھلوں کی خبر حاصل ہو گئی ۔" پھر مدارج النبوۃ ص ۱۰۰ ج ۱ پر فَاَوحیٰ اِلیٰ عَبۡدِہٖ مَا اَوۡحیٰ کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا : " تمامہ علوم و معارف و حقائق و بشارات و اشارات و اخبار و آثار و کرامات و کمالات کہ درحیطۂ ایں ابہام شامل از کثرۃ و عظمت اوست کہ مبہم آوردہ بیان نکرد اشارات بآں کہ جز علم علام الغیوب و رسول محبوب بداں محیط نا تواند شد ۔"

اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ تمام علم معرفتیں حقیقتیں، خوشخبریاں، اشارے، خبریں آثار و کرامات اور کمالات جو " ما اوحیٰ " کے ابہام میں داخل ہیں ان کی کثرت و عظمت کی وجہ سے ابہام و اجمال کے رنگ میں بیان فرمایا۔ اشارہ ہے کہ اللہ علام الغیوب اور رسول محبوب کے علم کے سوا کسی اور کا علم ان معلومات کا احاطہ نہیں کر سکتا۔ اعلیحضرت رضی اللہ عنہ نے فرمایا ؎

قصرِ دنیٰ کے راز میں عقلیں تو گم ہیں جیسی ہیں
رُوح قدس سے پوچھئے تم نے بھی کچھ سنا کہ یوں ۔

وسیلۂ جلیلہ نزہۃ المجالس ص ۱۵۷ ج ۲ میں مقام قاب قوسین کے مکالمہ مبارکہ کی ایک طویل حدیث ہے۔ اس سے وہ جملے ذکر کرتا ہوں جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرات انبیاء کرام کے لئے وسیلۂ جلیلہ ہونا ثابت ہے

یا محمد لولا انّہ اشرق علیہ نور سرّک الذی تقادم ما قلنا للملائکۃ اسجدوا لآدم " اے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ کے سابق راز والا نور حضرت آدم علیہ السلام پر نہ چمکتا تو ہم فرشتوں کو " اُسجدوا لآدم " نہ فرماتے ۔

۲۔ اِنَّمَا رُفِعَ اِدرِیسُ اِلَی السَّمَاءِ لِیَنظُرَ اِلَیکَ "حضرت ادریس علیہ السلام آسمان کی طرف آپ کی زیارت کے لئے اُٹھائے گئے"

۳۔ لَولَا اَنَّہٗ اَقسَمَ عَلَینَا بِجَمَالِکَ لَمَّا نَجَا ۔ اگر نوح علیہ السلام ہمیں آپ کے جمال کی قسم نہ دیتے تو وہ نجات نہ پاتے"

۴۔ یَا اَعَزَّ المَخلُوقَاتِ وَیَا اَشرَفَ المَوجُودَاتِ لَولَا اَنَّہٗ اَشرَقَ عَلَیہِ نُورُ وَجھِکَ الکَرِیمِ مَا نَجَا مِن نَارِ النَّمرُودِ وَلَا فُدِیَ ابنُہٗ بِذِبحٍ عَظِیمٍ "اے تمام مخلوقات سے زیادہ معزز اے تمام موجوں سے زیادہ بزرگ ! حضرت ابراہیم علیہ السلام پر آپ کے کریم چہرے کا نور نہ جگمگاتا تو وہ نمرود کی آگ سے نجات نہ پاتے اور ان کے لڑکے اسماعیل کا فدیہ ذبح عظیم نہ بنتا" اعلیحضرت رضی اللہ عنہ نے کیا خوب فرمایا ؎

لا و رب العرش جس کو جو ملا ان سے ملا بٹتی ہے کونین میں نعمت رسول اللہ کی
وہ جہنم میں گیا جو ان سے مستغنی ہوا ہے خلیل اللہ کو حاجت رسول اللہ کی

امداد بعد از وصال

باوجود اختلافِ الفاظ و معانی احادیثِ معراج کو دیکھنے سے یہ امر قدرِ مشترک حدِ تواتر کو پہنچتا ہے کہ حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو امت کے لئے پچاس نمازیں عطا ہوئیں۔ آپ حضرت موسےٰ علیہ السلام کے پاس آتے وہ تخفیف کرانے کا مشورہ دیتے۔ آپ واپس جاتے متعدد بار اس طرح آنے جانے کے بعد پانچ نمازیں باقی رہیں۔ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام ہماری مدد نہ فرماتے تو ظاہر ہے کہ ہمیں پچاس نمازیں پڑھنی پڑتیں اور بے نمازوں کو پچاس نمازیں ترک کرنے کا گناہ ہوتا۔ باوجودیکہ اس وقت حضرت موسےٰ علیہ السلام کے وصال کو ڈیڑھ ہزار سال سے زیادہ عرصہ گزر چکا تھا، انہوں نے مدد فرمائی اور وہ مدد کامیاب ثابت ہوئی، تو روز روشن کی طرح واضح ہوا کہ مقربین خدا تعالیٰ اس دنیا سے پردہ پوش

ہونے کے بعد بھی مدد کرتے ہیں ۔

ایک عظیم فیصلہ جو لوگ محبوبانِ خدا کے بعد از وصال کی امداد و وسیلہ کے منکر ہیں انکو چاہیئے کہ یا تو وسیلہ و امداد کا اقرار کر لیں یا پچاس نماز پڑھا کریں کیونکہ پچاس نمازوں سے پانچ کا ہونا موسیٰ علیہ السلام کے وسیلہ جلیلہ سے ہوئیں ۔

اس فیصلہ کو اگر کوئی مردِ مجاہد پورا کرے تو خلق خدا روزانہ کے جھگڑوں سے نجات حاصل کرلے گی کیونکہ وسیلۂ امداد ہی بہت سے مسائل کے درمیان نزاعی مسئلہ ہے اگر مخالفین اسے نہیں مانتے تو پچاس نمازوں کے لئے لوٹا برادری سے نہ انہیں فرصت ملے گی نہ خلقِ خدا تنگ کریں گے ۔

شانِ صدیق رضی اللہ عنہ شب معراج جبریل امین نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عرض کی کہ آپ کی تصدیق ابوبکر کرے گا وہ بڑا سچا ہے ۔

مدارج النبوۃ صفحہ ۱۷۲ میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی الصبح جب خبر دی کہ میں آج رات بیت المقدس سے آیا ہوں ۔ ایک کافر ابوجہل دوڑتا ہوا ابوبکر صدیق کو کہنے لگا کہ اب بھی تو اپنے صاحب کی تصدیق کرے گا ۔ وہ کہتا ہے کہ میں ایک ہی رات میں بیت المقدس سے ہو کر آیا ہوں ۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں میں تصدیق کرتا ہوں " اگر گوید کہ بر آسمان رفتم د باز آمدم تصدیق مے کنم چہ جائیکہ بیت المقدس " یعنی اگر فرمائیں کہ میں آسمان پر گیا اور واپس آیا ہوں تو بھی تصدیق کرونگا ۔

عرش حق ہے مسندِ رسول اللہ کی

جس کو شایاں ہے عرشِ خدا پر جلوس
ہے وہ سلطان والا ہمارا نبی!

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عرش پر پہنچنے کے متعلق بعض حضرات نے کہا کہ صحیح حدیث سے ثابت نہیں مگر شیخ محی الدین ابن عربی علیہ الرحمۃ نے فتوحاتِ مکیہ میں اور علامہ شعرانی نے فتوحات سے (الیواقیت والجواہر ج ۲ ص ۳۷) میں صحیح حدیث ، حتیٰ ظَهَرتُ لمستوىً (حتیٰ کہ میں مستویٰ پر پہنچا) میں مستوی سے مراد عرشِ معلےٰ لیا۔ مکّہ مکرّمہ سے عرش تک کی مسافت تین لاکھ سالوں کی بتائی گئی ہے۔ جس طرح تفسیر رُوح المعانی ص ۱۱ ج ۱۵ اور نزہۃ المجالس ص ۱۶۰ ج ۲ میں مذکور ہے۔ یہ ایک ظاہری و عقلی اندازہ ہے ورنہ حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام اس سے کہیں اُونچا ہے۔ اسی لئے اعلیحضرت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ؎

عرش پہ جا کے مرغِ عقل تھک کے گرا غش آ گیا
اور ابھی منزلوں پرے پہلا ہی آسمان ہے

اتنی مسافت بعید اور مشاغلِ جلیلہ کے باوجود حضور سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب واپس گئے تو بستر گرم تھا (نزہۃ المجالس ص ۱۶۰ ج ۲، تفسیر رُوح المعانی ج ۱)

شق صدرِ پاک

یہ بحث بظاہر شانِ اقدس کے منافی محسوس ہوتی ہے۔ بالخصوص حظ الشیطان (شیطان کا حصّہ) اسی لئے شق الصدر کا نام سُنتے ہی دِل لرز جاتا ہے اسی سے بعض دشمنانِ اسلام عوام کو بہکانے کا کافی مواد مِل جاتا ہے اسی لئے فقیر یہاں مختصراً اس پر بحث کرتا ہے۔ مزید تفصیل و تحقیق فقیر کی کتاب " سیرت حبیب کبریا " میں دیکھئے)

شق صدرِ پاک از حدیث شریف

مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ فرشتوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سینۂ اقدس اُوپر سے نیچے تک چاک کیا۔ اور قلب مبارک باہر نکالا پھر اسے شگاف دیا۔ اور اُس سے خُون کا ایک لوتھڑا نکال کر باہر پھینکا۔ اور کہا

کہ آپ کے اندر یہ شیطان کا ایک حصّہ تھا ۔

شق صَدر کی حکمت

نسیم الریاض میں ہے کہ علامہ تقی الدین سبکی نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے دِل میں خون کا لوتھڑا پیدا فرمایا ہے ۔ اس کا کام یہ ہے کہ انسان کے دِل میں جو کچھ شیطان ڈالتا ہے یہ لوتھڑا اس کو قبول کرتا ہے (جس طرح قوّتِ سامعہ آواز کو اور قوّت باصرہ مبصرات کی صورتوں کو اور قوتِ شامہ خوشبو ، بدبو کو اور قوتِ ذائقہ ترشی تلخی وغیرہ کو اور قوتِ لامسہ گرمی . سردی وغیرہ کیفیات کو قبول کرتی ہے اسی طرح دل کے اندر یہ منجمد خون کا لوتھڑا شیطانی وسوسوں کو قبول کرتا ہے) یہ لوتھڑا جب حضور علیہ السلام کے قلب مبارک سے دُور کر دیا گیا ۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مقدسہ میں ایسی کوئی چیز باقی نہ رہی جو القائے شیطانی کو قبول کرنے والی ہو ۔

(ف) علامہ تقی الدین فرماتے ہیں ۔ اس حدیثِ پاک سے یہی مراد ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی میں شیطان کا کوئی حصّہ کبھی نہیں تھا ۔

سوال :۔ جب یہ بات تھی تو اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کی ذات مقدسہ میں اس خون کے لوتھڑے کو کیوں پیدا فرمایا ۔ کیونکہ یہ ممکن تھا کہ پہلے ہی ذاتِ مقدسہ میں اسے پیدا نہ فرمایا جاتا ــــــ ؟

جواب :۔ اس کے پیدا فرمانے میں یہ حکمت ہے کہ وہ اجزائے انسانیہ میں سے ہے لہذا اس کا پیدا کرنا خلقتِ انسانی کی تکمیل کے لئے ضروری ہے ۔ اور اس کا نکال دینا یہ ایک امر آخر ہے ۔ جو تخلیق کے بعد طاری ہوا ۔ اگر یہ لوتھڑا نہ ہوتا تو آپکی بشریت ناقص ہوتی اور اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو ہر نقص سے پاک پیدا فرمایا ہے ۔ چنانچہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اسکی نظیر بدنِ انسانی میں اشیائے زائدہ کی تخلیق ہے ۔ جیسے قلفہ کا ہونا ، ناخنوں اور مونچھوں کی درازی اور اسی طرح بعض

دیگر زائد چیزیں جن کا پیدا ہونا بدنِ انسانی کی تکمیل کا موجب ہے اور ان کا ازالہ طہارت و لطافت کے لئے ضروری ہے۔ مختصر یہ کہ ان اشیاء زائدہ کی تخلیق اجزائے بدنِ انسانی کا تکملہ ہے اور ان کا زائل کرنا کمالِ تطہیر و تنظیف کا مقتضی ہے۔

(شرح شفاء ملا علی قاری جلد اول ص ۲۴۴)

اگر پیدائشی طور لوتھڑا نہ ہوتا تو آپ کی بشریت مبارکہ یوں معیوب ہوتی جیسے کسی کے پیدائشی ناخن نہ ہوں۔ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر عیب سے پاک ہیں خواہ وہ جس حیثیت سے بھی ہو۔

جواب ۲ :- چونکہ ذاتِ مقدسہ میں حظ شیطانی باقی ہی نہ تھا۔ اس لئے حضور علیہ السلام کا ہمزاد مسلمان ہوگیا تھا۔ اور حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ :

"ولٰکنّ اَسْلَمَ فَلَا یَاْمُرُنِی اِلَّا بِخَیْرٍ" میرا ہمزاد مسلمان ہوگیا۔ لہذا سوائے خیر کے وہ مجھے نہیں کہتا۔

نکتہ علامہ شہاب الدین خفاجی نسیم الریاض میں فرماتے ہیں : کہ قلب بمنزلہ میوہ کے ہے جس کا دانہ اپنے اندر کے تخم اور گٹھلی پر قائم ہوتا ہے اور اسی سے پختگی اور رنگینی حاصل کرتا ہے۔ اسی طرح وہ منجمد خون قلبِ انسانی کے لئے ایسا ہے جیسے چھوہارے کے لئے گٹھلی۔ اگر ابتداءً اس میں گٹھلی نہ ہو تو وہ پختہ نہیں ہوسکتا۔ لیکن پختہ ہوجانے کے بعد اس گٹھلی کو باقی نہیں رکھا جاتا۔ بلکہ نکال کر باہر پھینک دیا جاتا ہے۔ چھوہارے کی گٹھلی یا دانہ انگور سے بیج نکال کر پھینکتے وقت کسی کے دل میں یہ خیال نہیں آتا کہ جو چیز پھینکنے کے قابل تھی وہ پہلے ہی کیوں پیدا کی گئی؟ اسی طرح اگر یہ بات ذہن نشین ہوجائے کہ قلب اطہر میں خون کا وہ لوتھڑا اسی طرح تھا جیسے انگور کے دانہ میں بیج یا کھجور کے دانہ میں گٹھلی ہوتی ہے اور قلب اطہر سے اس کو بالکل ایسے ہی نکال کر باہر پھینک دیا گیا جیسے کھجور اور انگور سے بیج اور

گٹھلی کو نکال کر باہر پھینک دیا جاتا ہے۔ تو یہ سوال ہی پیدا نہ ہوگا۔ کہ اس لوتھڑے کو قلب اطہر میں ابتداءً کیوں پیدا کیا گیا؟ (نسیم الریاض شرح شفا قاضی عیاض ص۲۹)

سوال :- فرشتوں نے حضور علیہ السلام سے یہ کیوں کہا کہ هٰذِهٖ حَظُّكَ مِنَ الشَّيْطَانِ ——— ؟

جواب :- اس حدیث کے یہ معنی نہیں کہ (معاذ اللہ) آپ کی ذات پاک میں واقعی شیطان کا کوئی حصہ ہے۔ نہیں اور یقیناً نہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ ذاتِ پاک ہر شیطانی اثر سے پاک اور طیّب و طاہر ہے بلکہ حدیث شریف کے معنی یہ ہیں کہ اگر آپ کی ذات پاک میں شیطان کے تعلّق کی کوئی ہو سکتی۔ تو وہ یہی خون کا لوتھڑا تھا۔ جب اس کو آپ کے قلب مبارک سے نکال کر باہر پھینک دیا گیا تو اس کے بعد آپ کی ذاتِ مقدسہ میں کوئی ایسی چیز باقی نہ رہی جس سے شیطان کا کوئی تعلّق ممکن ہو، خلاصہ یہ کہ الفاظِ حدیث کا واضح اور روشن مفہوم یہ ہے کہ اگر آپ کی ذاتِ مقدسہ میں شیطان کا کوئی حصّہ ہوتا تو یہی خون کا لوتھڑا ہو سکتا تھا، مگر جب یہ بھی نہ رہا گیا تو اب ممکن ہی نہیں کہ ذاتِ مقدّسہ ان تمام عیوب سے پاک ہے جو اس لوتھڑے کے ساتھ شیطان کے متعلق ہونے سے پیدا ہو سکتے ہیں۔

فائدہ | شق صدر مبارک کے بعد ایک نورانی طشت جو ایمان و حکمت سے لبریز تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سینۂ اقدس میں بھر دیا گیا۔ ایمان و حکمت اگرچہ جسم و صورت سے متعلق نہیں لیکن اللہ تبارک و تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ غیر جسمانی چیزوں کو جسمانی صورت عطا فرمائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ایمان و حکمت کو جسمانی صورت میں متمثل فرما دیا۔ اور یہ تمثیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں انتہائی عظمت و رفعت شان کا موجب ہے۔

شقِ صدر مبارک کی حکمت | شب معراج حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سینہ

اقدس کے شق کئے جانے میں بے شمار حکمتیں مضمر ہیں، جن میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ قلبِ اطہر میں ایسی قوتِ قدسیہ بالفعل ہو جائے جس سے آسمانوں پر تشریف لے جانے اور عالم سماوات کا مشاہدہ کرنے بالخصوص دیدار الٰہی سے مشرف ہونے میں کوئی دقت اور دشواری پیش نہ آئے۔

مسئلہ حیات النبی پر استدلال

علاوہ ازیں شق صدر مبارک میں ایک حکمتِ بلیغہ یہ بھی ہے تاکہ امت کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات بعد الموت پر دلیل قائم ہو گئی کیونکہ عادتاً بغیر روح کے جسم میں حیات نہیں ہوتی۔ لیکن انبیاء علیہم السلام کے اجسامِ مقدسہ قبضِ روح کے بعد بھی زندہ رہتے ہیں۔ چونکہ روحِ حیات کا مستقر قلبِ انسانی ہے۔ لہٰذا جب کسی انسان کا دل اس کے سینہ سے باہر نکال لیا جائے۔ تو وہ زندہ نہیں رہتا۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قلبِ مبارک سینۂ اقدس سے باہر نکالا گیا۔ پھر اسے شگاف دیا گیا اور وہ منجمد خون جو جسمانی اعتبار سے دل کے لئے بنیادی حیثیت رکھتا ہے، صاف کر دیا گیا۔ اس کے باوجود بھی حضور علیہ السلام بدستور زندہ رہے۔ جو اس امر کی روشن دلیل ہے۔ کہ قبضِ روحِ مبارک کے بعد بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں۔ کیونکہ جس کا دِل بدن سے باہر ہو اور وہ پھر بھی زندہ ہے۔ اگر اس کی روح قبض ہو کر باہر ہو جائے تو وہ کب مردہ ہو سکتا ہے۔

قلب مبارک میں آنکھیں اور کان

جبرئیل علیہ السلام نے شق صدر مبارک کے بعد قلبِ اطہر کو جب زمزم کے پانی سے دھویا تو فرمانے لگے:

قَلْبٌ سَدِیْدٌ فِیْهِ عَیْنَانِ تُبْصِرَانِ وَاُذُنَانِ

قلب مبارک ہر قسم کی کجی سے پاک ہے اور بے عیب ہے اس میں دو آنکھیں ہیں جو

تَسْمَعَانِ (فتح الباری جلد ۱۲ صفحہ ۲۱) دیکھتی ہیں اور دو کان ہیں جو سنتے ہیں۔

فائدہ قلب مبارک کے یہ کان اور آنکھیں عالم محسوسات سے وراء الوراء حقائق کو دیکھنے اور سننے کے لئے ہیں۔ جیسا کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنِّی اَرٰی مَا لَا تَرَوْنَ — میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھ سکتے
وَاَسْمَعُ مَا لَا تَسْمَعُوْنَ ہ — اور وہ سنتا ہوں جو تم نہیں سن سکتے۔

وہابیہ کے ایک غلط استدلال کا ازالہ جب اللہ تعالیٰ نے بطور خرقِ عادت حضور علیہ السلام کے قلبِ اطہر میں آنکھیں اور کان پیدا فرما دیئے۔ تو اب یہ کہنا کہ وراء عالم محسوسات کو حضور علیہ السلام کا دیکھنا اور سننا احیاناً ہے۔ دائمی نہیں۔ قطعاً باطل ہو گیا۔ جب ظاہری آنکھوں اور کانوں کا ادراک دائمی ہے تو قلب مبارک کے کانوں اور آنکھوں کا ادراک کیونکر عارضی اور احیاناً ہو سکتا ہے؟ البتہ حکمتِ الٰہیہ کی بنا پر کسی امر خاص کی طرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دھیان نہ رہنا اور عدم توجہ اور عدم التفات کا حال طاری ہو جانا امر آخر ہے۔ جس کا کوئی منکر نہیں اور وہ علم کے منافی نہیں ہے۔ لہٰذا اس حدیث کی روشنی میں یہ حقیقت بالکل واضح ہو گئی۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی باطنی سماع اور بصارت عارضی نہیں بلکہ دائمی ہے۔

سوال:- وہابی دیوبندی شق صدر سے ثابت کرتے ہیں کہ حضور ہمارے، جیسے بشر ہیں نور نہیں تھے؟

جواب:- دیوبندی بریلوی اختلاف سے صدیوں پہلے بعینہٖ یہی اعتراض لکھ کر علامہ شہاب الدین خفاجی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بعض وہ لوگ جو یہ وہم کرتے ہیں کہ شق صدر مبارک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے مخلوق ہونے کے منافی ہے۔ لیکن

یہ وہم غلط اور باطل ہے۔ ان کی عبارت یہ ہے۔

وَکَوْنَہٗ مَخْلُوْقًا مِنَ النُّوْرِ لَا یُنَافِیْہِ کَمَا تُوُہِّمَ

(نسیم الریاض شرح شفا، قاضی عیاض جلد ۲ صفحہ ۲۲۸)

مسلکِ حق اہلسنّت کی روشن دلیل

شق صدر مبارک سے تو مسلک حق اہلسنت کی بہت بڑی تائید ہوئی کیونکہ ہم نبی پاک کو بے مثل بشر بھی مانتے ہیں اور نور پاک بھی اور جو بشریت عیوب و نقائص بشریت سے پاک ہو، اس کا ہونا نورانیت کے منافی نہیں۔ اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ السلام کو نور سے مخلوق فرمانا مقدس اور پاکیزہ بشریت مطہرہ کی دلیل ہے۔ اور باوجود سینۂ اقدس چاک ہونے کے خون نہ نکلنا نورانیت کی دلیل ہے۔ چنانچہ علاّمہ اسماعیل حقی حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

فَلَمْ یَکُنِ الشَّقُّ بِاٰلَۃٍ — شق صدر کسی آلہ سے نہ تھا۔ نہ اُس شگاف

وَلَمْ یَسِلِ الدَّمُ۔ — سے خون بہا۔ (روح البیان جلد ۵ صفحہ ۱۰۶)

فائدہ حضور علیہ السلام کی خلقت نور سے ہے۔ اور بشریت ایک لباس ہے۔ اللہ تعالیٰ قادر ہے۔ کہ جب چاہے اپنی حکمت کے مطابق بشری احوال کو نورانیت پر غالب کر دے اور جب چاہے نورانیت کو احوالِ بشریہ پر غالب کر دے۔ بشریت نہ ہوتی تو "شق" کیسے ہوتا۔ اور نورانیّت نہ ہوتی تو آلہ بھی درکار ہوتا۔ اور خون بھی ضرور بہتا۔

جب کبھی خون بہا (جیسے غزوہ احد میں) تو وہاں احوالِ بشریہ کا غلبہ تھا اور جب خون نہ بہا (جیسے لیلۃ المعراج شق صدر میں) تو وہاں نورانیت غالب تھی۔

مسئلہ:۔ جسمانی معراج کا بھی یہی حال ہے۔ کہ تینوں میں سے کوئی چیز ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوتی۔ لیکن بشریت کا ظہور، کہیں نورانیت کا اور کہیں حقیقت محمدیہ

کا یعنی صورۃ حقیہ کا (معراج النبی)

معراج مافوق السمٰوٰت

بعض فرقوں نے آسمانوں سے اُوپر کی معراج کا انکار کیا ہے، ایسے ہی عرش پہ لیجانے کا بھی یہ ان موجودہ فرقوں کی شان نبوت سے بے خبری کی علامت ہے ورنہ یہ تو محققین کا مسلم مسئلہ ہے کہ عرش و کرسی اور لوح و قلم وغیرہ ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نور اقدس کی جھلکیاں ہیں، چنانچہ امام المحدثین امام بخاری کے استاد محدث عبدالرزاق اپنی تصنیف میں جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ، سے ایک طویل حدیث لائے ہیں اور اس حدیث شریف کو تلقی بالقبول کا مقام حاصل ہے اسی حدیث پاک میں ہے:

فالعرش والکرسی من	سید الوجود صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، پس
نوری والکروبیون من	عرش، کرسی، کروبیون، روحانیون،
نوری والروحانیون من الملائکۃ	ساتوں آسمانوں کے فرشتے، جنت اور
من نوری وملائکۃ السمٰوٰت السبع	اس کی نعمتیں، سُورج، چاند، ستارے
من نوری والجنۃ وما فیھا من النعیم	عقل، علم، توفیق، انبیاء اور رسول
من نوری والشمس والقمر والکواکب	کی ارواح شہداء اور صالحین سب کے
من نوری والعقل والعلم والتوفیق	سب میرے نُور سے ہیں۔

من نوری و ارواح الانبیاء والرسل من نوری والشھدآء والصالحون من نتائج نوری (الحدیث) جواہر البحار لسیدی یوسف النبہانی جلد ۴ ص ۲۷۷

لہٰذا ان میں سے کوئی چیز بھی مُصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے باعثِ شرف و عروج نہیں ہوسکتی۔

سیدی علامہ ابن الحاج مالکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام یتشرف بہا مدخل لابن الحاج (جلد ۱، صفحہ ۲۵۰)	تمام اشیاء آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شرف حاصل کرتی ہیں نہ کہ آپ کسی شَے سے۔

اور یہ ہی حضرت فرماتے ہیں:

الا تری الی ما وقع من الاجماع علی ان افضل البقاع المواضع الذی ضمّ اعضاء الکریمۃ صلوت اللہ علیہ وسلامہ مدخل (جلد ۱ ص۲۵)	اے ایمان والے تو اس بات کی طرف نہیں دیکھتا کہ اجماع واقع ہُوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی قبرانور تمام مقامات سے افضل ہے

بلکہ آئمہ احناف میں سے صاحب "دُرُّ المختار" نے تو تصریح کر دی ہے کہ:

ما ضم اعضاءۂ علیہ الصلوٰۃ وَالسلام فانہ افضل مطلقا حتیٰ من الکعبۃ والعرش والکرسی (دُرُّ المختار جلد ۱ ص۱۰)	جو جگہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اعضاء شریفہ سے ضم کئے ہوئے ہے وہ علی الاطلاق افضل ہے۔ یہاں تک کہ کعبہ، عرش اور کرسی بھی۔

لہٰذا سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا براق پر سوار ہونا آپؐ کا عروج نہیں بلکہ براق کو عروج عطا فرمانا ہے۔ ملائکہ کا لگام اور رکاب تھامنا ملائکہ کا عروج ہے۔ اور بیت المقدس کی طرف سفر کرنا بیت المقدس کا عروج ہے جیسا کہ علامہ نجم الدین غیاطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قال ابن دحیۃ یحتمل ان یکون الحق سبحانہ تعالیٰ اراد ان لا یخلی تربۃً فاضلۃً من مشہدہ ووطئ قدمہ فتمم	ابن دحیہ فرماتے ہیں کہ بیت المقدس کی طرف سفر کرنے میں ایک احتمال یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس بات کا ارادہ فرمایا کہ اس زمین

تقدیس بیت المقدس بصدق سیدنا محمد صلی اللہ علیہ و آلہ	کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری اور آپ کے قدموں کی برکت سے محروم نہ رکھے، پس اس لئے بیت المقدس کی تقدیس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز سے پورا فرمایا۔ اسی طرح
(المعراج الکبیر سیدی نجم الدین غیطی ص۱۳)	جہاں جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے گئے اور جن جن سے آپ نے ملاقات فرمائی سو یہ اُن کے حق میں معراج تھا نہ کہ سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں۔

اسی لئے ہم کہتے ہیں کہ شب معراج جہاں سے حضور نبی پاک شہ لولاک صلی اللہ علیہ وسلم وہاں کی اشیاء کو معراج ہوتی گئی۔ آپ صرف اور صرف ذاتِ حق تعالیٰ کے دیدارِ پُرانوار اور دیگر رموز و اسرار سے مشرف ہو کر معراج پائی۔

رفرف

جب حضرت جبریل علیہ السلام ٹھہر گئے تو سبز رنگ کا ایک تخت ظاہر ہوا جس کا نام رفرف ہے اسکے ساتھ ایک فرشتہ بھی تھا۔ حضرت جبرئیل علیہ سلام نے حضور الصلوٰۃ والسلام کو رفرف والے فرشتے کے سپرد کیا (الیواقیت والجواہر ج ۲ ص۳۰) ایک روائیت میں آیا ہے۔ کہ تَدَلّٰی کا فاعل رفرف ہے اور دَنٰی کے فاعل حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں "دَنٰی فَتَدَلّٰی" کا ترجمہ یوں ہوگا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے

رفرف نیچے اُتر آئی حتیٰ کہ آپ اس میں بیٹھ گئے پھر حضور علیہ والسلام اللہ تعالیٰ کے قریب ہوئے اور اقرب درجہ سے شرف پایا (سیرت حلبیہ ج ا ص ۱۴۴) پس، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمود کہ من تنہا رواں شدم کہ وحجابہا قطع مے کردم تا ہفتاد ہزار حجاب بگذشتم کہ ہر حجابے پانصد سالہ راہ بود و مابین ہر دو حجاب پانچصد سالہ راہ دیگر و روایتے آنست تا آنجا کہ براق مرکب بود چوں ایں جا رسید براق بماند وانگاہ رفرف سبزے ظاہر شد کہ ضیائے وئے بر ضیائے آفتاب غالب آمد (معارج ج ۳ ص ۱۵۲) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میں اکیلا روانہ ہوا اور بہت حجاب طے کیے یہاں تک کہ ستر ہزار حجابوں سے گزر ہوا۔ کہ ہر ایک حجاب کی موٹائی پانچ سو برس کی راہ تھی۔ اور دونوں حجابوں کے فاصلہ پانچ سو برس کی راہ تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سواری براق یہاں پہنچکر تھک گیا اس وقت سبز رنگ کا رفرف ظاہر ہوا جسکی روشنی سورج کو ماند کرتی تھی۔ آپ اس رفرف پر سوار ہوئے۔ اور چلتے رہے۔ حتیٰ کہ عرش کے پایہ تک پہنچ گئے اس کے بعد بہت سے حجابات سامنے آئے ازاں جملہ ان میں سے ستّر ہزار حجاب سونے کے تھے، ستّر ہزار چاندی کے، ستّر ہزار مروارید کے ستّر ہزار زمرد سبز کے، ستّر ہزار یاقوت سرخ کے، ستّر ہزار حجاب نور کے ستّر ہزار حجاب ظلمت کے، ستّر ہزار پانی کے ستّر ہزار خاک کے، ستّر ہزار حجاب آگ کے، ستّر ہزار حجاب ہوا کے تھے۔ کہ ہر حجاب کی موٹائی ایک ہزار سال کی راہ تھی۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ رفرف ان حجابوں سے گزرتی ہوئی پردہ داراں عرش تک لے گئی وہاں ستّر ہزار پردہ دیکھا۔ ہر پردہ کا ستّر ہزار زنجیر تھا اور ہر زنجیر کو ستّر ستّر ہزار فرشتوں نے گردن پر اُٹھا رکھا تھا کہ وہ فرشتے اس قدر قد آور تھے کہ ایک کندھے سے دوسرے کندھے تک

ستر ہزار برس کی راہ تھی۔ اور یہ پردہ بعضے مروارید کے، بعضے یاقوت کے، بعضے ہوا کے تھے۔ اور ہر پردہ پر ایک فرشتہ ملازم تھا، کہ ستر ہزار فرشتے جن کا ذکر ابھی گزرا ہے، سب اس کے تابع تھے اس رفرف نے آپ کو حجابات سے پار پہنچایا اور پھر غائب ہو گیا۔ اس کے بعد ایک صورت گھوڑے جیسی ظاہر ہوئی، جو کہ دانہ مروارید سفید کی طرح تھی، تسبیح کہتی تھی۔ اور اس کے منہ سے نور کے فوارے نکلتے تھے، اٹھایا اور ان ستر ہزار پردوں سے گزرا جو عرش سے ورلے تھے۔ اور ساق عرش تک پہنچایا (معارج النبوۃ ج ۳ صـ۱۵۳) یاد رہے کہ نزہتہ المجالس میں امام صفوری پانچ سواریوں کا ذکر کرتے ہیں۔ اور کسی نے دو سواریوں کا ذکر کیا ہے۔ اور کسی عالم نے تین سواریوں کا ذکر کیا ہے۔ جتنی روایات جس کے پاس تھیں، اس قدر بیان کیا ہے۔

عرش حق ہے مسند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

عرش کو اٹھانے والے چار فرشتوں پر گزر ہوا، جس کو حاملین عرش کہا جاتا ہے۔ ہر ایک کے سر پر چوبیس کلگیاں تھیں۔ ہر ایک کی موٹائی پانچ سال کی مسافت تھی۔ ان کا وظیفہ یہ تھا۔

لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ

انتباہ

دورِ حاضرہ میں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات ماننے میں کم ظرفی کا ثبوت ہے آپ کی ذات نہ چھپی تو باقی کو نہ ماننے کا کیا معنیٰ ؟ ہم ذیل میں صرف چند حوالوں پر اکتفا کرتے ہیں۔ تفصیل فقیر کے رسالہ "عرشیہ" میں ہے۔

ا ــــــ امام قسطلانی نے مواہب شریف میں لکھا ہے۔ وَلَمَّا انْتَهٰی اِلَی الْعَرْشِ تَمَسَّكَ الْعَرْشُ بِاَذْیَالِهٖ (مواہب

لدنیہ ج ۲ ص ۲۴) جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم عرش پر پہنچے تو عرش الٰہی کو آپ کے دامن سے وابستگی تھی۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَرَرْتُ لَیْلَۃً اُسْرِیَ بِیْ بِرَجُلٍ مَغِیْبٍ فِیْ نُوْرِ الْعَرْشِ (زرقانی ج ۶ ص ۱۰۶) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ معراج کی رات میں ایک ایسے شخص پر گزرا جو عرش کے نور میں غائب تھا۔ اور سنیئے، حَیْثُ کَانَ الْعَرْشُ اَعْلٰی مَقَامٍ یَنْتَھِیْ اِلَیْہِ مَنْ اُسْرِیَ بِہٖ مِنَ الرُّسُلِ عَلَیْھِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ قَالَ وَھٰذَا یَدُلُّ عَلٰی اَنَّ الْاِسْرَاءَ کَانَ بِجِسْمِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

الیواقیت والجواہر ج ۲ ص ۳۷) جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے استواء بر عرش کو اپنی تعریف کا سبب بنایا اس طرح اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو عرش پر بلند کر کے ان کی عظمت کا اظہار فرمایا کیوں کہ عرش وہ برتر مقام ہے جہاں معراج کرنے والے تمام نبیوں کی سیر ختم ہو جاتی ہے۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ آپ کی معراج جسمانی تھی۔ اس لئے کہ جسمانی معراج ہی سے عظمت ظاہر ہوتی ہے۔ قَالَ الشَّیْخُ اَبُو الْحَسَنِ الرِّفَاعِیُّ صَعِدْتُّ فِی الْفَوْقَانِیَّاتِ اِلٰی سَبْعِ مِائَۃِ اَلْفِ عَرْشٍ فَقِیْلَ لِیْ اِرْجِعْ لَا وُصُوْلَ لَکَ اِلَی الْعَرْشِ الَّذِیْ عُرِجَ بِہٖ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ (نبراس ص ۲۷۴)

حضرت ابوالحسن رفاعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ میں (حالتِ مراقبہ میں روحانی طور پر) عالم بالا میں چڑھتا رہا حتیٰ کہ سات لاکھ عرش سے گزر گیا۔ پھر مجھے کہا گیا۔ آپ واپس چلے جاؤ۔ کیونکہ جس عرش پر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج ہوئی۔ وہاں تو نہیں پہنچ سکتا۔

سُنا یہ اتنے میں عرش حق نے کہ لے مُبارک ہو تاج والے
وہی قدم خیر سے پھر آئے جو پہلے تاج شرف تیرے تھے

ضیائیں کچھ عرش پر یہ آئیں کہ ساری قندیلیں جھلملا ئیں
حضور خورشید کیا چمکتے چراغ اپنا منہ دیکھتے تھے

عَنْ اَبِی الْحَمْرَاءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم لَمَّا اُسْرِیَ بِیْ اِلَی السَّمَاءِ اِذَا عَلَی الْعَرْشِ مَکْتُوْبٌ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ (شفا شریف ج ۱ ص ۱۷۴)

حضرت ابوالحمراء سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ جب مجھے آسمان پر معراج ہوئی تو عرش پر لکھا ہوا تھا:

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

نعلین بپائے حسین ہر عرش بریں

حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نعلین سمیت عرشِ بریں پر تشریف لے گئے اس کے چند حوالہ جات حاضر ہیں:

(۱) جب سرورِ کونین و مکان صلی اللہ علیہ وسلم عرشِ بریں پہ پہنچے تو جناب الٰہی سے خطاب آیا کہ اے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آگے چلے آؤ تب حضرت محمد رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نعلین مبارک اتارنی چاہی تو عرشِ مجید لرزہ میں آیا۔ اور آواز آئی کہ آئیے میرے حبیب! اور نعلین مبارک پہنے ہوئے عرش پر قدم رکھئے۔ تاکہ آپ کے قدم کی دولت سے میرا عرش قرار پائے۔ حضور علیہ السلام نے عرض کی یا الٰہی! "حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا تھا:

فَاخْلَعْ نَعْلَیْكَ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ — پس آپ جوتے اتار دو اس لئے کہ تحقیق آپ اس مقدس

وادی میں ہیں جس کا نام طویٰ ہے
جب تیرا عرش کوہِ طور سے کئی درجے افضل ہے۔ میں کس طرح بمع نعلین عرش پر چلا آؤں تب حکم ہوا کہ اے میرے حبیب: حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نعلین اتارنے کا اس لئے حکم ہوا تھا کہ طور سینا کی خاک اس کے قدموں کو لگے اور موسیٰ علیہ السلام کی شان بلند ہو۔ اور آپ کو بمع نعلین عرش پر آنے کا حکم اس لئے ہوا ہے تاکہ آپ کی نعلین کی خاک عرش کو لگے۔ اور عرش کی عظمت زیادہ ہو۔
(قصص الانبیاء۔ ص۲۵۶)

امام الصوفیہ حضرت شیخ سعدی قدس سرہ نے فرمایا کہ ؎

۲ —— عرش است کمین پایہ ز ایوان محمد

ترجمہ: عرش حضور کے ایوان نبوت کا ایک ادنیٰ پایہ ہے

(ف) جس کے ایوان نبوت کا عرش ایک ادنیٰ پایہ ہو وہ اگر نعلین پاک سے اس پایہ کو مشرف فرمائیں تو کیا بعید ہے۔ کسی شاعر نے کہا ؎

نعلین پائے اورا بر عرش گو نگاہ کن
جاہل کہ در نیاید معنیٰ استواء را

ترجمہ: آپ کی نعلین پاک عرش پر ہے اسے دیکھ لیکن جاہل استواء علی العرش کا معنیٰ سمجھ نہیں آیا۔ کسی اور دوسرے شاعر نے کہا ؎

جب قریب عرش پہنچے شافعِ روز جزا
دِل میں خیال آیا ہو نعلین پاؤں سے جُدا
پھر ندا آئی بھلا کیا قصد ہے یہ آپ کا
کیوں جھجکتے ہو بمع نعلین آؤ مصطفیٰ
عرض کی محبوب نے اے خالق جن و بشر

کیا سبب تھا طور پہ جب تو ہوا تھا جلوہ گر
حکم موسیٰ کو ہوا نعلین پا نہ طور پر
حکم مجھ کو یہ ہوا نعلین پا آؤ اِدھر
پھر ندا آئی ذرا اس بات پر بھی غور ہو
تم کہاں موسیٰ کہاں وہ اور تھے تم اور ہو
تیرے صدقے عرش پیدا تم ہمارے نور ہو
بات تو یہ ہے کہ تم خود چراغ نور ہو

۳ —— نعلین بپا عرش پر جلوہ گر ہونے کی یہ روایت کہ "آپ نے نعلین اُتارنی چاہی اور خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ نعلین نہ اُتاریئے علماء سلف میں سے امام ابن ابی جمرہ اس کے قائل ہیں۔ (جواہر البحار فی فضائل النبی المختار صلی اللہ علیہ وسلم)

۴ —— دُوسری روایت یہ ہے کہ آپ کو نعلین اُتارنے کا حکم نہ ہوا جس طرح کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نعلین اُتارنے کا حکم ہوا۔

جیسا کہ علامہ نبہانی رح کی رباعی ہے ؎

عَلٰی رُؤُسِ ھٰذَا الْکَوْنِ نَعْلُ مُحَمَّدٍ
عَلَتْ فَجَمِیْعُ الْخَلْقِ تَحْتَ ظِلَالِہٖ
لَدَی الطُّوْرِ مُوْسٰی نُوْدِیَ اِخْلَعْ وَاَحْمَدُ
عَلَی الْعَرْشِ لَمْ یُؤْذَنْ بِخَلْعِ نِعَالِہٖ

حضرت رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعلین مُبارک کی یہ شان ہے، کہ جب آپ معراج پر گئے۔ تو نعلین مُبارک سب کائنات کے اُوپر تھی۔ اور تمام مخلوق اس نعلین مُبارک کے سایہ کے نیچے تھی۔ اور کوہ طور پر حضرت

موسیٰ علیہ السلام کو ندا ہوئی کہ آپ نعلین پاک اُتار دیجئے۔ اور حضرت احمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو عرش پر نعلین مبارک اُتارنے کا اذن نہ ملا۔

۵ ——— قَالَ بَعْضُ اَکَابِرِ الصُّوْفِیَّۃِ مُجِیْبًا عَنْ ذَالِکَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمَّا خَاطَبَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی عَرِقَ لِعَظِیْمِ الْھَیْبَۃِ حَتّٰی تَنَازَلَ الْجُزْءُ الْبَشَرِیُّ مِنْ جَسَدِہِ الشَّرِیْفِ حَتّٰی صَارَ کَالنَّعْلَیْنِ فِیْ رِجْلَیْہِ فَھَمَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ یَّخْلَعَھُمَا فَنَادَاہُ اللّٰہُ تَعَالٰی لَا تَخْلَعْ اِلٰی اٰخِرِہٖ وَذَالِکَ لِاَنَّہٗ لَوْ خَلَعَھُمَا صَارَ نُوْرًا رُوْحَانِیًّا لَا یَنْزِلُ اِلَی الْاَرْضِ وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَرَادَ نُزُوْلَہٗ لِیَدْعُوَ لِتَوْحِیْدِہٖ فَافْھَمْ فَاِنَّ ھٰذَا مِنَ الْاَسْرَارِ الْخَفِیَّۃِ الَّتِیْ مَا اطَّلَعَ عَلَیْھَا اِلَّا الْخَوَاصُّ مِنَ الْاَوْلِیَاءِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ اَجْمَعِیْنَ

(جواہر البحار فی فضائل النبی المختار صلی اللہ علیہ وسلم ص۱۲۱)

اس کا حاصل ترجمہ یہ ہے کہ بعض اکابر صوفیاء نے اس بات کا جواب دیتے ہوئے کہا ہے۔ ان سے پوچھا گیا کہ اس مسئلہ کی تحقیق کیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نعلین مبارک اُتارنی چاہی اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ نعلین کو نہ اُتاریئے۔ تو اس بزرگ نے اس روایت کی یہ تاویل بتائی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اللہ تعالیٰ نے مخاطب فرمایا۔ تو آپ کو عظمت ہیبت کی وجہ سے پسینہ آگیا۔ حتیٰ کہ آپ کی بشری جزء آپ کے جسم اقدس پر سے اُتری یہاں تک کہ آپ کے دونوں پاؤں میں نعلین کی طرح ہو گئی۔ پس حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُتارنے کا قصد فرمایا۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو

فرمایا کہ " آپ جوتا نہ اُتاریئے " اور یہ حکم اس لئے ہوا کہ اگر آپ اس کو اتار دیتے تو آپ محض روحانی نور رہ جاتے اور زمین پر نہ اُترتے حالانکہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ تھا کہ آپ زمین پر نازل ہوں تاکہ آپ خدا کی توحید کی دعوت دیں۔ پس اے مخاطب! اس مسئلہ کو سمجھ۔ کیونکہ یہ ایک پوشیدہ بھید ہے جس پر سوائے خاص اولیاء کے کسی کو اطلاع نہ ہوئی" اللہ تعالیٰ ان تمام اولیاء سے راضی ہو۔

حضرت علامہ اسماعیل حقی حنفی قدس سرہٗ نے تفسیر روح البیان پ۱۶ تحت آیۃ ،، فاخلع نعليك —— میں لکھتے ہیں کہ:

وقيل للحبيب تقدم على بساط العرش بنعلك ليتشرف العرش بغبار نعال قدميك ويصل نور العرش يا سيد الكونين اليك ''

محبوب (علیہ السلام) کو کہا گیا کہ آپ عرش کی بساط پر اپنے نعلین مبارک سمیت آیئے تاکہ عرش آپکے جوڑے مبارک کے غبار سے مشرف ہو کر عزت پائے اور بلا واسطہ عرش کا نور آپ تک پہنچ سکے۔

اس کے بعد یہی امام اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ مقام محمدی مقام موسوی سے ازبس بلند ہے اسی لئے بادشاہوں کے دربار کے آداب کے مطابق موسیٰ علیہ السلام کو نعلین اتارنے کا حکم ہوا۔ اس لئے کہ بادشاہوں کے دربار میں غلام پا برہنہ حاضر ہوتے ہیں۔ اس کے برعکس حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نعلین اتارنے کے بجائے عرش پر جوڑے سمیت تشریف لے گئے۔

بلال رضی اللہ عنہ بہشت میں جوڑے سمیت

سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کا بہشت میں جوتے سمیت موجود ہونا بتاتا ہے کہ غلام اگر بہشت کو جوتے سمیت جا سکتے ہیں تو آقا صلی اللہ علیہ وسلم

بطریق اولیٰ جوڑے سمیت عرش معلّیٰ پہ جا سکتے ہیں، بلال رضی اللہ عنہ کی حدیث میں جوڑے کی تصریح عرش معلّیٰ پہ آقا صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے جوڑے سمیت تشریف لیجانے کیطرف اشارہ کرتی ہے (واللہ اعلم)

عقلی دلیل

آپ کی نسبت کی قدر و منزلت سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کا جوڑے سمیت عرشِ معلّیٰ پہ تشریف لیجانا بعید از قیاس نہیں ۔

اعلحضرت امام احمد رضا رضی اللہ عنہ اور روایت نعلین بپا برعرش کا انکار

اعلحضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ نے نعلین مبارک سمیت عرش پہ جانے کا انکار نہیں فرمایا بلکہ روایت کو بے سند بتایا ہے، روایت کو بے سند کہنا نفس مسئلہ سے کب انکار لازم آتا ہے، اسکی تفصیل فقیر کے رسالہ عرشیہ میں دیکھیں

دیدارِ الٰہی

ہم کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے خداوند تعالیٰ کو بیداری میں سر کی آنکھوں سے دیکھا۔ جو لوگ شب معراج آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اللہ تعالیٰ سے ملاقات اور ہمکلامی کا انکار کرتے ہیں اُن کو اس مبارک سَیر کا معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ثابت کرنا اُتنا ہی مشکل ہے جتنا آسمان کا ذہن پر لانا۔ سیّد الوجود صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سَیر مبارک کے متعلق اگرچہ ضمنی طور پر بہت سی کتابوں میں ذکر موجود ہے۔ مثلاً الشفا، للقاضی عیاض رضی اللہ عنہ اور مواہب الدنیہ سیدی القطب القسطلانی اور بعض ائمہ اکرام نے اس موضوع پر مستقل کتابیں تحریر فرمائی ہیں اُن میں سے ایک حافظ محمد بن یوسف الدمشقی ہیں جو کہ سیدی جلال الملت والدین السیوطی رضی اللہ عنہ کے شاگرد ہیں اور انکی کتاب کا نام :-

الآیات العظیمۃ الباھرۃ فی معراج سید اھل الدنیا والآخرۃ

اور امام الشیخ علی الاجہوری مالکی رضی اللہ عنہ، ہیں جن کی کتاب کا نام النور الوھاج فی الکلام علی الاسراء والمعراج ہے اور تیسرے سیدی علامہ نجم الدین غیطی ہیں ان کی کتاب کا نام "المعراج الکبیر" ہے لیکن مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جیسی سیر حاصل بحث اور تحقیق سیدی علامہ عبدالباقی شارح مواہب الدنیہ نے اپنی شرح زرقانی علی المواہب میں کی ہے، اس سے زائد کسی کتاب میں نہیں مل سکتی۔ زرقانی جلد ۶ صفحہ ۱ سے معراج شریف کا آغاز فرمایا ہے اور ۱۵۶ صفحات نذرِ قلم کئے ہیں۔

فقیر ان کتابوں و دیگر محققین کی تصانیف سے اثباتِ دیدار الٰہی میں چند اقتباس پیش کرتا ہے۔

سیدی ابو القاسم قیشری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قال ابو الحسن النوری	ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے
شاھد الحق القلوب	ہیں کہ حق تعالیٰ نے تمام مخلوق کے
فلم یر قلباً اشوق الیہ من	دلوں میں سب سے زیادہ محمد صلی اللہ
قلب محمد صلی اللہ علیہ وسلم	علیہ وسلم کے قلب پاک کو اپنا مشتاق
فاکرمہ بالمعراج تعجیلاً	پایا پس آپ کو اپنا دیدار اور
للرؤیۃ والمکالمۃ (رسالہ قیشریہ)	ہمکلامی بخشنے میں عجلت فرمائی۔

(۲) سب سے بڑھ کر یہ کہ دیدار الٰہی کے حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور دیگر اکابر صحابہ قائل ہیں، امام قسطلانی نے لکھا کہ:

عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اَتَعْجَبُوْنَ اَنْ تَکُوْنَ الْخُلَّۃُ لِاِبْرَاھِیْمَ وَالْکَلَامُ لِمُوْسٰی وَالرُّؤْیَۃُ لِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ (مواہب لدنیہ ج ۲ ص ۳۷)

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں۔ کیا تم اس بات پر تعجب کرتے ہو کہ خلت حضرت ابراہیم علیہ السلام کیلئے ہو اور کلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کیلئے ہو اور دیدار حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ہو۔

(۳) حضرت عبداللہ بن شقیق سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا کہ میں نے حضرت ابوذر سے کہا کاش کہ میں رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھتا تو آپ سے پوچھتا، حضرت ابوذر نے کہا عَنْ اَیِّ شَیْئٍ تَسْئَلُہٗ کس چیز کی بابت آپ سے سوال کرتا تو عبداللہ بن شقیق نے کہا کہ میں آپ سے پوچھتا کیا آپ نے اپنے کو دیکھا ہے۔ حضرت ابوذر نے کہا میں نے آپ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا: رَأَیْتُ نُوْرًا میں نے نور دیکھا:
(مسلم شریف ص۹۹)۔

(۴) صاحب روح البیان نے کیا خوب فرمایا کہ:
وَمِنَ الْمُحَالِ اَنْ یَّدْعُوَ الْکَرِیْمُ کَرِیْمًا اِلٰی دَارِہٖ وَیُضِیْفَ حَبِیْبٌ حَبِیْبًا فِیْ قَصْرِہٖ ثُمَّ یَتَسَتَّرَ عَنْہُ وَلَا یُرِیَہٗ وَجْہَہٗ (روح البیان ج ا ص۱۵۵)
اور یہ بات ناممکن ہے کہ کریم کریم کو دعوت دیکر بلائے اور دوست اپنے دوست کو اپنے محل میں مہمان بنائے پھر اس سے چھپ جائے اور اس کو اپنا چہرہ نہ دکھائے۔

(۵) حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ:
عجب است کہ دراں مقام ببرند و در خلوت خاص آرند و با علی مطلب و اقصیٰ مسألت کہ دیدار است مشرف نہ گردانند (مدارج النبوت ج ا ص۱۴۲) تعجب کی بات ہے کہ (حضور علیہ السلام) کو اس مقام پر لے جائیں اور خلوت خاص میں لے

آئیں اور اعلیٰ مطلب اور عمدہ مسئلہ کہ دیدار ہے اس سے مشرف نہ کریں:۔

(۶) صاحب روح المعانی فرماتے ہیں:

ثُمَّ اِنَّ الْقَائِلِیْنَ بِالرُّوْیَۃِ اخْتَلَفُوْا فَمِنْھُمْ مَنْ قَالَ اِنَّہٗ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ رَاٰی رَبَّہٗ سُبْحَانَہٗ بِعَیْنِہٖ (روح المعانی ج ۲۷ ص ۲۲۲)

پھر دیدار باری تعالیٰ کے قائلین اس مسئلہ میں مختلف ہیں، بعض کا مذہب یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالےٰ کو اپنی سر اقدس کی آنکھ مبارک سے دیکھا: "اَنَّ الرَّاجِحَ عِنْدَ اَکْثَرِ الْعُلَمَاءِ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَاٰی رَبَّہٗ بِعَیْنَیْ رَاْسِہٖ لَیْلَۃَ الْاِسْرَاءِ

اکثر علماء کے نزدیک یہ بات راجح ہے۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے رب کو معراج کی رات میں اپنے سر اقدس کی دونوں آنکھوں سے دیکھا دوسری روایات جن سے قلب مبارک سے دیکھنے کا ثبوت ملتا ہے، وہ بھی حضرت ابن عباس سے روایت ہیں۔ چنانچہ قاضی عیاض لکھتے ہیں کہ حدیث شریف حضرت ابن عباس سے مروی ہے:

لَمْ اَرَہٗ بِعَیْنِیْ وَلٰکِنْ رَاَیْتُ بِقَلْبِیْ مَرَّتَیْنِ وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سُئِلَ ھَلْ رَاَیْتَ رَبَّکَ قَالَ رَاَیْتُہٗ بِفُؤَادِیْ (رواہ ابن جریر ابن اس ص ۲۲)

حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے اللہ تعالیٰ کو سر کی آنکھ سے نہیں دیکھا، لیکن دل سے دومرتبہ دیکھا ہے۔ اور حضرت ابن عباس سے ایک روایت ہے۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھا گیا کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا؟ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میں نے اس کو اپنے دل سے دیکھا ہے

اس حدیث کو ابن جریر نے روایت کیا ہے:

ثُمَّ اِنَّ المُرَادَ بِرُؤیَۃِ الفُؤَادِ رُؤیَۃُ القَلبِ لَا مُجَرَّدُ حُصُولِ العِلمِ لِاَنَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ علیہ وَسَلَّمَ کَانَ عَالِماً بِاللّٰہِ عَلَی الدَّوَامِ بَل مُرَادُ مَن اَثبَتَ لَہٗ اِنَّہٗ رَاٰہُ بِقَلبِہٖ اِنَّ الرُّؤیَۃَ الَّتِی حَصَلَت لَہٗ خُلِقَت لَہٗ فِی قَلبِہٖ کَمَا تُخلَقُ الرُّؤیَۃُ بِالعَینِ لِغَیرِہٖ وَالرُّؤیَۃُ لَا یُشتَرَطُ لَہَا شَیئٌ مَخصُوصٌ عَقلاً وَلَوجَرَتِ العَادَۃُ بِخَلقِہَا فِی العَینِ (مواہب لدنیہ ج ۲ ص ۳۷)

اس سے واضح ہوا کہ رویتِ فواد سے دل کا دیکھنا مراد ہے، نہ یہ کہ صرف علم حاصل ہو گیا۔ کیونکہ حضور علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا علم علی الدوام حاصل ہے جن لوگوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے رویتِ قلبی ثابت کی ہے۔ انکی مراد یہ ہے۔ کہ جس طرح کسی کی آنکھ میں بینائی پیدا کر دی جاتی ہے۔ اس طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قلب مبارک میں بینائی پیدا کر دی گئی ہے۔ (جس سے آپ نے باری تعالےٰ کا مشاہدہ کیا) اور رویت دیکھنے کیلئے عقلاً کسی خاص جزو بدن کا ہونا یا کسی خاص شئے کا پایا جانا ضروری نہیں۔ اگرچہ عادتاً بینائی آنکھ میں ہوتی ہے۔ لیکن اللہ تعالےٰ قادر ہے کہ خرق عادت کے طور پر آنکھ کے علاوہ کسی اور عضو میں بینائی پیدا کر دے تو اس کو ہر طرح کی قدرت ہے تیسری قسم کی روایات جن سے دونوں طرح کی رویت ثابت ہوتی ہے، یہ ہے:

عَنْ اِبنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنہُمَا اِنَّہٗ کَانَ یَقُولُ اِنَّ مُحَمَّداً صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ رَاٰی رَبَّہٗ مَرَّتَینِ

مَرَّةً بِبَصَرِہٖ وَمَرَّةً بِفُؤَادِہٖ رَوَاہُ الطَّبَرَانِیْ

(روح المعانی ج ۲۷ ص۴۶ و مواہب لدنیہ ج ۲ ص۳۷)

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ وہ فرماتے تھے۔ بے شک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے رب کو دو مرتبہ دیکھا ہے۔ ایک مرتبہ سر مبارک کی آنکھ سے اور ایک مرتبہ اپنے قلب مبارک کی آنکھ سے اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔

صوفیہ کرام کا محبوب قول صوفیہ کرام فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے، جمیع وجود سراپا جود سے اللہ تعالیٰ کو مشاہدہ فرمایا۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

فَرَئَ الْحَقَّ بِالْحَقِّ بِجَمِیْعِ وَجُوْدِہٖ لِاَنَّ وجود صَارَ بِجَمِیْعِہٖ عَیْنًا مِّنْ عُیُوْنِ الْحَقِّ فَرَأَی الْحَقَّ بِجَمِیْعِ الْعُیُوْنِ وَسَمِعَ خِطَابَہٗ بِجَمِیْعِ الْاَسْمَاعِ وَعَرَفَ الْحَقَّ بِجَمِیْعِ الْقُلُوْبِ حَتّٰی فَنِیَتْ عُیُوْنُہٗ وَاَسْمَاعُہٗ وَقُلُوْبُہٗ وَاَرْوَاحُہٗ وَعُقُوْلُہٗ فِی الْحَقِّ (عرائس البیان ج ۲ ص۲۲۵)

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو فی الحقیقت اپنے تمام وجود سے دیکھا کیونکہ آپ کا وجود تمام تر ہی آنکھ ہو گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ کو جسم کی تمام آنکھوں سے دیکھا اور تمام کانوں سے اس کا خطاب سنا اور تمام قلوب سے اس کو پہچانا حتیٰ کہ آپ کی آنکھیں اور آپ کی روحیں اور آپ کے عقول حق تعالیٰ کی ذات کے سامنے فنا ہو گئے۔

حکایت کسی صوفی بزرگ نے فرمایا کہ تیس سال تک میں علماء کرام سے دنیٰ فتدلیٰ کا معنی پوچھتا رہا، تب مجھے منکشف

ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شب معراج میں دائیں بائیں، آگے پیچھے اُوپر نیچے خدا تعالیٰ کو دیکھا پھر حضور علیہ السلام نے اس مقام پر جدائی پسند نہ کی اللہ نے فرمایا اے حبیب تم میرے رسول ہو میرے بندوں کی طرف پیغام پہنچاؤ گے اگر ہمیشہ اسی مقام پر رہو گے تو پیغام کون پہنچا ئے گا، واپس جائیے ہاں جب اس کو چاہیں گے تو جب آپ نماز کے لئے کھڑے ہوں گے تو یہ شان عطا کر دوں گا۔ اسی لئے حضور نے فرمایا: قرۃ عینی فی الصلوٰۃ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز ہے۔

مُنکرین رؤیت کے سوالات اور ان کے جوابات

شبِ معراج میں حضور علیہ السلام کی رؤیت باری تعالیٰ حق ہے، جیسے فقیر نے گزشتہ اوراق میں دلائل سے ثابت کیا چند شبہات مخالفین وارد کرتے ہیں اُنکے جوابات مُلاحظہ ہوں:

سوال ۱: قرآن مجید کی تین آیات ہیں جن سے لفظاً ہر رؤیت کی نفی کا شبہ ہوتا ہے: ا۔ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ (پ ع ۱۸)

(آنکھیں اللہ تعالیٰ کو ادراک نہیں کر سکتیں۔ اور وہ سب آنکھوں کا ادراک کر سکتا ہے۔ اور وہ اللہ تعالیٰ باریک چیزوں کو دیکھنے والا ہے جس کو کوئی نہ دیکھ سکے اور وہ اچھی باتوں کی خبر رکھتا ہے جس کی خبر کوئی نہ رکھ سکے)

طریقہ استدلال: آیت ھذا سے نفی کا استدلال اس طرح ہے۔ کہ الف لام استغراق ہے، اب معنیٰ ہو گا کہ:

لَا تُدْرِکُہُ الْاَبْصَارُ (اللہ تعالیٰ کو کوئی آنکھ ہی نہیں ادراک کر سکتی۔

جواب نمبرا: الف لام استغراق بمعنیٰ کُل موجبہ کلیہ کا سور اور ابصار قضیہ کا موضوع اور تُدْرِکُہُ قضیہ کا محمول ہے۔ یہ مجموعہ مل کر موجبہ کلیہ بنا۔ پھر اس پر لَا حرف سلب داخل ہوا۔ قاعدہ ہے کہ موجبہ کلیہ کی سلب سے جزیہ بنتا ہے۔ جب سالبہ کلیہ نہ بنا تو معترض کا مطلب ثابت نہ ہوگا۔ کیونکہ سالبہ جزیہ موجبہ جزیہ کے حکم میں ہوتا ہے۔ اور اس کے ہم بھی قائل ہیں۔ لہٰذا معترض کا اس سے استدلال دُرست نہ رہا۔

جواب ۲: یہ ہے کہ ادراک کا معنیٰ مطلق رؤیت نہیں بلکہ ادراک احاطہ کو کہتے ہیں کہ کسی چیز کو جمیع جوانب سے گھیر لینا جیسا کہ مقولہ ہے۔

رَأَیْتُ الْھِلَالَ وَمَا اَدْرَکْتُہُ لِلْغَیْمِ۔ میں نے چاند کو دیکھا لیکن پُورا احاطہ کر کے نہ دیکھ سکا کیونکہ بادل تھا ـــــــ تو یہاں رُؤیت مُثْبَت ہے۔ اور ادراک بمعنی احاطہ منفی ہے نہ کہ مطلق رؤیت پر نفی وارد ہوئی ورنہ دونوں جملوں میں تناقص ہو جاتا۔

جواب ۳:۔ جملہ فعلیہ ہے جو تجدد اور حدوث پر دلالت کرتا ہے اس سے دَوام اور استمرار کی نفی ثابت نہیں ہوتی۔ یعنی اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ عموم اور عموم احوال میں نفی ہو جائے۔

جواب ۴:۔ اگر آیت کے معنیٰ پر غور کیا جائے تو اس سے اُلٹا رؤیت کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ جب ادراک کا معنیٰ احاطہ ہوا۔ تو آیت کا مطلب یوں ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کی رؤیت ہو سکتی ہے۔ مگر علی سبیل الاحاطہ نہیں، کیونکہ وہ حدود اور جوانب سے پاک ہے۔

خلاصہ یہ کہ آیت پاک میں اللہ تعالیٰ کے متناہی ہونے اور اجسام کے

لوازم سے متصف ہونے سے تنزیہ اور تقدیس مطلوب ہے، اور اور یہ تنزیہ تب ہو سکتی ہے جب رؤیت کا امکان مانا جائے، ورنہ مفہوم مشکل ہو جائے گا۔

سوال نمبر ۲ :۔ مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ ۔ رپ ع ۱ کسی آدمی کے شایان شان نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس سے بالمواجہہ کلام کرے مگر وحی کے ذریعہ یا بطریق الہام اس کے دل میں القاء ہو جائے یا اس سے اسوقت کلام کریگا کہ وہ حجاب کے پیچھے ہو۔ یعنی، دراں حالیکہ وہ آدمی پس پردہ ہو یا اللہ تعالیٰ اس آدمی کی طرف اپنا ایک فرشتہ فرستادہ بنا کر بھیج دے۔ اور وہ ملک مرسل اس مرسل الیہ کو خدا کا پیغام سنائے۔ جتنا اللہ تعالیٰ چاہے، بے شک اللہ تعالیٰ صفات حدوث سے برتر ہے۔ اور کلام کرنے میں حکمت کی بات کرنے والا ہے۔

طریقۂ استدلال اللہ تعالیٰ نے انسان کے ساتھ کلام کرنے کو تین اقسام میں حصر فرمایا۔ اس سے لازم آتا ہے کہ کلام کرتے وقت رؤیت کی نفی ہوئی۔

جواب ۱ :۔ اس سے مطلقاً رؤیت کی نفی ثابت نہیں ہوتی کیونکہ جائز ہے کہ رؤیت ہو اور کلام نہ ہو یعنی آیت سے رؤیت بوقت کلام کی نفی ثابت ہوتی ہے۔ اور مطلق رویت سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

جواب ۲ :۔ اگر آیت پر غور کیا جائے تو اس آیت سے اُلٹا رؤیت کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ تقریر یوں ہے کیونکہ ان تین وجوہ کے سوا یعنی بالمشافہ کلام کرنا تو اس کو انسان برداشت کر سکتا کیوں کہ وہ اللہ تعالیٰ بلند تر ہے حتیٰ کہ بشر کو ضعف کی وجہ سے اس کا کلام سُننے کی طاقت نہیں۔ اور وہ اللہ تعالیٰ

حکمت والا ہے جس نے اپنے نبیوں سے تین طرح پر کلام کیا ہے جب بالمشافہ کلام کرنے کی نفی کا سبب ضعف بشری بنا تو رؤیت کا سبب بھی ضعف بنے گا۔ نہ کہ رؤیت بالذات محال ہو گی جس طرح معترض نے بیان کیا ہے۔

سوال :۔ قَالَ رَبِّ اَرِنِیْۤ اَنْظُرْ اِلَیْكَ قَالَ لَنْ تَرٰىنِیْ پ۹ ع

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا اے میرے رب مجھے اپنا دیدار نصیب فرما۔ تو اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ تو میرا دیدار نہیں کر سکتا۔

طریقہ استدلال | اس سے ثابت ہوا کہ خدا تعالیٰ کا دیدار محال ہے۔ ورنہ لَنْ تَرٰىنِیْ نہ کہا جاتا۔

جواب :۔ لغت عربی میں حرف لن نفی تاکید کے لئے استعمال ہوتا ہے نفی مطلق کے لئے مستعمل نہیں ہوتا۔ بعنوان دیگر یوں سمجھو کہ نفی انکار مضارع کو کہتے ہیں۔ اور مضارع حال یا استقبال کا نام ہے اس اصول کے تحت لَنْ تَرٰىنِیْ کا معنی یوں ہوگا ہرگز نے بینی مرا یا ہرگز نخواہی دید مرا ——— یعنے : زمانہ حال میں مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتا یا زمانہ استقبال میں مجھے ہرگز نہ دیکھے گا۔ اور معترض نے جو ترجمہ کیا تھا، اس کا فارسی میں معنی یوں ہوگا کہ ہرگز نے توانی دید مرا یا ہرگز نتواں خواہی دید مرا۔ بر عام قواعد عربی کے لحاظ سے ہر دو ترجمہ میں فرق واضح ہے۔

جواب ۲ :۔ شرح عقائد نسفی میں لکھا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دیدار کی درخواست کرنا دیدار کے امکان پر دلالت کرتا ہے کیونکہ تمام انبیاء علیہم السلام عبث بات نہیں کرتے۔ اور محال کا سوال عبث ہے۔ لہذا ثابت ہوا کہ دیدار محال نہیں۔ ورنہ اسکی درخواست نہ کرتے (یعنی) اُلٹا یہ آیت اثبات روائیت کی دلیل ہے نفی روائیت کی دلیل نہیں۔

حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کے جوابات | مخالفین کو انکار رؤیت پر حدیث

عائشہ رضی اللہ عنہا پر بڑا ناز ہے وہ یہ کہ بخاری شریف میں ہے کہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا : مَنْ زَعَمَ اَنَّ مُحَمَّدًا صلی اللہ علیہ وسلم رَاٰی رَبَّہٗ فَقَدْ اَعْظَمَ الْفِرْیَۃَ ، جو شخص یوں کہتا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے، اس نے بہت بڑا افتراء کیا ہے۔ اس حدیث کا جواب یہ ہے ۔

جواب :۔ امام مروزی سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ رویت کا انکار کرنے والے کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے جو شخص یوں کہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے ۔ اس نے بہت بڑا افتراء کیا تو ہمارے پاس اس کا کیا جواب ہے ؟ حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ۔ رَاَیْتُ رَبِّیْ (میں نے اپنے رب کو دیکھا ہے) اور ظاہر ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیث کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول پر فوقیت حاصل ہے ۔ کذا قال علامہ ابن حجر عسقلانی فی فتح الباری ۔

دوسری روایت | بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: مَا فَقَدْتُ جَسَدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم لَیْلَۃَ الْمِعْرَاجِ ـــــ معراج کی رات میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم مبارک گم نہیں کیا ۔

جواب ۱ : حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج بعثت کے ایک یا ڈیڑھ یا پانچ سال بعد اسلام کے ابتدائی زمانہ میں ہوئی ہے ۔ ان اقوال کے بموجب معراج مبارک ہجرت سے آٹھ سال یا ساڑھے گیارہ سال یا بارہ سال پہلے ہوئی ۔ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شادی مبارک ہجرت کے بعد ہوئی ۔ جب کہ حضرت عائشہ

صدیقہ کی عمر شریف ۹ سال تھی۔ظاہر ہے کہ اس صورت میں بر بنائے بعض اقوال معراج کے وقت حضرت عائشہ پیدا بھی نہیں ہوئی تھیں۔اور اگر ان کی پیدائش مان بھی لی جائے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ان کا پایا جانا ہجرت کے بعد ہی ہے۔پھر ان کا یہ فرمانا کہ میں نے حضور علیہ السلام کا جسم مبارک معراج کی رات گم نہیں کیا۔کیوں کر متصور ہو سکتا ہے؟

سوال:۔حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی یہ حدیث ان الفاظ سے بھی مروی ہے۔ مَا فُقِدَ جَسَدُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْلَتَہ الْمِعْرَاجِ۔

جواب ۱:۔محدثین کے نزدیک یہ روایت بلاشبہ غیر ثابت اور مبنی بر خبط ہے۔خلاصہ یہ کہ مَا فَقَدْتُ اور فُقِدَ دونوں روایتیں از روئے درایت و روایت صحیح نہیں۔اس لئے اس سے معارضہ کرنا باطل ہے۔

جواب ۲:۔اگر بر تقدیر تسلیم اس حدیث کے یہ معنی مراد لئے جائیں کہ ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا معراج مبارک کی سرعت اور اسکی قلیل ترین وقت میں ہونے کو بیان فرما رہی ہیں کہ حضور علیہ السلام کا آنا جانا اس قدر تیزی اور سرعت سے کے ساتھ واقع ہوا کہ گویا جسم مبارک گم ہونے ہی نہیں پایا تو بہ معنی دیگر روایات کے مطابق ہو کر صحیح قرار پائیں گے۔

سوال:۔حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا "ھل رأیت ربک" آپ نے رب تعالیٰ کو دیکھا آپ نے فرمایا، نورانی

جواب ۱:۔یہ حدیث محتمل ہے ۱۔اس کا ایک معنی یہ ہے کہ وہ نور ہے میں نے اسے دیکھا ہے ۲۔ وہ نور ہیں اسکے نور کو کس طرح بیان کر سکتا ہوں۔

یعنے اَنّٰی اَرَاہُ کا ترجمہ کَیْفَ اُبَیِّنُہٗ کرلیا جائے تو قواعد عربیہ کے مطابق ہے مخالف کا تمام توجیہات مثبت کو ترک کرکے صرف نفی کی توجیہہ کو ترجیح دینا اچھا نہیں، لیکن چونکہ مخالفین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات کی تنقیص کی قسم کھائی ہے اس لئے وہ مجبور ہیں ورنہ اُصول کا قاعدہ ہے کہ جب مثبت اور منفی میں تعارض ہوجائے تو مثبت کو ترجیح ہوتی ہے۔

جواب ۲ :۔ رؤیت باریتعالیٰ میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے اختلاف سے بھی امکان رؤیت کا ثبوت ملتا ہے۔ جیسا کہ نبراس صفہ ۲۶۱ پر لکھا ہے۔

اِخْتَلَفَ الصَّحَابَۃُ فِیْ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ھَلْ رَاٰی رَبَّہٗ لَیْلَۃَ الْمِعْرَاجِ اَمْ لَا وَالْاِخْتِلَافُ فِی الْوُقُوْعِ دَلِیْلٌ عَلَی الْاِمْکَانِ فَاِنَّ الرُّؤْیَۃَ لَوْکَانَتْ مُحَالًا لَاتَّفَقَتِ الصَّحَابَۃُ عَلٰی عَدَمِ وُقُوْعِھَا۔

صحابہ کرام کا اس میں اختلاف ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے معراج کی رات اپنے رب کو دیکھا ہے یا نہ؟ اور وقوع میں اختلاف کرنا امکان کی دلیل ہے۔ کیونکہ اگر رؤیت محال ہوتی تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا اس کے عدم وقوع پر اتفاق نہ ہوتا ——— !

سوال :۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اللہ کو دیکھنے سے عقل مانع ہے کیونکہ ایک دوسرے کو دیکھنے میں چند شرائط ضروری ہیں۔ مثلاً مرئی مکان میں ہو، اور وہاں جہت ہو، اور وہ دیکھنے والے کے سامنے ہو، ان میں مسافت ہو حتیٰ کہ بسبب قرب بھی رؤیت کو مانع جیسے پلکیں ہیں، اور بہت دُور بھی نہ ہو، اور باصرہ کی شعاعیں مرئی سے ملی ہوئی ہوں۔ اور یہ تمام شرائط باری تعالیٰ کی شان میں محال ہیں لہذا اسکی رؤیت ممکن نہ رہے گی۔

جواب ۱ :۔ اللہ تعالیٰ ہم کو دیکھتا ہے۔ یہاں رؤیت کا وجود پایا گیا مگر مذکورہ شرائط نہ پائے گئے جو جواب تم دو گے وہی ہمارا جواب ہے۔

جواب ۲ : اس میں شک نہیں کہ عادتِ الٰہیہ اسی طرح ہے کہ اسباب مذکورہ متحقق ہونے کے بعد رؤیت ہوتی ہے مگر خرق عادت کے طور پر اللہ تعالیٰ کو ہر امر پر قدرت ہے حتیٰ کہ مشائخ نے لکھا ہے کہ اندھا چین میں بیٹھ کر اندلس میں اڑتے مچھر کو دیکھ سکتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ اسکو دکھائے کیونکہ اللہ تعالیٰ کو تمام قدرت ہے۔ بخاری شریف میں ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پیچھے اس طرح دیکھتے جس طرح اپنے سامنے دیکھتے تھے تو یہاں رائی اور مرئی کے درمیان تقابل کی شرط مفقود ہونے کے باوجود رؤیت ثابت ہے۔

جواب ۳ :۔ رؤیت باریتعالی کے ثبوت میں ۱ قرآن مجید میں ہے۔
وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ - پ۲۹ ع ۱۶

قیامت کے دن ایمان داروں کے چہرے اپنے رب کو دیکھ کر تروتازہ ہوں گے۔ اگر رؤیت محال ہے تو قیامت کے دن ایمان دار کیسے دیکھیں گے نیز قرآن مجید میں ہے۔

كَلَّا اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ

خبردار بیشک وہ کافر لوگ اپنے خدا تعالیٰ کے دیدار سے قیامت کے دن دور ہوں گے یعنی دیدار سے محروم ہوں گے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ مومنوں کو اللہ تعالیٰ کا دیدار حاصل ہوگا دوست اور دشمن میں امتیاز ہو جائے ۔

گوئی بہ بہشت مہمائی است
بے دیدن میزبان چہ باشد
چوں دشمن ودوست را جا بست
پس فرق دراں میاں چہ باشد

۳ حدیث شریف میں وارد ہے۔ اِنَّکُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّکُمْ کَمَا تَرَوْنَ الْقَمَرَ لَیْلَۃَ الْبَدْرِ اور یہ حدیث متواتر ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ تم اپنے رب کو اس طرح دیکھو گے جس طرح چودھویں کا چاند دیکھتے ہو جب عام آدمی (مؤمن) آخرت میں اللہ تعالیٰ کی زیارت کریگا تو نبی علیہ السلام کے لئے اشکال نہ ہونا چاہئے کیونکہ قاعدہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام کے بہت سے اُمور دنیا میں اہلِ جنت کے ہوتے ہیں بالخصوص امام الانبیا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے بطریقِ اولیٰ یہ دولتِ دیدار دنیا میں ہونی چاہیئے۔

معراج سے واپسی

بعض لوگ اس وہم میں مبتلا ہیں کہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معراج پر جانے کا ذکر تو ہے لیکن واپسی کا ذکر کہیں نہیں حالانکہ آپ کا ذکر واپسی بھی قرآن پاک میں موجود ہے وہ ہے اسریٰ بعبدہٖ" با ئیمعنی کہ اسریٰ خود متعدی ہے باء اس کی متعدی پر داخل ہو کر بتا رہی ہے کہ خود اللہ لے گیا اور خود اس نے واپس پہنچایا

هذا آخر ما رقمه قلم الفقير،

القادری ابی الصالح محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہٗ

۱۳ ج ۱ ۱۴۰۷ھ شب چہارشنبہ بہاولپور۔ پاکستان

آغاز صاحب تفسیر روح البیان قدس سرہٗ کا مضمون معراج النبی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سُبْحٰنَ یہ تسبیح کا اسم ہے بمعنے التنزیہ اور تعجب کے معنے کو متضمن اور اس کا منصوب ہونا فعل مضمر سے ہے اور وہ دائمی طور پر ظاہر نہیں ہوتا ور اصل اسبح اللہ عن صفات المخلوقین سبحانا بمعنے تسبیحا یعنے اللہ تعالےٰ کو مخلوق کی صفات سے بالکل منزہ مانتا ہوں، پھر یہی اسم گویا فعل کا قائم مقام ہے جیسے معاذ اللہ میں مصدر کو فعل کا قائم مقام سمجھا جاتا ہے اسی طرح غفرانک وغیرہ میں۔

لہ : ترجمہ از فقیر اویسی۔

ف : بعض نے کہا : سبحان ۔ غفران کی طرح مصدر ہے بمعنے التنزیہ ۔

نکتہ : کلام کا آغاز اس کلمہ سے اس لئے کیا گیا ہے تاکہ معلوم ہو کہ اس کے مابعد کے مضمون سے اللہ تعالٰے کو عجز سے منزہ سمجھنا لازمی اور ضروری ہے ۔ نیز تنزیہ تعجب کے منافی نہیں ۔

تفسیر صوفیانہ تاویلات نجمیہ میں ہے کہ کلام کو تعجب سے شروع کرنے میں اس طرف اشارہ ہے کہ اس کے اور محبوب علیہ السلام کے مابین جو واقعہ ہوا نہایت ہی تعجب خیز اور حیرت انگیز ہے ۔

نکتہ (۱) : اسئلۃ الحکم میں ہے کہ اللہ تعالٰے نے اسراء کے بیان میں لفظ تنزیہ (سبحان) میں جیسے عقل والوں کو تنبیہ ہے ۔ اسی طرح وہمی مزاج کو بھی کہ شب معراج کے واقعات اگرچہ تمہارے عقول وافہام کو وسوسہ میں ڈالیں تو بھی دامن حق کو نہ چھوڑنا اس لئے کہ بظاہر ہم نے ان واقعات کو تمہارے امتحان کے لئے بیان کیا ہے تاکہ تم کو جہاں عقل وفہم جکڑ دیں تو فوراً کہہ دیا کرو : سبحان اللہ ۔ اس سے خیال کے پجاریوں اور اہل تشبیہ و تجسیم کا رد ہو گیا یعنے ان مذاہب کا جو اللہ تعالٰے کے لئے جہت و حد و مکان ثابت کرتے ہیں ۔

(اسی طرح پرویزیوں ، نیچریوں ، مرزائیوں و دیگر بد مذاہب کی بھی تردید ہوئی جو عقل کے پیش نظر حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی معراج جسمانی کے منکر ہیں[۱])

سوال : حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عروج سے تعجب ہوا لیکن نزول سے نہیں حالانکہ دونوں معاملے تعجب خیز اور حیرت انگیز ہیں اس کی کیا وجہ ہے ؟

جواب : چونکہ عروج میں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد دیدار الٰہی تھا اور نزول خلق خدا کے لئے تھا اور عروج کے مقصد میں اللہ تعالٰے کے لئے تشبیہ و تجسیم و مکانیت کا وہم پڑتا تھا اور نزول میں کسی قسم کا خدشہ پیدا نہیں ہو سکتا تھا اسی لئے عروج میں لفظ تنزیہ مذکور ہوا ہے ۔

نکتہ (۲) : حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم عالم کثیف میں رونق افروز تھے ۔ عالم کثیف کا عالم بالا کی طرف جانا واقعی تعجب ناک ہے بخلاف اوپر سے نیچے تشریف لانے کے ۔ اسی لئے تعجب کا کلمہ (سبحان) لایا گیا ۔

الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ تفسیر کاشفی میں ہے کہ پاکی اور بے عیبی ہے اس ذات کے لئے جو از راہ کرامت اپنے محبوب بندے حضرت محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم کو لے گیا ۔

حل لغات الاسراء بمعنے رات کو چلنا یہی اسری کا معنے ہے مثلاً کہا جاتا ہے : اسری وسری ای سار لیلاً یعنے وہ رات کو گیا اسی سے السریۃ السرایا کا واحد ہے اس لئے کہ وہ لشکر دشمن پر حملہ کرنے کے لئے

---

[۱] : اضافہ از فقیر اویسی

خفیہ جانا ہے اب معنیٰ یہ ہوا کہ اللہ تعالےٰ نے محبوب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو رات کے وقت سیر کرائی ۔

ازالۂ توہمات نصرنے فرمایا کہ اسریٰ کہنے سے وہمیوں کے تمام توہمات کافور ہوگئے اس لئے کہ اگر سا سا کہا جاتا تو لوگ کہتے کہ نبی علیہ السلام بشر ہوکر اوپر کیسے گئے اور پھر آن کی آن میں کیسے واپس آگئے اور کرات زمہریر و نار وغیرہ سے کیسے گزرے اللہ تعالےٰ نے اسے اپنی طرف منسوب فرمادیا کہ جسے اس کی قدرت پر ایمان ہے وہ کبھی ایسے اوہام باطلہ دل میں نہیں لائے گا ۔ اس کی مثال یہ حدیث ہے :

حبب الی من دنیاکم ثلاث

اس میں اگر حضور سرورعالم صلے اللہ علیہ وسلم احببت فرماتے تو بعض گندے مزاجوں میں وہم پیدا ہوتا کہ حضور نبی کریم علیہ السلام بھی دنیوی امور کی محبت میں گرفتار ہیں (معاذ اللہ) لیکن حضور علیہ السلام نے اس وہم کو دفع فرمایا کہ مجھے دنیوی امور سے اگر کوئی تعلق ہے تو وہ نفسانیت سے نہیں بلکہ امورِ الٰہی سے ہے ۔

نکتہ بعبدہٖ میں ایک نکتہ ہے ورنہ نبیہ کہا جاتا ۔ وہ یہ کہ امت کے بعض پاگل دماغوں میں توہم نہ ہو کر (معاذ اللہ) حضور سرورعالم صلی اللہ علیہ وسلم نبی بھی ہیں اور خدا بھی؛ جیسے نصرانیوں نے اپنے نبی علیہ السلام کے لئے سمجھا جب بعبدہ کہا گیا تو تصریح ہوگئی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نبی اور عبد ہیں خدا یا خدا تعالےٰ کے بیٹے نہیں ۔

عیسائیوں کے عقیدہ کی تفصیل عیسےٰ علیہ السلام کے بارے میں عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ عیسےٰ علیہ السلام اپنے جسم سمیت عالم اکوان سے نکل کر ملأ اعلیٰ کی طرف تشریف لے گئے اور یہ بظاہر بشریت کی عادات و اطوار کے منافی ہے اسی لئے معاذ اللہ وہ عبدیت میں نہ رہے بلکہ معاذ اللہ خدا ہوئے یا خدا کے بیٹے ۔

نکتہ بعبدہ میں لفظ باء اس لئے داخل کیا گیا ہے کہ باء کو عبدیت سے مناسبت ہے کہ جیسے عبدیت میں انکسار و عجز ہے ایسے ہی باء میں کہ حروف کے نیچے رہنا اس کا خاصہ ہے اس سے معلوم ہوا کہ عبدیت کو اللہ تعالےٰ کے ہاں بہت بڑا مقام حاصل ہے ۔ اسی لئے امام صاحب نے اپنی تفسیر میں لکھا :

العبودیۃ افضل من الرسالۃ

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبودیت ان کی رسالت سے افضل ہے اس کی دلیل یوں بیان فرمائی کہ عبودیت میں رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) خلق سے حق کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور یہ مرتبہ مقام الجمع ہے اور رسالت میں حق سے خلق کی طرف توجہ کرنی پڑتی ہے اور یہ مرتبہ مقام الفرق ہے [1] اور ظاہر ہے کہ مقام الجمع مقام الفرق سے افضل ہے ۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ عبودیت رسول علیہ السلام اپنے جملہ امور کا کفیل اللہ تعالےٰ کو بناتا ہے اور رسالت میں رسول علیہ السلام اپنی امت کے جملہ امور کا کفیل

---

[1] جیسے یہودیوں اور نصرانیوں اور پھر جیسے نجدیوں، وہابیوں، دیوبندیوں، مودودیوں اور پرویزیوں نے کہا ۔ (اویسی)

ہو کر اللہ تعالیٰ سے ملانے کی محنت میں ہوتا ہے ظاہر ہے کہ ان دونوں میں امر اوّل بہتر ہے ۔

معراج چونتیس بار حضرت الشیخ الاکبر قدس سرہٗ نے فرمایا کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج چونتیس بار ہوئی صرف ایک بار جسمانیت سے باقی روحانیت سے ! اور یہ گنتی قبل نبوت اور اس کے بعد تا وصال مکمل ہوئی ۔

ف : وحی کے نزول سے پہلے آپ کو معراج (روحانی وغیرہ) کا سلسلہ شروع ہوا تاکہ آپ پر وحی کے امور آسان ہوں جیسے روایاتِ صحیحہ میں ہے کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو آغاز نبوت سے قبل رویاصادقہ (سچے خواب آتے تھے) ۔

معراج جسمانی کی عقلی دلیل جسمانی معراج کی دلیل لفظ عَبْدِہٖ سے واضح ہے اس لئے کہ عبد روح مع جسد کو کہا جاتا ہے۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے براق لایا گیا اور براق جسم ثقیل شے ، اٹھانے کے لئے ہو سکتا ہے ورنہ روح کے لئے براق کس لئے ؟ تیسری دلیل یہ ہے کہ اگر روح سے معراج ہوتی تو پھر معراج کے منکرین کو انکار کیسا اس لئے کہ روح سے معراجی واقعات کو منکرین بھی محال نہیں سمجھتے انھیں انکار تھا تو جسمانیت سے (وہو المقصود)

بدعتی کی علامت کاشفی نے لکھا کہ وہ بدعتی گروہ ہے جو حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے جسم کو ثقیل سمجھ کر جسمانی معراج کا انکار کرتا ہے۔ اس لئے کہ وہ نہ صرف شان نبوت کا منکر ہے بلکہ اسے قدرت حق کا بھی انکار ہے

ے

آنکہ سرشت تنش از جان بود
سیر و عروجش بتن آسان بود

ترجمہ : [illegible] کی تخلیق ہی روحانی ہو اس کے لئے جسم کے ساتھ معراج کو جانا کیا مشکل ہے ۔]

نبی علیہ السلام کی بشریت بھی نوری تھی

[صاحب روح البیان صفحہ ۱۰۳ جلد ۵ آیت ہذا کے تحت لکھتے ہیں کہ]

• قد ذکروا ان جبریل علیہ السلام اخذ	احادیث میں مذکور ہے کہ جبرائیل علیہ السلام نے حضور علیہ السلام
طینۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فعجنہا	کے جسم مبارک کا خمیر لیا تو اسے بہشت کے پانیوں سے دھویا
بمیاہ الجنۃ وغسلہا من کل کثافۃ و	یہاں تک کہ اس سے جملہ کثافتیں اور کدورتیں دور ہوئیں اس
کدورۃ فکان جسدہ الطاھر من العالم	اعتبار سے آپ کا جسم بھی آپ کی روح پاک کی طرح نوری ہوگا۔

لہ ۔ : اسی لئے ہم حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کہتے ہیں کہ آپ نور ہیں اور آپ کی بشریت بھی نوری ہے ۔ فافہم ولا تکن من الوھابیین الجاھلین ۱۲ ۔ اویسی غفرلہ ۔

العلوی ۔ (کروحہ الشریف)

سوال : کس شئے میں حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج ہوئی ؟

جواب : حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا :

اسری بی فی قفص من لؤلؤ فراشہ من ذھب — مجھے موتیوں والے پنجرے میں سیر کرائی گئی جس کا بستر موتیوں کا تھا ۔ (کذا فی بحر العلوم ؛ روح البیان صـ ۱۰۳، ج ۵)

لَیۡلاً رات کے وقت اس کا منصوب ہونا علےٰ الظرفیہ ہے لیسے تاکید کے لئے لایا گیا ہے اس لئے کہ اسراء رات کو ہوتا ہے اس میں بال برابر بھی شک نہیں کہ دن کو ہوا ہوگا اور اس سے یہ بھی واضح ہوا کہ معراج خواب میں ہونے کا وہم بھی غلط ہے ۔ (کذا فی لسان العرب)

ف : اس میں اشارہ ہے کہ اسرار رات کے تھوڑے سے وقت میں ہوا اس لئے کہ لَیۡلاً کی تنکیر لبعضیت پر دلالت کرتی ہے ۔ لفظ لیلاً کے مفرد ہونے سے معلوم ہوتا ہے کہ جیسے حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو رات کے تھوڑے سے حصہ میں معراج ہوئی اسی طرح وہ رات کے ایک ہی فرد میں ہوا ۔ بخلاف اس کے کہ کہا جائے : سرت اللیل یعنے لیل کو معرف باللام لایا جاتا تو اس میں مذکورہ بالا معنیٰ صحیح نہ ہوتا بلکہ اس سے ثابت ہوا کہ معراج ساری رات ہوئی ۔ اس معنے پر لیلاً اسراء کے لئے معیار ہوگی نہ ظرف ۔ حالانکہ مقصود یہ ہے کہ لیلاً اسرار کے لئے ظرف ہو ۔

ف : معراج ستائیسویں رجب سوموار کی شب کو ہوئی ۔ اسی پر اکثر امہ ، کا اتفاق ہے ۔

اعجوبہ : حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو پیر کی رات معراج ہوئی اور پیر کے دن مکہ معظمہ سے ہجرت کر کے روانہ ہوئے تو پیر کے دن مدینہ طیبہ میں داخل ہوتے اور پیر کے دن ہی آپ کی وفات (وصال) ہوئی ۔

نکتہ صوفیانہ اس میں حضور علیہ السلام کے لئے اشارہ ہے کہ آپ کا تعین ثانی ہے جب کہ سوموار کو یوم الاثنین کہا جاتا ہے ۔ الف اور یوم الاحد میں بمنزلہ تعین الذات کے لئے مانے گئے ہیں اور "با" اور یوم الاثنین بمنزلہ تعین الصفات کے ۔ (فافہم ولا تکن من المنکرین) ۔

شب معراج کی تعریف میں حضرت جامی قدس سرہ نے لکھا : ؎

① ز قدر او مثالے لیلۃ القدر
ز نور او براتے لیلۃ البدر

② سواد طرہ اش خجلت دہ حور
بیاض غرہ اش نور علےٰ نور

(۳) نسیمش جعد سنبل شانہ کردہ
ہوایش اشک شبنم دانہ کردہ

(۴) بسمار ثوابت چرخ سیار
بہ بستہ در جہان درہائے ادبار

(۵) طرب را چون سخن خنداں از ولب
گریزاں روز محنت زو شبا شب

(۱) اس کی قدر و منزلت یہ ہے کہ لیلۃ القدر اس کی ایک مثال اور لیلۃ البدر کو اس کے نور سے تھوڑا سا حصہ ملا۔

(۲) اس کی سیاہی حور کو شرمندہ کن ہے اس کی سفیدی نور علیٰ نور ہے۔

(۳) نسیم نے سنبل زلفوں کو کنگھا کیا اس کی ہوا نے شبنم کے دانے بنائے۔

(۴) آسمان کے ثوابت کی میخوں سے بدبختی کے دروازے جہاں سے بند کر دیئے۔

(۵) خوشی کے اسی سے لب خندان۔ اسی سے رات و رات محنت کے ایام بھاگ نکلے۔

سوال: معراج دن کے بجائے رات کو کیوں ہوئی۔ بہتر تھا کہ دن کو ہوتی تاکہ کسی کو طعن و تشنیع کا موقعہ نہ ملتا؟

جواب (۱) رات محبوبوں کے ساتھ رَل بیٹھنے کے لئے بنائی گئی ہے۔ گویا رات حظ الفراش والوصال اور دن حظ اللباس والفراق ہے یا یوں کہو رات مظہر البطون اور دن مظہر الظہور ہے۔

(۲) رات راحت کا موجب ہے اور رات بہشت کا نمونہ ہے اور دن کاروبار و دیگر ضروریات کے لئے تھکان کا موجب ہے اور تھکان والی شئے محبوبی شان کے خلاف تھا اسی لئے بجائے دن کے رات کو معراج ہوئی۔

ف: ایک روایت میں ہے کہ حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو ہجرت سے ایک سال پہلے معراج ہوئی یعنے بعثت مبارکہ کے بارہویں سال معراج کو تشریف لے گئے۔

مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ صحیح تر روایات سے یونہی معلوم ہوتا ہے کہ حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو بی بی ام ہانی بنت ابی طالب کے گھر سے معراج ہوئی اور بی بی کا گھر حرم شریف میں ہے اور ظاہر ہے کہ حرم شریف سارے کا سارا مسجد شریف ہے۔

مسئلہ: فقہاء فرماتے ہیں حرم شریف کا احاطہ مدینہ طیبہ کی طرف سے تین میل اور عراق سے سات میل اور جعرانیہ سے نو میل اور طائف سے سات میل اور جدہ سے دس میل ہے۔

مسئلہ: میقات کے مواقیت خمسہ خود حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے مقرر فرمائے کہ ان پانچوں مقامات سے

حرم شریف کے لئے احرام باندھا جائے اور وہ مقامات حرم میں اور حرم شریف مسجد حرام میں فنا ہے ۔

نکتہ صوفیانہ بیت ذات کی طرف اور مسجد حرام صفات کی طرف اور حرم افعال کی طرف اور مواقیت کا خارج آثار کی طرف اشارہ ہے یعنے جو مکہ معظمہ کا ارادہ کرتا ہے زیارت کے لئے یا ویسے تو اسے چاہیئے کہ ان ہی مقامات سے احرام باندھے بغیر تجاوز نہ کرے اس طرح سے ان مقامات کی تعظیم مطلوب ہے ۔

مسئلہ: جیسے ان مقامات کی تعظیم ضروری ہے ایسے ہی مساجد کی تعظیم بھی لازمی اور ضروری ہے اسی طرح مشائخ کے حضور کی حاضری میں ان کی مجالس کے آداب ظاہراً و باطناً ضروری ہیں ۔

اعجوبہ: مروی ہے کہ حجرِ اسود کو جب بہشت سے نکال کر حرم شریف میں لایا گیا تو اس کے اندر نور تھا اس کے نور کی روشنی جہاں تک پہنچی وہی حرم کا احاطہ مقرر ہو گیا ۔

ف: مروی ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام بہشت سے زمین کی طرف تشریف لائے تو اللہ تعالےٰ سے بامید قبولیت توبہ چالیس سال سربسجود رہے ۔ چالیس سال کے بعد اللہ تعالےٰ نے جبریل علیہ السلام کو آدم علیہ السلام کے ہاں بھیجا کہ آپ کی توبہ قبول ہوگئی ہے اس پر آدم علیہ السلام نے عرض کی کہ اے الٰہ العالمین ! عرش معلّٰی کے گرد میرے چالیس سال کے طواف قضا ہوگئے ۔ اللہ تعالےٰ نے آدم علیہ السلام کی درخواست پر بیت المعمور کو زمین پر اتارا تاکہ آدم علیہ السلام اس کا طواف کر کے اپنی قضا پوری کریں ۔ وہ بیت المعمور سرخ یاقوت کا تھا اس کی روشنی سے مشرق و مغرب چمک اٹھے اس کے نور سے جن و شیاطین بھاگے اور گھبرا کر خلاء آسمان پر پھیل گئے جب دیکھا کہ اس نور کا مرکز مکہ معظمہ ہے تو مکہ میں اترنے کی کوشش کی ! اللہ تعالےٰ نے مکہ معظمہ پر ملائکہ کرام کا پہرہ لگا دیا ملائکہ کرام کعبہ معظمہ کے گرد پہرہ کے لئے کھڑے ہو گئے اس وقت یہاں تک ملائکہ کرام نے کھڑے ہو کر پہرہ دیا اسی جگہ تک حرم مقرر ہوا چونکہ ملائکہ کرام نے اس جگہ تک شیاطین و جن کو روکے رکھا اسی وجہ سے اس کا نام حرم شریف ہو گیا ۔

اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا مسجد اقصٰی سے بیت المقدس مُراد ہے اور اسے اقصٰی اس لئے کہا جاتا ہے کہ اقصٰی بمعنے ابعد اور چونکہ مسجد حرام سے یہاں تک سوائے اسی مسجد اقصٰی کے اور کوئی مسجد نہیں تھی اسی لئے اسے اقصٰی بمعنے ابعد کے نام سے موسوم کیا گیا یعنے اقصٰی بمعنے ابعد المساجد من مکہ ۔

مسجد حرام اور مسجد اقصٰی کی درمیانی مسافت ایک مہینے کی راہ تھی ۔

صوفیانہ تحقیق بعض عارفین کا ارشادِ گرامی ہے کہ مسجد حرام سے مقام قلب مُراد ہے اس لئے کہ یہاں قوائے بدنیہ حیوانیہ کے مشرکین پر طواف کرنا حرام کر دیا گیا ہے اور انہیں روکا گیا کہ قلب کے حرم میں فواحش و خطایا کا ارتکاب نہ کریں اور اللہ تعالےٰ کا حکم ہے کہ قلب کے حرم میں قوائے حیوانیہ یعنے صفات بہیمیہ و سبعیہ نہ آنے پائیں اور مسجد اقصٰی میں مقام روح کی طرف اشارہ ہے اس لئے کہ شہود تجلیات الذات کی وجہ سے عالم جسمانی سے بہت بعید ہے ۔

مسئلہ ہدیۃ المہدین میں لکھا ہے کہ حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کا مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک بیداری میں تشریف لے جانا نص قطعی سے ثابت ہے اور اسی پر امت کا اجماع ہے۔ اس کے بعد آسمانوں تک آپ کا تشریف لے جانا اخبارِ مشہورہ سے ہے اس کے بعد جنت یا عرش یا تمام عوالم کی سیر (معراج) اخبار احاد سے ثابت ہے۔

مسئلہ کاشفی نے لکھا ہے کہ چونکہ مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک تشریف لے جانا نص قطعی سے ثابت ہے اسی لئے اس کا منکر کافر، اور آسمانوں تک اس کے بعد مرتبۂ قربت تک پہنچنا اخبارِ مشہورہ سے ثابت بلکہ روایاتِ حد تواتر کے قریب پہنچی ہیں اسی لئے اس کا منکر گمراہ اور بدعتی ہے[1]

؎

(۱) شاہد معراج نبی وافر است
و آنکہ مقر نیست بدین کافر است

(۲) دستگہ سلطنت این وصال!
نیست بہ پامردی خیل خیال

(۳) عقل چہ داند چہ مقامست این
عشق شناست کہ چہ دامست این

(۱) نبی علیہ السلام کے معراج کے شاہد بہت ہیں جو اس کا اقراری نہیں وہ اسی وجہ سے کافر ہے۔

(۲) اس وصال کی سلطنت پر کسی کو قابو نہیں دیا گیا۔

(۳) عقل بیچارہ کیا جانے کہ یہ کیا مقام ہے عشق کو معلوم ہے کہ یہ کیسا دام ہے۔

اَلَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ وہ مسجد کہ جس کے گرد ہم نے برکات نازل فرمائی ہیں یعنی اس مسجد کا ماحول دنیوی و دینی برکات سے مالامال ہے اس لئے کہ یہاں وحی اور ملائکہ کا نزول ہوتا رہا اور موسیٰ علیہ السلام کے وقت سے تا خاتم الانبیا حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم، انبیاء علیہم السلام کی عبادت گاہ رہی اور ہر طرف سے انہار اور بھلدار اشجار ہیں۔ دمشق، اردن اور فلسطین جیسے آباد اور مشہور بلاد اس کے قرب میں واقع ہیں۔ **لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا** تاکہ ہم انہیں اپنی آیات دکھائیں۔ یہ اسرار کی نہایۃ ہے اس میں اشارہ ہے کہ اسراء کی ایک حکمت یہ بھی تھی کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ذاتی اور مخصوصہ آیات دکھائی جائیں اور یہ وہ شرف ہے کہ سوائے حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے نہ پہلے کسی کو نصیب ہوا اور نہ بعد میں کسی کو

---

[1]: غیر مقلد وہابی صرف آسمانوں کے معراج کے قائل ہیں قربت کے منکر ہیں۔ مرزائی چکڑالوی نیچری وغیرہ سرے سے معراج جسمانی کے منکر ہیں۔ اس معنی پر ان کو کیا لقب ملا۔ (اویسی)

نصیب ہو سکتا ہے اگرچہ ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام بھی معزز ترین تھے لیکن انھیں ملکوت السموات و الارض تک محدود رکھا۔ کما قال :

وکذلک نری ابراھیم ملکوت السموٰت

والارض

اور حبیب کریم رؤف رحیم صلے اللہ علیہ وسلم کو ربوبیت کی بڑی بڑی آیات دکھائیں :

کما قال :

فقد رای من آیات ربہ الکبریٰ

وہ اس لئے تاکہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر دونوں مراتب یعنے مرتبہ محبیّت اور مرتبۂ محبوبیت حاصل ہو جائیں۔

ف : آیت میں مِن تبعضیہ ہے یہی وجہ ہے کہ شب معراج حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم اللہ تعالےٰ کی غیر متنہیٰ آیات عظیمہ میں سے بعض آیات دکھائی گئیں۔

نکتہ : آیات کو اللہ تعالےٰ نے اپنی طرف اسی لئے مضاف فرمایا ہے تاکہ بندوں کو معلوم ہو کہ وہ آیات بہت عظیم الشان تھیں کیونکہ قاعدہ ہے کہ :

المضاف الی العظیم عظیم

یعنے مضاف الیہ عظیم الشان ہو تو مضاف بھی عظیم الشان ہوگا۔

سوال : ملکوت السموٰات و الارض میں ابراہیم علیہ السلام کی معراج کا ذکر ہے اور اس میں علی الاطلاق ملکوت السموٰت والارض دکھلانے کا ذکر ہے اور حضور نبی کریم علیہ السلام کے معراج میں من آیاتنا فرما کر بعض آیات دکھلانے کا بیان ہے اس موازنہ سے ثابت ہوتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کی معراج حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے معراج سے افضل و اعلیٰ ہے۔

جواب : ہم نے پہلے بھی عرض کیا ہے کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھائی ہوئی آیات کو اللہ تعالےٰ نے اپنی طرف مضاف فرمایا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ آیات باعظمت ہیں اسی لئے کہ اللہ تعالےٰ کی طرف مضاف ہیں اگرچہ بعض سہی لیکن مطلق ملکوت السموٰات و الارض سے افضل اور اشرف و اعلیٰ ہوئیں کیونکہ ابراہیم علیہ السلام کو دکھائی ہوئی آیات اگرچہ کل ہیں لیکن وہ اللہ تعالےٰ کی مخصوص آیات نہیں اس معنے پر حضور علیہ السلام کی آیات کو اللہ تعالےٰ نے بہت بڑی عظمت شان والی خود بیان فرمایا :

کما قال :

لقد رایٰ من آیات ربہ الکبریٰ

آیاتِ کبریٰ کی تفصیل

بعض تفاسیر میں ہے کہ آیات کبریٰ یہ ہیں :

(۱) بیت اللہ سے بیت المقدس کی ایک ماہ کی مسافت کو تھوڑے سے لمحے کو طے کرنا۔

(۲) بیت المقدس کا مشاہدہ۔

(۳) انبیاء علیہم السلام کا متمثل ہو کر حاضر ہونا۔

(۴) حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کا ان کے بلند مقامات سے واقفیت حاصل کرنا۔ اسئلۃ الحکم میں ہے کہ آیات کبریٰ سے مُراد وہی ہے جو حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے خود بیان فرمایا اور

(۵) ستاروں کا دیکھنا۔

(۶) آسمانوں کی سیر۔

(۷) معارج عُلیا پہ جانا۔

(۸) رفرف اَدْنٰے۔

(۹) اقلام قضا و قدر کی آواز سننا۔

(۱۰) الواح کا مشاہدہ۔

(۱۱) ان انوار کو جو سدرۃ المنتہیٰ کو ڈھانپے ہوئے ہیں، دیکھنا۔

(۱۲) ارواح۔

(۱۳) علوم۔

(۱۴) اعمال کے انتہائی مقام کا معائنہ۔

(۱۵) قاب قوسین کے مقام پر فائز ہونا وغیرہ۔

(۱۶) آیات الانفس کا مشاہدہ:

کما قال تعالٰے:

سنریھم اٰیاتنا فی الاٰفاق وفی انفسھم

یاد رہے کہ قاب قوسین کا مقام آیات آفاق میں داخل ہے۔

(۱۷) اَوْ اَدْنٰے کا مقام طے کرنا۔ یہ مقام آیات الانفس میں شامل ہے یہ مقام المحبۃ اور مختص بالھُو ہے۔

(۱۸) مقام فاوحیٰ الی عبدہ ما اوحیٰ کا مشاہدہ اور اسے مقام مسامرہ وھُوَ الھُوَ یا غیب الغیب کہتے ہیں۔ چنانچہ خود خداوند قدوس نے فرمایا:

ماکذب الفؤاد ما راٰی

دراصل فواد قلب کے قلب کو کہا جاتا ہے اور قلب کو بھی رؤیت حاصل ہے اور الفواد کو بھی۔ رؤیت قلب وہ ہے جس کا نابینا بھی ادراک کرتا ہے۔

کما قال تعالٰے :

ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور

لیکن وہ دل اندھے ہو جاتے ہیں جو سینوں میں ہیں اور فواد نابینا نہیں ہو سکتے اس لئے کہ اسے کون (مخلوق) سے کسی قسم کا تعلق ہی نہیں اسے صرف اپنے آقا و مولیٰ سے تعلق ہے اور بس۔

فاوحیٰ الی عبدہٖ سے مطلق عبد مُراد ہے! اور وہ ہے جو ہر طرح سے عبد ہو جس طرح اللہ تعالٰے اپنی الوہیت میں جملہ وجوہ سے منزہ ہے اسی طرح عبد بھی عبودیت میں من کل الوجوہ منزہ ہے اسی لئے انھیں ایک مکان سے دوسرے مکان کی جانب لایا گیا تاکہ انھیں ان آیات کا نظارہ کرائیں جو ان سے غائب تھیں گویا اللہ تعالٰے نے فرمایا کہ میں نے اپنے عبد محبوب صلے اللہ علیہ وسلم کو اس لئے سیر کرائی تاکہ آپ میری خاص آیات دیکھیں میں نے اپنے لئے نہیں بلایا اس لئے کہ میں تو حدود و مکانات سے پاک و منزہ ہوں بلکہ اس کے لئے زمان و مکان کی نسبت ایک حیثیت رکھتا ہے۔

حدیث قدسی ہے :

انا الذی وسعنی قلب عبدی فکیف اسری بہ الی

"میں بندے کے قلب میں ہوں جب میں اس کے قلب میں ہوں تو پھر اسے معراج کے لئے دور بلانے کا کیا معنے"؟ ہاں یہ ہے کہ اللہ تعالٰے اپنے حبیب کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہا عروجاً بھی نزولاً بھی اور استواءً بھی ۔

اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ بے شک وہ اللہ تعالٰے اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال سنتا ہے لیکن کان کے بغیر جیسے وہ بولتا ہے آلۂ تکلم کے بغیر یعنے اللہ تعالٰے کو نہ زبان کی محتاجی ہے نہ کان کی۔ اسی طرح ہر شئے کو جانتا ہے یعنے علم کے آلہ کے بغیر یعنے اسے قلب کی بھی ضرورت نہیں جیسے انسان کسی شئے کو جاننے سمجھنے میں قلب کا محتاج ہے ۔ اَلْبَصِیْرُ○ اور وہ بلا بصر ہر شئے کو دیکھتا ہے یعنے اپنے محبوب علیہ السلام کی جس طرح چاہتا ہے تعظیم و تکریم کرتا ہے اور اسے اپنا مقرب بناتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ معراج صرف نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم کے اظہار کے لئے ہوئی ورنہ اللہ تعالٰے تو اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال کو ہر وقت سنتا دیکھتا ہے اسے ان امور میں معراج کے سبب کی ضرورت نہیں ہے ۔

حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم بھی سمیع و بصیر

تاویلات نجمیہ میں ہے :

اشارۃ الی ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم — آیت میں اشارہ ہے کہ حضور علیہ السلام سمیع ہیں ۔

ھو السمیع [1]

---

[1] روح البیان جلد ۵ صفحہ ۱۰۶

اس کے متعلق دلیل دیتے ہوئے فرمایا :

حدیث قدسی میں ہے :

كنت له سمعا فبی يسمع و بی يبصر ۔ میں اسی کی سمع ہوں مجھ سے سنتا اور مجھ سے دیکھتا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ

فتحقيقه لنريه من اياتنا المخصوصة بجمالنا وجلالنا انه هو السميع بسمعنا البصير ببصرنا فانه لا يسمع كلامنا الا بسمعنا و لا يبصر جمالنا الا ببصرنا ۔[1]

اس کی تحقیق یہ ہے کہ ہم انھیں اپنے جمال و جلال سے اپنے آیات مخصوصہ دکھائیں کیونکہ وہ ہماری سمع سے سمیع اور ہماری بصر سے بصیر ہیں وہ ہمارا کلام ہماری سمع سے سنتے اور ہمارا جمال ہماری بصر سے دیکھتے ہیں۔

ے

چوں در مکتب بے نشانے رسید
چگویم کہ آنجا چہ دید و شنید
ورق در نوشتند وگر شد سبق
شنیدن بحق بود و دیدن بحق !

ترجمہ : جب وہ بے نشان مکتب میں پہنچے تو میں کیسے کہوں کہ وہاں کیا دیکھا اور کیا سنا وہاں اوراق لپیٹ لئے گئے درس بھی گر تھا حق سے سنا اور حق سے دیکھا ہوا اور بس ۔

واقعہ معراج ۲۷ رجب شب سوموار کو حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم بی بی ام ہانی بنت ابی طالب کے گھر آرام فرما تھے مشہور قول یہ ہے کہ بی بی مذکورہ کا نام فاختہ تھا۔ فتح کے دن مسلمان ہوئیں۔ آپ کا شوہر ہبیرہ فتح مکہ کے دن بھاگ کر نجران کی طرف چلا گیا اور وہیں پر کفر پہ مر گیا۔ حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم عشاء کی دو رکعتیں (سنت) بعد فرض والی، پڑھ کر وہیں پہ سو گئے۔ بی بی ام ہانی کے گھر کی چھت چیر کر گھر کے اندر جبریل و میکائیل اور اسرافیل علیہم السلام داخل ہوئے اور ہر ایک کے ساتھ علیحدہ علیحدہ ستر ستر ہزار فرشتہ تھا۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنے پروں سے جگایا۔

حضرت عارف جامی قدس سرہ نے فرمایا :

ے

---

[1] :- روح البیان جلد ۵ صفحہ ۱۰۶

(۱) درین شب آن چراغ چشم بینش
سزائے آفرین از آفرینش

(۲) چوں دولت شد زبد خواہاں نہانے
سوئے دولت سرائے اُمِّ ہانی

(۳) بہ پہلو تکیہ بر مہد زمین کرد
زمین را مہد جان نازنین کرد

(۴) دلش بیدار چشمش در شکر خواب
ندیدہ چشم بخت این خواب درخواب

(۵) درآمد ناگہاں ناموس اکبر !
سبک روتر ازیں طاؤس اخضر

(۶) بروما لید پر کاے خواجہ برخیز
کرا امشب خوابت آمد دولت انگیز

(۷) بروں بریک زماں زیں خوابگہ رخت
تو بخت عالمے بے خواب بہ بخت

[ترجمہ: (۱) اسی رات وہ دانائی کے چشم و چراغ جو آفرین والے سے آفرین و تحسین کئے ہوئے ہیں۔

(۲) جب یہ دولت دشمنوں سے پوشیدہ ام ہانی کے گھر کی طرف روانہ ہوئے۔

(۳) پہلو مبارک زمین پر رکھا اور زمین کو آپ کے پہلو مبارک سے زینت نصیب ہوئی۔

(۴) آپ کا دل بیدار اور آنکھ خواب میں تھی۔ نہیں دیکھا کسی بخت والی آنکھ نے ایسا خواب۔

(۵) اچانک جبرئیل علیہ السلام حاضر ہوئے جو اسی آسمان سبز رنگ سے زیادہ تیز رفتار ہیں۔

(۶) آپ کے قدموں پر کافور لگا کر عرض کی: آج رات آپ کی نیند بخت آور ہے۔

(۷) تھوڑی دیر کے لئے اس خواب گاہ سے تشریف لے چلیے۔ آپ جملہ عالم کے لئے بخت ہیں۔]

حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: میں بیدار ہوا دیکھا کہ میرے ہاں جبریل علیہ السلام حاضر ہیں میں نے ان سے کہا: اے جبریل علیہ السلام! کیوں آئے؟ عرض کی:

یا محمد ان ربی تعالیٰ بعثنی الیک امرنی	اے محبوب محمد صلے اللہ علیہ وسلم! رب تعالےٰ نے مجھے بھیجا
ان انتیہ بک فی ھذہ اللیلۃ بکرامۃ لم یکرم	تاکہ میں آپ کو اسی شب تعظیم و تکریم سے لے جاؤں۔ آپ

بھا احد قبلک ولا یکرم بھا احد بعدک | سے پہلے کسی کی تعظیم نہ ہوئی اور نہ آپ کے بعد ہوگی آپ چاہیں
فانک ترید ان تکلم ربک وتنظر الیہ و | تو آج رات اپنے رب سے کلام کریں اس کے عجائبات
تری فی ھذہ اللیلۃ من عجائب ربک و | دیکھیں اور اس کی قدرت وعظمت کا معائنہ ومشاہدہ فرمائیں۔
عظمۃ وقدرتہ [1]

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا دجبریل علیہ السلام کے اس بیان کے بعد میں نے اٹھ کر وضو کر کے دوگانہ پڑھا۔ اس کے بعد جبریل علیہ السلام نے حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کا سینہ مبارک چاک کیا یعنے حلقوم کے نیچے سے لے کر پیٹ مبارک تک چاک کیا بلکہ جبریل علیہ السلام نے ایسے ہی انگلی سے اشارہ کیا تو مقام مذکورہ چرگیا آپ کے سینہ مبارک سے خون بھی جاری نہ ہوا اور نہ ہی آپ کو اس سے درد محسوس ہوا اس لئے کہ یہ بطور خرق عادت کے منجملہ معجزات کے آپ کا یہ بھی معجزہ تھا۔ اس کے بعد جبریل علیہ السلام ایک تھال زمزم شریف کے پانی کا لائے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا قلب اطہر نکال کر اسے تین بار دھویا اس کے اندر جو شئے نبوت کی شان کے لائق نہیں تھی اسے باہر نکال کر پھینکا۔

مسئلہ اس سے معلوم ہوا کہ زمزم کا پانی تمام پانیوں سے افضل ہے خواہ وہ بہشت کا پانی ہو یا کوئی اور۔ اس کے بعد جبریل علیہ السلام ایک اور تھال سونے کا لائے جو ایمان وحکمت سے پُر تھا اسے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر پر ڈال دیا۔

ف: ہمارے نزدیک معانی کو اجسام میں متمثل کر کے دکھایا جاتا ہے جیسے علم کو دودھ کی شکل میں دکھایا پھر اس کے اندر سکینہ ڈالی گئی اس کے بعد آپ کے قلب اطہر کو اس کے اصلی مقام پہ رکھا گیا اسی وجہ سے آپ کے سینے مبارک پر دھاگے کے برابر نشان نظر آتا تھا یہ حضرت جبریل علیہ السلام کے ہاتھ مبارک کا نشان تھا۔

ف: حضور علیہ السلام کا سینہ مبارک تین بار شق ہوا۔

(۱) آپ جب بنی سعد کے ہاں تھے اس وقت آپ کی عمر پانچ سال تھی۔ کذا قال ابن عباس رضی اللہ عنہما اس بار آپ کے دل سے وہ سیاہ ٹکڑا نکالا گیا جہاں شیطان انسان کے دل پر بیٹھ کر وسوسے ڈالتا ہے اسے حظ الشیطان سے تعبیر کیا جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر میں شیطان کا کچھ حصہ نہ تھا جیسے عام انسانوں میں ہوتا ہے! اور نہ ہی آپ کو کھیل کود کی طرف رغبت تھی وغیرہ وغیرہ اور یہ صرف حضور علیہ السلام کے خواص سے ہے ورنہ دوسرے پیغمبران عظام علیہم السلام کو یہ مرتبہ حاصل نہیں تھا اس لئے کہ ان کا اس طریقہ سے سینہ چاک نہیں ہوا تھا۔

شان ولایت: حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وارثین اولیاء کاملین کو بھی حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل یہی مرتبہ

---

[1] روح البیان جلد ۵ صفحہ ۱۰۶

نصیب ہوا کہ ان کے قلوب میں بھی شیطان کا کوئی حصہ نہیں تھا اور ان کے قلوب سے شیطان کا حصہ نکلنے کا موجب ان کی سیاہ تھے ہوتی ہے جو بعض کو بیداری کی حالت میں ہوتی ہے اور بعض کو حالت فنا میں اور بعض کو کسی دوسرے طریقے سے۔ لیکن ان میں سے پہلا طریقہ زیادہ بہتر ہے اس لئے کہ اس سے قلب صحیح طریقہ سے صاف ہو کر ان سے عبادات عادات کی طرح ادا ہوتے ہیں۔

ف: اسی موقعہ پر حضرت جبریل علیہ السلام نور کی مہر لائے کہ جسے دیکھ کر دیکھنے والے حیران ہو جاتے اس سے حضور علیہ السلام کے قلب پر مہر لگائی اس کی وجہ سے آپ کا قلب محفوظ رہا اس کے بعد آپ کے دونوں کاندھوں کے درمیان مہر نبوت لگائی جس سمجھا جاتا تھا کہ یہ نبوت کی علامت ہے اسی مہر کے گرد سیاہ تل جن میں چند سیاہ بال تھے جن کا میلان بارگاہ حق کی طرف محسوس ہوتا تھا اور وہ مہر نبوت سیب یا کبوتر کے انڈے کی طرح معلوم ہوتی تھی۔

ف: الحجلہ ایک پرندہ ہے قطاہ (چڑیا) کی طرح کبوتر سے چھوٹا جس کے پاؤں اور چونچ سرخ ہوتی ہے۔ اسے جنگلی مرغی بھی کہا جاتا ہے اور زر بمعنے اسی پرندے کا انڈہ۔

ف: ترمذی نے فرمایا کہ اس سے حجلہ السریر مراد ہے اور حجلہ حجال کا واحد ہے بمعنے دلہن کا چھپر کھاٹ۔ (کذا فی حیوۃ الحیوان)

ف: مہر نبوت پر لکھا تھا: لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ یا لکھا تھا: محمد نبی امین (وغیرہ وغیرہ)۔

ف: روایات کے اختلاف کی وجہ یہ نہیں کہ واقعی مہر نبوت میں اختلاف تھا بلکہ دیکھنے والوں کے مختلف حالات تھے وہ اس لئے کہ بندوں کے حالات مختلف ہوتے اور انہیں تجلیات مختلف نظر آتے تھے۔ کچھ ان تجلیات کے کوائف بھی بدلتے رہتے تھے۔

شان ولایت اور شیطان کی حکایت

حضرت امام دمیری قدس سرہٗ نے فرمایا کہ اللہ تعالٰے کے کسی ولی نے سوال کیا کہ اسے وہ کیفیت دکھائی جائے جس سے انہیں مشاہدہ ہو کہ وہ بندوں میں کس طرح وسوسہ ڈالتا ہے۔ اللہ تعالٰے نے اسے بلور کی صورت دکھائی جس کے دونوں کاندھوں کے درمیان سیاہ تل پرندے کے گھونسلے کی طرح نظر آتا تھا اس پر شیطان آکر پہلے اسے ہر طرف سے سونگھتا ہے پھر دل کی جانب اپنی سونڈ داخل کر کے وسوسہ ڈالتا ہے جب انسان اللہ تعالٰے کا ذکر کرتا ہے تو شیطان اپنی سونڈ پیچھے ہٹا لیتا ہے اس لئے اس کا نام خناس پیچھے ہٹانے والا ہے۔ اسے جب دل میں اللہ تعالٰے کے ذکر کی شعاعیں نظر آتی ہیں تو پیچھے بھاگ جاتا ہے اسی وجہ سے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم دونوں کاندھوں کے درمیان پچھنے لگواتے تھے بلکہ امت کے لئے بھی حکم فرماتے اور فرمایا کہ اسی طرح مجھے جبریل علیہ السلام نے نصیحت فرمائی تاکہ شیطان کا راستہ بند ہو اور وہ دل میں سونڈ داخل نہ کر سکے اس لئے کہ وہ انسان میں وسوسہ ڈالنے کے لئے سارے جسم میں ایسے گھومتا ہے جیسے انسان میں ہر جگہ خون کا دورہ ہوتا ہے۔ مہر نبوت کا دونوں کاندھوں کے درمیان میں ہونے میں بھی یہی راز تھا تاکہ امت کو معلوم ہو کہ اگرچہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم ہر طرح کے گناہوں سے معصوم تھے اور خود حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میرا شیطان مسلمان ہو گیا ہے اس میں اللہ تعالٰے نے میری مدد فرمائی ہے۔ یعنے مہر نبوت سے آپ کی نبوت کی تائید ہوئی اور اسی سے آپ اللہ تعالٰے کے مخصوص مشرف اور مکرم ہوئے اور شیطان کے وسوسے سے بھی

بالکل محفوظ تھے اس لئے کہ آپ کے ساتھ رہنے والا شیطان مسلمان ہوگیا اگرچہ آدم علیہ السلام کا شیطان بھی مسلمان ہوگیا لیکن اس نے ان پر وسوسہ کر کے حملہ کر لیا۔

(۲) دوبارہ شق صدر اس وقت ہوا جب حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم چالیس سال کے ہوئے اس وقت آپ کا سینہ مبارک چاک کیا گیا تاکہ آپ نبوت کا بوجھ آسانی سے اٹھا سکیں۔

(۳) تیسری بار آپ کا شق صدر ہوا جب آپ کو معراج ہوئی اس وقت آپ کی عمر باون سال تھی۔ اس سے آپ کے قلب میں توسیع کی گئی تاکہ آپ اسرار الٰہی وکلمات ربانیہ کو پورے طور پر محفوظ کر سکیں۔

شب معراج جبریل علیہ السلام ابتداً ایک سفید رنگ کی سواری لائے جسے براق سے تعبیر کیا جاتا ہے (البراق بضم الموحدہ اور اسے براق اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ سخت چمکدار تھا یا بہت جلد باز تھا جیسے بجلی بادل میں چمکتی ہے اور بہت بڑی جلد باز ہوتی ہے یہ براق بھی اسی کی طرح تیز رفتار تھا۔

حضرت جامی قدس سرہٗ نے فرمایا: ؎

(۱) پیش راہ عزت کردم اینک
براق برق سیر آوردم اینک

(۲) جہندہ برزمین خوش بادپائے
پرندہ در ہوا فرخ ہمائے

(۳) چو عقل کل سوئے افلاک گردے
چو فکر ہندسہ گیتی نوردے

(۴) نہ دست کس عنان او بسودہ
نہ از پائے رکابش گشتہ سودہ

ترجمہ: (۱) میں آپ کو آسمان کی طرف لے جانے کی نیت سے حاضر ہوا ہوں لیجئے یہ براق برق رفتار حاضر ہے

(۲) زمین پر خوب دوڑتا ہے اور آسمان پر بھی بہت اڑتا ہے

(۳) عقل کی طرح آسمان پر جاتا ہے ہندسے کی طرح زمانہ کو لپیٹتا ہے۔

(۴) کسی ہاتھ نے اس کی باگ کو نہیں پکڑا اور نہ ہی اس کے رکاب میں کسی کے پاؤں لگے۔

شب معراج جس براق پر حضور سرورعالم صلے اللہ علیہ وسلم سوار ہوئے وہ گھوڑے سے چھوٹا اور گدھے سے بڑا تھا۔

نکتہ: صاحب المنتقی نے لکھا ہے کہ اسے خچر کی شکل میں لانے میں حکمت ہے ورنہ اسے گھوڑے کی شکل میں لانا چاہیئے تھا ایک تو اس لئے کہ آپ کو اس پر سوار ہونے میں آسانی ہو اور اس سے آپ کو ملال بھی نہ ہو کہ اونچی سواری سے طبعاً وحشت

ہوتی ہے دوسرے اس لئے کہ اظہار معجزہ ہو کہ باوجودیکہ یہ سواری اتنا تیز رفتار بھی نہیں لیکن اللہ تعالے نے اپنے محبوب صلے اللہ علیہ وسلم کی برکت سے اسے ایسا تیز رفتار بنایا کہ عقل والے دنگ اور حیران رہ گئے۔ اور براق کی تیز رفتاری کا یہ عالم تھا کہ تا حدِ نگاہ براق کے قدم پہنچتے تھے زمین سے آسمان تک اس کا ایک قدم ہوا اس لئے کہ ہم جب نگاہ اٹھاتے ہیں تو ہماری نگاہ آسمان پر پڑتی ہے تو اس معنے پر اس کا ایک قدم زمین پر تھا تو آنکھ جھپکتے ہی اس کا دوسرا قدم آسمان پر پہنچ گیا گویا اس نے ساتوں آسمانوں کو ساتوں قدموں سے طے کر لیا۔

ردِ وہابیہ جو لوگ اولیاء کرام کے طے الارض (طے المسافۃ) کی کرامات کے منکر ہوتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے بڑوں (معتزلہ) نے آصف برصخیا کی کرامت کا انکار کر دیا اور دلیل یہ بتائی کہ آنکھ جھپکنے سے پہلے بلقیس کا تخت کس طرح لایا جانا محال ہے۔

[صاحب روح البیان ان کے رد میں لکھتے ہیں کہ]

وبہ یرد علی من استبعد من المتکلمین احضار عرش بلقیس فی لحظ واحدۃ[1]	اس سے اس کا رد ہوا جو بعض متکلمین کہتے ہیں کہ بلقیس کا تخت ایک لحظہ میں لایا جانا محال ہے۔

ف: ربیع الابرار میں ہے کہ براق کا چہرہ انسان کے چہرے کی طرح تھا اور اس کے پاؤں اونٹ کے پاؤں کی طرح اور پنڈلیاں گھوڑے کی طرح اور اس کی زین سفید موتیوں کی اور دونوں رکاب سبز زبرجد اور لگام سرخ یاقوت کی اور اس سے نور چمکتا تھا۔

ف: انسان العیون میں ہے کہ وہ نہ نر تھا نہ مادہ بلکہ ایسی جنس سے تھا جسے نہ ذکورۃ سے موصوف کیا جا سکتا ہے نہ انوثت سے۔ و من شیٔ خلقنا زوجین کے قاعدے سے ملائکہ کرام کی طرح خارج تھا اس لئے کہ وہ بھی نہ نر ہیں نہ مادہ۔

حدیث شریف حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اس جیسا جانور نہ میں نے پہلے دیکھا نہ بعد میں اور میں اس کے دیدار کا اشتیاق رکھتا ہوں! اور میں نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ کیسا جانور ہے۔ جبریل علیہ السلام نے فرمایا: یہ براق ہے آپ اس پر سوار ہو کر اللہ تعالے کے ہاں تشریف لے چلئے اس لئے کہ اللہ تعالے نے آپ کو دعوت دی ہے۔ جبریل علیہ السلام نے لگام سے پکڑا، میکائیل علیہ السلام نے اس کے رکاب اور اسرافیل اس کے پیچھے۔ میں نے جب اس پر سوار ہونے کا ارادہ کیا تو براق بدکنے لگا۔ جبریل علیہ السلام نے اس کی ران پر ہاتھ رکھا اور اسے فرمایا یہ کیا! اللہ تعالے کی قسم اس جیسا تیرے اوپر نہ پہلے کوئی سوار ہوا اور نہ بعد میں، امید رکھی جا سکتی ہے یہی حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ براق جبریل علیہ السلام کی بات سن کر پسینہ پسینہ

---

[1] روح البیان جلد ۵ صفحہ ۱۰۸

ہوگیا۔

ف: ابن دحیہ نے فرمایا کہ اس براق پر حضور علیہ السلام سے پہلے کوئی بھی سوار نہ ہوا تھا۔ امام نووی اسی کے موافق فرماتے ہیں۔

ازالۂ وہم: جبریل علیہ السلام کا فرمانا کہ اے براق! ان سے پہلے تیرے اوپر ہم سوار ہوا نہ ہوگا۔ اس سے یہ بھی مراد ہے کہ براق پر کوئی سوار نہیں ہوا اس کا یہ معنٰی نہیں کہ اور سوار ہوئے تھے لیکن ان جیسے نہیں تھے وغیرہ وغیرہ۔

براق کی دانشمندی براق کو جب جبریل علیہ السلام نے جھڑکا تو براق نے کہا: اے جبریل علیہ السلام میں اس لئے نہیں بدکتا کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہ اٹھاؤں بلکہ اس لئے بدکتا ہوں کہ آپ سے ضمانت لوں تاکہ آپ قیامت میں میری شفاعت کی ذمہ داری لیں اور ابھی سے میرے ساتھ وعدہ فرمائیں اس لئے کہ مجھے معلوم ہے حضور علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے محبوب ترین بندے ہیں۔ حضور علیہ السلام نے براق سے شفاعت کا وعدہ فرما لیا۔

اعجوبہ: منقول ہے کہ سفید گلاب جبریل علیہ السلام کے پسینے سے اور زرد گلاب براق کے پسینے سے پیدا کیا گیا ہے۔

حدیث شریف حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے آسمان پر معراج کے لئے بلایا گیا تو زمین رونے لگی اس کے رونے سے اس کی انگوری زرد ہو گئی۔ جب میں معراج سے زمین پر واپس ہوا تو میرے پسینہ کے قطرات زمین پر پڑے تو اس سے گلاب کا پھول پیدا ہوا۔ اب جو شخص میری خوشبو سونگھنا چاہتا ہے تو اُسے چاہیئے کہ سرخ گلاب سونگھے۔

ف: ابوالفرج نہروانی نے فرمایا کہ اس حدیث شریف سے یہ نہ سمجھنا کہ اللہ تعالےٰ نے جتنا اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مکرم بنایا ہے وہ اسی حدیث کے مطابق انتہائی مقام ہے بلکہ آپ کے فضائل و کمالات کا یہ ادنیٰ کمال ہے ورنہ اللہ تعالےٰ نے اس سے مکرم تر کئی درجات اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو بنایا ہے۔ (کذا فی المقاصد الحسنہ)

ف: فقیر (حقی) کہتا ہے کہ اس سے یہ بھی نہ سمجھنا کہ ان واقعات سے پہلے گلاب سفید، زرد اور سرخ کے پھول نہیں تھے لیکن ان حضرات کے اعزاز میں اسی رنگ کے پھول ان کے پسینوں سے پیدا ہو گئے۔ اس کی مثال بی بی حوّا کا واقعہ ہے کہ جب وہ زمین پر اتریں تو گریہ زاری فرمائی ان کے جتنے آنسو ٹپکے ان سے دریا کے موتی پیدا ہوئے۔ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ بی بی سے پہلے دریا کے موتی نہ تھے بلکہ بی بی حوّا سے پہلے بھی موتی تھے۔ ایسے ہی مذکورہ رنگ جیسے پھول پہلے بھی تھے۔

ف: نمک کے متعلق مشہور ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بہشت کا کافور ایک مٹھی بھر دیا گیا تو انھوں نے زمین پر پھینکا جہاں جہاں اس کافور کے ذرات پڑے وہاں پر نمک کی کان بن گئی لیکن اس سے قبل بھی نمک موجود تھا ان واقعات کا خلاصہ یہ ہوا کہ اللہ تعالےٰ نے ان حضرات کے اعزاز میں بہت بڑی بہترین اشیاء پیدا فرمائیں۔

حدیث شریف: حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اسی براق پر سوار ہو گیا:

ے

ازان دولت سرا چوں خواجۂ دین

خراماں شد بعزم خانۂ دین

شد از سبحان گردوں صداوہ

کہ سبحان الذی اسریٰ بعبدہٖ

ترجمہ: اسی دولت سے وہ دین کے سردار، زینت والے گھر کی طرف روانہ ہوئے۔ آسمانی فرشتے آسمان سے آواز دینے لگے: سبحٰن الذی اسریٰ بعبدہٖ۔

ف: اختلاف ہے کہ کیا جبریل علیہ السلام حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سوار ہوئے یا نہ۔ صاحب المنتقی نے فرمایا کہ میرے نزدیک صحیح یہ ہے کہ جبریل علیہ السلام حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سوار نہیں ہوئے تھے اس لئے کہ وہ براق صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور صرف معراج کے لئے مخصوص کیا گیا تھا۔

شبِ معراج میں زمین کے مختلف مقامات کی سیر

جب حضور علیہ السلام براق پر سوار ہوئے تو وہ اڑتا ہوا چلا جہاں نگاہ پڑتی وہاں اس کا قدم پہنچتا۔ آپ کا ایک زمین پر سے گزر ہوا۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کی کہ آپ براق سے اتر کر یہاں ایک دوگانہ پڑھئے۔ جب آپ نے دوگانہ پڑھ لیا تو پھر براق پر سوار ہوئے۔ تو پھر جبریل علیہ السلام نے پوچھا کہ یہ کون سا مقام تھا۔ آپ نے فرمایا: میں نہیں جانتا۔ جبریل علیہ السلام نے عرض کی کہ یہ مقام مدین تھا۔ یہ شجرۂ موسیٰ علیہ السلام کے قریب اور اس کے بالمقابل ایک جگہ کا نام ہے یہ مدین بن موسیٰ کی وجہ سے اس نام سے موسوم ہوا جب کہ مدین اسی مقام پر مقیم ہوئے۔

اس کے بعد براق چل پڑا تھوڑی سی مسافت طے ہوئی تو پھر حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کی کہ یہاں اتر کر دوگانہ پڑھئے آپ نے دوگانہ پڑھا۔ جبریل نے عرض کی کہ یہ کون سا مقام ہے؟ آپ نے فرمایا: میں نہیں جانتا۔ جبریل علیہ السلام نے فرمایا: یہ بیت لحم ہے یہ ایک بستی ہے جو بیت المقدس کے بالمقابل ہے یہیں پر حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی۔ اس کے بعد آپ براق پر سوار ہوئے۔ براق کے پیچھے سے ایک بہت بڑا قوی ہیکل جن نظر آیا جس کے ہاتھ میں آگ کی چنگاری تھی۔ جبریل علیہ السلام نے عرض کی کہ میں آپ کو چند کلمات عرض کروں جب آپ انہیں پڑھیں گے تو اس جن کی آگ بجھ جائے گی بلکہ خود جن بھی منہ کے بل گر جائے گا۔ آپ نے فرمایا: وہ کلمات کیا ہیں، جبریل علیہ السلام نے عرض کی وہ کلمات یہ ہیں:

اعوذ بوجہ اللہ الکریم و بکلمات اللہ	ہم اللہ تعالےٰ کی ذات اور اس کے ان کلمات کی برکت سے
التامات اللاتی لا یجاوزھن بر ولا فاجر من	(جن سے نہ نیک تجاوز کر سکتا ہے نہ بد) ان امور سے پناہ
شر ما ینزل من السماء و من شر ما یعرج	مانگتا ہوں جو آسمان سے اترتے ہیں اور ان شرور سے جو

فیھا و من شر ما ذرا فی الارض و من شر ما — آسمان پر چڑھتے ہیں اور ان شرور سے جو زمین سے نکلتے اور
یخرج منھا و من فتن اللیل و النھار الا طارقا — اس زمین میں پھیلتے ہیں اور رات دن کے فتنوں اور فتنے
یطرق بخیر یا رحمٰن ۔ — لانے والوں سے ۔ اے اللہ ہمیں خیر عطا ہو ۔

حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے کلمات پڑھے تو شیطان یعنے وہ پیچھے آنے والا قوی ہیکل جن منہ کے بل گر پڑا اور اس کی آگ کے شعلے بھی بجھ گئے ۔

اس کے بعد حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے مجاہدین کے حالات منکشف ہو گئے ۔ آپ نے بہشت کے اندر انھیں جو جزا نصیب تھی اپنی آنکھوں مبارکہ سے معائنہ فرمایا اور انھیں ایک مثال کے طور پر بیان کیا گیا کہ وہ ایک قوم کی طرح ہیں جو اسی وقت کھیتی باڑی کرتی ہے پھر اسی وقت مکمل ہو جاتی ہے وہ اسے کاٹ لیتے ہیں پھر وہ پہلے کی طرح ہو جاتی ہے ۔ آپ نے جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں ۔ عرض کی یہی مجاہد فی سبیل اللہ ہیں کہ جنھیں نیکی سات سو گناہ زائد نصیب ہوتی ہے جو کچھ انھوں نے اللہ تعالیٰ کے راہ پر خرچ کیا اس کا انھیں صلہ یونہی ملے گا اس سے مراد یہ ہے کہ انھیں بے حساب ثواب نصیب ہوگا ۔ اس کے بعد دائیں طرف سے ایک ندا آئی : یا محمد انظرنی اسألک اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم میری طرف دیکھئے میں آپ سے ایک سوال کرنا چاہتا ہوں ۔ آپ نے اسے جواب نہ دیا ۔ آپ نے فرمایا جبرئیل علیہ السلام یہ کیا ہے ؟ عرض کی یہ یہودیت کا داعی تھا اگر آپ اسے جواب دیتے تو آپ کی امت یہودیت سے مانوس ہو جاتی یعنے انھیں تورات پر عمل کرنے کا شوق ہوتا اس سے آپ کی اکثر امت مراد ہے اس کے بعد آپ کو بائیں طرف سے ندا آئی آپ نے اسے بھی جواب نہ دیا ۔ آپ نے فرمایا جبرئیل علیہ السلام یہ کیا ہے ؟ عرض کی : یہ نصرانیت کا داعی تھا اگر آپ اسے جواب دیتے تو آپ کی اکثر امت کو انجیل پر عمل کا شوق ہوتا ۔ اس کے بعد آپ پر دنیا کا حال منکشف ہوا اور اسے ایک بوڑھی عورت کی صورت میں دکھایا گیا کہ جس کے بال بکھرے ہوئے تھے اور دونوں کہنیوں سے کپڑا اترا ہوا تھا اس لئے کہ جو کسی دوسرے کو اپنی طرف کھینچتا ہے اس کی یہی حالت ہوتی ہے اور اس پر ہر قسم کا ہار سنگار تھا اور ظاہر ہے کہ زینت کا صرف ایک سبب بھی اپنی طرف کھینچ لیتا ہے پھر اس کا کیا حال ہوگا جس میں زینت کے تمام اسباب موجود ہوں ۔

حضرت حافظ قدس سرہٗ نے فرمایا : ؎

خوش عروسیست جہاں از سر صورت لیکن
ہر کہ پیوست بدو عمر خودش کابین داد

ترجمہ : یہ دنیا عجیب نہیں ہے کہ جو اس سے ملا اس نے اپنی زندگی مہر میں دے دی ۔]

؎

اگر رہ مرد بعشوۂ دینی کہ این عجوز
مکارہ نشیند و محتالہ می رود !

ترجمہ: سیدھی راہ چھوڑ کر بوڑھی دلہن کے اشاروں پہ نہ چل یہ دھوکہ باز تجھے فریب دے کر تجھے تباہی کی طرف لے جائے گی

دنیا کا حال دنیا نے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ میرا آپ سے ایک سوال ہے لیکن آپ نے اس کی طرف توجہ نہ دی آپ نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا یہ کون ہے؟ عرض کی: یہ دنیا تھی اگر آپ اسے جواب دیتے تو آپ کی امت دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتی۔

بوڑھی دنیا حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک کونے میں بڑھیا کو دیکھا وہ آپ کو پکار رہی تھی آپ نے اس کی طرف بھی توجہ نہ دی آپ نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ عرض کی کہ یہ دنیا ہے اس کی مثال بڑھیا کی ہے کہ جس طرح بڑھیا اپنی زندگی کی آخری منزل طے کر رہی ہے ایسے ہی دنیا اب ختم ہونے والی ہے اس کی عمر اتنی رہ گئی ہے جتنی اس بڑھیا کی۔

ف: دنیا کو کبھی نوجوان اور کبھی بوڑھی عورت سے تعبیر کیا جاتا ہے وہ ذاتی طور پر نہ جوان ہے نہ بوڑھی اس کی یہ تعبیریں بوجہ متعلقات کے ہیں مثلاً حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ تک اسے شابہ (نوجوان) کہا جاتا۔ اس کے بعد حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت مبارکہ تک اسے کہلہ (ادھیڑ عمر کی عورت) کہا جاتا رہا! اس کے بعد تا قیامت اسے عجوز (بڑھیا) کہا جائے گا۔ اور یہ بھی صرف انسانی نشوونما اور ان کے مختلف ادوار کی وجہ سے ہے ورنہ یہ آدم علیہ السلام کے زمانہ سے ہی عجوز (بڑھیا) تھی اس کا شباب اور تروتازگی آدم علیہ السلام کی تخلیق کے وقت سے ختم ہوگئی (کذا فی بعض الاخبار)

سوال: شباب یا بڑھاپا تو حیوانات میں ہوتا ہے دنیا کے لئے کون سا شباب اور کونسا بڑھاپا ہے؟

جواب: پہلے بھی عرض کیا گیا ہے کہ یہ محض مثالی طور پر کہا گیا ہے۔

خیانتی کا بُرا حال حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو خیانتی انسان کی مثال دکھائی گئی کہ ایک مرد لکڑیوں کا گٹھڑ اٹھاتا ہے لیکن اٹھا نہیں سکتا باوجود ایں ہمہ گٹھڑے میں اور لکڑیاں ڈالنا چاہتا ہے۔ یہ اس خیانتی کی مثال دی گئی جو لوگوں کی امانتوں کی حفاظت نہیں کر سکتا لیکن مزید امانتوں کو اپنے پاس رکھنے کی جدوجہد کرتا ہے۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا یہ کون ہے؟ عرض کی کہ یہ آپ کا وہ امتی ہے جس کے پاس امانتیں رکھی جائیں اور وہ انھیں ادا نہیں کرتا الٹا دیگر امانات کے درپے رہتا ہے۔

العجوبہ: بزرگانِ دین فرماتے ہیں:

اتقوا الواوات

یعنے ان امور سے ڈرو جن کے اوّل لفظ واو آتا ہے جیسے ولایت (حاکم بننا)، وزارت، وصایت (کسی کی وصیت کا بوجھ اٹھانا)، وکالت، ودیعت یعنے امانت رکھنا۔

بے نماز کا بُرا حال: حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو بے نماز کی کیفیت دکھائی گئی کہ ایک قوم کے سر پتھروں سے

پھوڑا جاتا ہے جب تک ان کے سر ریزہ ریزہ ہو جاتے ہیں تو پہلے کی طرح صحیح وسالم جوڑ دیئے جاتے ہیں۔ آپ نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ عرض کی کہ یہ وہ لوگ ہیں کہ جن کے سر فرض نمازوں کے وقت بوجھل ہو جاتے تھے۔

تارک زکوٰۃ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو تارک زکوٰۃ کا حال دکھایا گیا جن کے آگے پیچھے بہت بڑے زخم ہیں وہ اونٹ بکریوں کی طرح بھاگتے ہیں اور انہیں تھوہر کا درخت کھلایا جاتا ہے۔ الضریع ایک خشک درخت کو کہا جاتا ہے جو کانٹے دار ہوتا ہے۔ الزقوم اس کے ثمر کو کہا جاتا ہے جو کانٹوں کے ساتھ سخت کڑوا بھی ہے بعض کے نزدیک ایسا درخت دنیا میں نہیں بلکہ یہ صرف جہنم میں ہے جیسے اللہ تعالٰے نے قرآن میں یوں بیان فرمایا:

انها تخرج من اصل الجحيم — وہ ایسا درخت ہے جو دوزخ کے اندر پیدا ہوتا ہے۔

جن لوگوں کو حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے اونٹ اور بکریوں کی طرح دوڑتا دیکھا انہیں جہنم کے انگارے کھلائے جا رہے ہیں۔ آپ نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ کون ہیں۔ عرض کی کہ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے اموال سے زکوٰۃ ادا نہیں کرتے تھے۔

زانیوں کا بُرا حال حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے زانی دکھائے گئے جن کے سامنے بھنے ہوئے بہترین گوشت ہانڈیوں کے اندر رکھے ہیں اور دوسری طرف کچا اور بدبودار گوشت پڑا ہے وہ لوگ بھنے ہوئے اور بہترین گوشت کو چھوڑ کر کچا اور بدبودار گوشت کھا رہے ہیں۔ آپ نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ عرض کی کہ یہ آپ کے وہ امتی ہیں جو شادی شدہ ہو کر غیر عورتوں کے پاس شب باشی کرتے اور اپنی عورتوں کے پاس نہیں جاتے اور ان کے ساتھ وہ عورتیں ہیں جو اپنے شوہروں کے بجائے غیر مردوں کے پاس رات گزارتی تھیں یعنے زناکار مرد اور زانی عورتیں۔

ڈاکووں کا حشر حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ڈاکووں کا حال دکھایا گیا کہ ایک لکڑی ایسی ہے کہ وہ جس کپڑے یا کسی شے سے گذرتی ہے تو اسے چیر پھاڑ دیتی ہے آپ نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ کیا ہے۔ عرض کی کہ یہ آپ کے اس امتی کی مثال ہے جو لوگوں کے راستے پر چھپے رہتے تھے جونہی لوگ وہاں سے گزرتے تو وہ ان سے مال چھین لیتے حالانکہ اللہ تعالٰے نے انہیں اس بُرے فعل سے روکا تھا:

ولا تقعدوا بكل صراط توعدون — ایسے راستوں پر مت بیٹھو کہ تم لوگوں کو ڈراتے رہو۔

بدعمل علماء اور پیر فقیر (اسماعیل حقی) کہتا ہے کہ مذکورہ بالا حالات ظاہری زانی اور ڈاکووں کے تھے کچھ یہی حال معنوی زانی اور باطنی ڈاکووں کا ہے وہ علماء اور پیر ہیں جو اندرونی طور پر قوم کو تباہ و برباد کرتے ہیں اور ظاہری شکل علماء و مشائخ کی دکھاتے ہیں ایسے لوگ دجال و کذاب ہیں ایسے لوگ اپنی ظاہری صورتیں نیک اور بہتر رکھتے ہیں حالانکہ ان کی طلب کی استعداد غلط ہوتی ہے جس سے خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں ایسے مکار پیر اور غدار و بدعمل علماء کو ایسے زانیوں اور ڈاکووں کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔

سود خوار حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو سود خوار کی حالت اس شخص کی سی دکھائی گئی جو خون کی نہر میں تیرتا جارہا تھا اور اس کے منہ میں جہنم کے پتھر ڈالے جا رہے ہیں۔ آپ نے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کی یہ آپ کا سود خوار امتی ہے۔

بے عمل واعظ و مبلّغ اور مقرّر حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو واعظ بے عمل کی کیفیت دکھائی گئی کہ ایک قوم کی زبانیں اور ہونٹ جہنم کے مقراضیوں سے کاٹے جا رہے ہیں، ایک دفعہ کاٹ لئے جاتے ہیں تو وہ پھر پہلے کی طرح صحیح وسالم ہو جاتے ہیں۔ آپ نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ جبریل علیہ السلام نے عرض کی کہ یہ آپ کی امت کے وہ خطبار، مقررین، مبلغین اور واعظین ہیں جن کی تقریر سے فتنے اٹھ کھڑے ہوتے اور جو خود بے عمل ہوتے اور دوسروں کو اعمال صالحہ کی تلقین کرتے ۔ ~

از من بگوئے عالم تفسیر گوئی را
گر در عمل نکوشی تو نادان مفسرے
باز درخت علم ندانم بجز عمل
با علم اگر عمل نکنی شاخ بے برے

ترجمہ: تفسیر دان عالم کو میری طرف سے کہہ دو۔ اگر تم عمل میں کوشش نہ کرو گے تو تم بے وقوف مفسر ہو۔ علم بے عمل اس درخت کی طرح ہے جس پر پھل نہ ہو۔

غیبت کرنے والے حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو غیبت کرنے والوں کی صورت دکھائی گئی کہ وہ اپنے چہرے اور سینے تانبے کے ناخنوں سے نوچ رہے ہیں۔ آپ نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ جبریل علیہ السلام نے عرض کی کہ یہ آپ کی امت کے وہ لوگ ہیں جو غیبت کرنے اور لوگوں کی عزت گھٹانے کے درپے رہتے تھے۔

فحش بکنے والے حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو فحش بکنے والے دکھائے گئے کہ ایک پتھر سے ایک بہت بڑا بیل نکلتا ہے پھر وہ ارادہ کرتا ہے کہ جہاں سے نکلا ہے وہاں واپس لوٹ جائے لیکن بڑی جد وجہد کے باوجود نہیں جا سکتا۔ آپ نے پوچھا: یہ کون ہے؟ جبریل علیہ السلام نے عرض کی کہ یہ آپ کا وہ امتی ہے جو چھوٹا منہ بڑی بات کا مصداق تھا یعنے ایسی بات کرتا جو اس کے لائق نہیں ہوتی تھی پھر اس پر پچھتاتا کہ کاش! وہ نہ کہتا لیکن اب اسے لوٹانا چاہتا ہے لیکن بات گئی ہوئی کیسے واپس ہو۔

بہشت حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم صلی اللہ علیہ وسلم کو بہشت کے کنارے پر لایا گیا آپ ایک وادی پر تشریف لائے اس کی ٹھنڈی ہوا اور بہتر خوشبو سے جی باغ باغ ہو جاتا ہے اور اس سے خوش آواز سنائی دیتی۔ آپ نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کی کہ یہ بہشت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میرے ساتھ بہشت کا وعدے پورے کرائیے

یعنے چل کر میں لے دیکھ لوں۔

جہنم حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جہنم کی کیفیت دکھائی گئی آپ کو ایک وادی پہ لایا گیا اس سے بہت بڑی مکروہ آواز سنائی دی اور اس سے بہت بڑی گندی آواز آئی۔ آپ نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ جبریل علیہ السلام نے عرض کی کہ یہ جہنم کی آواز ہے۔

مثنوی شریف میں ہے: ؎

ذرہ ذرہ کاندرین ارض و سما ست
جنس خود را ہمچو کاہ کہربا ست
معدہ نانرا می کشد تا مستقر
می کشد مر آب را تف جگر
چشم جذاب بتان زاین کوہاست
مغز جویاں از گلستان بوہاست

ترجمہ: (۱) زمین و آسمان کا ذرہ ذرہ ہر ایک اپنی جنس کے لیے کہربا کی طرح ہے۔

(۲) معدہ طعام کو اپنے مستقر تک کھینچتا ہے ایسے ہی جگر کی گرمی کو پانی۔

(۳) آنکھ کی کشش اسی قبیل سے ہے۔ مغز، باغ کی خوشبو اسی لئے کھینچتا ہے۔

ابلیس حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص کے پاس سے گزرے جو راستے سے ہٹ کر علیحدہ کھڑا تھا اور پکارتا ہے: یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جبریل علیہ السلام نے عرض کی چلیئے اس کی طرف توجہ نہ دیجئے۔ آپ نے پوچھا: یہ کون ہے؟ عرض کی کہ یہ خبیث لعین ابلیس آپ کا دشمن ہے چاہتا ہے کہ آپ کو اپنی طرف جھکا دے:

؎

آدمی را دشمن پنہاں بسیست
آدمیٔ با حذر عاقل کیست

ترجمہ: آدمی کے پوشیدہ دشمن بہت ہیں۔ پر خوف انسان دانا ہے۔

موسٰی علیہ السلام حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت موسٰی علیہ السلام سے گزر ہوا وہ سرخ ٹیلے کے نزدیک اپنی مزار میں نماز پڑھ رہے تھے جونہی حضور علیہ السلام کو وہاں سے گزرتا ہوا دیکھا تو بلند آواز سے کہا:

اکرمتہ و فضلتہ (میں نے انہیں افضل و اکرم بنایا ہے)

آپ نے فرمایا یہ کون ہیں؟ جبریل علیہ السلام نے عرض کی کہ یہ موسٰی بن عمران علیہ السلام ہیں۔ آپ نے پوچھا: اسے کون جھڑک

رہا تھا، عرض کی کہ آپ کے بارے میں اللہ تعالیٰ انھیں جھڑک رہا تھا۔

ف: یہاں عتاب اور جھڑک محبت اور پیار کی تھی۔

مزارات کی زیارت اور مزارات کے نزدیک نوافل[1] وہابی دیوبندی مزارات اولیاء سے نہ صرف روکتے بلکہ اسے شرک سے تعبیر کرتے ہیں، صاحب روح البیان کے مندرجہ ذیل قول سے ان کی تردید ہوتی ہے۔ انھوں نے حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق لکھا:

والظاهر انه علیه السلام نزل عن قبر فصلی رکعتین[2] | حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر مبارک کے قریب اترے اور دوگانہ پڑھا۔

ابراہیم علیہ السلام ایک درخت کے نیچے ایک بوڑھے بزرگ پر حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کا گزر ہوا جن کے گرداگرد بہت بڑا کنبہ ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ کون ہیں؟ جبریل علیہ السلام نے عرض کی کہ یہ آپ کے داداجان حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ آپ نے ان کے قریب جاکر انھیں سلام کیا۔ ابراہیم علیہ السلام نے سلام کا جواب دے کر جبریل علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ انھوں نے عرض کی کہ یہ آپ کے صاحبزادے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ابراہیم علیہ السلام نے کہا:

مرحبا یالنبی الامی العربی

یہ کہہ کر حضور علیہ السلام کے لئے خیر و برکت کی دعا فرمائی۔

انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں جس درخت سے حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ہوا وہیں پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مزار مبارک تھا، حضور علیہ السلام اسی درخت کے نزدیک اترے اور وہیں دوگانہ ادا فرمایا۔

(معلوم ہوا کہ اللہ والوں کی مزارات کی زیارت اور وہیں پر نفل دوگانہ پڑھنا سنت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے[3])

بیت المقدس میں تشریف آوری اور ملائکہ کرام کا استقبال! حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ابراہیم علیہ السلام کی مزار کی زیارت سے فراغت پاکر براق پر سوار ہوئے اور بیت المقدس کے قریب ایک وادی پر پہنچے جہاں آپ کو جہنم کی صورت وسائد (تکیوں) کی طرح دکھائی گئی۔ جبریل علیہ السلام نے پوچھا یا حضرت آپ کو جہنم کی کیفیت کیسی محسوس ہوئی؟ آپ نے فرمایا سیاہ کوئلے کی طرح نظر آتی تھی یہاں سے حضور علیہ السلام آگے بڑھے اور ایلیاء (بالکسر) میں داخل ہوئے یہی مدینۃ القدس ہے جو ارض شام میں واقع ہے یہاں پر آپ کے استقبال کے لئے ملائکہ کی ایک بہت بڑی جماعت موجود تھی۔

---

[1] اضافہ از فقیر اویسی۔

[2] روح البیان جلد ۵ صفحہ ۱۱۱۔ [3] از فقیر اویسی

وہ فرشتے گنتی اور شمار سے باہر تھے آپ ایلیاء کے باب یمانی سے داخل ہوئے اور مسجد اقصیٰ میں پہنچے یہاں دروازے کے آگے ایک پتھر پڑا تھا جسے جبریل علیہ السلام نے چیر کر براق کو باندھا۔

العجوبہ حضرت سفیان رضی اللہ عنہ کا قبل اسلام ایک عجیب واقعہ ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے قیصر (بادشاہ) کے ہاں چند باتیں سوچ کر بتائیں اس نیت پر کہ اس سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر و منزلت میں کمی آئے گی یعنے ان کی ایسی باتیں بتاؤں کہ جن سے ان کا جھوٹ ثابت ہو اور قیصر (بادشاہ) ان کے جھوٹ کی وجہ سے ان سے نفرت کرے گا۔ چنانچہ میں نے قیصر (بادشاہ) سے کہا کہ میں تمہیں اس نبی کی ایک ایسی بات بتاؤں جس سے تمہیں یقین ہو جائے گا کہ واقعی وہ جھوٹا ہے۔ قیصر نے کہا، وہ کیا ؟ ابوسفیان نے کہا کہ وہ کہتا ہے کہ وہ ایک ہی رات میں بیت اللہ (مکہ) سے بیت المقدس پہنچ کر واپس لوٹ آیا ہوں۔ کیا عقل باور کرتی ہے کہ انسان اتنا لمبا سفر ایک رات میں طے کرلے ؟۔ ابوسفیان یہ ماجرا بیان کر کے خاموش ہوا تو بیت المقدس کا خاص لول پڑا اور قیصر (بادشاہ) سے کہا کہ اس رات کی کہانی مجھ سے سنئے۔ ہوا یوں کہ میری عادت تھی کہ بیت المقدس (مسجد) کے تمام دروازے بند کر کے سوتا تھا اس رات بھی میں نے تمام دروازے بند کئے لیکن ایک دروازہ بند نہ ہو سکا بہت بڑی جدوجہد کے باوجود کھلا رہا۔ اور وہ فلاں دروازہ جو اب بھی ہے اس کے بعد میں نے ہمسائیگان کی مدد چاہی اور اسے ہر چند بند کرنے کی کوشش کی گئی مگر بند نہ ہو سکا بالآخر ہم نے لسے لیسے ہی چھوڑ دیا اور سمجھا کہ اسے کچھ خرابی ہے تو کل بنوالیں گے۔ چنانچہ میں اس دروازے کو کھلا چھوڑ کر چلا گیا۔ جب صبح حاضر ہوا تو دیکھا کہ وہ پتھر جو دروازے کے آگے پڑا تھا جس میں سوراخ نہیں تھا اب اس میں سوراخ پایا گیا اور ایسے محسوس ہوتا تھا کہ اس کے ساتھ کسی سواری کو باندھا گیا۔ اور مذکورہ دروازے کے بند نہ ہونے کا بظاہر کوئی سبب نہ تھا سوائے اس کے کہ میں نے کتب سماویہ میں پڑھا تھا کہ جب نبی آخر الزماں (صلے اللہ علیہ وسلم) کو آسمان کی سیر کرائی جائے گی تو وہ بیت المقدس سے آسمانوں پر تشریف لے جائیں گے۔ چنانچہ میں نے یہ کیفیت دیکھ کر اپنے ساتھیوں کو اس وقت کہہ دیا تھا کہ آج شب نبی آخر الزماں صلے اللہ علیہ وسلم کو معراج ہوئی ہے اور دروازے کے بند نہ ہونے کا سبب بھی یہی تھا۔

ف ؛ دروازے کا بند نہ ہونا بھی حضور علیہ السلام کے معراج کی تصدیق کے لئے ہوا ورنہ جبریل علیہ السلام کے آگے ایسے دروازے حائل نہیں ہو سکتے تھے۔ اسی طرح ان کا پتھر کو چیرنا اور براق کا باندھنا بھی حضور علیہ السلام کی صداقت پر دلالت کے لئے ہوا، ورنہ براق کو باندھنے کے کیا معنے۔ اوّلاً تو وہ براق ہمارے دنیوی جانوروں کی طرح نہیں۔ ثانیاً وہ براق حضور علیہ السلام پر سوجان فدا تھا وہ حضور علیہ السلام کے بغیر کہاں جا سکتا تھا۔ ثالثاً خود اللہ تعالٰے نے اس براق کو صرف اپنے حبیب صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے بھیجا تھا اور صرف انہی کے لئے مسخر کر لیا گیا۔ ان وجوہ کی بنا پر اس کے باندھنے کی کوئی خاص ضرورت نہ تھی سوائے اس کے کہ وہ بھی حضور علیہ السلام کے معجزات میں سے ایک معجزہ بنے۔

حورانِ بہشت کی حاضری جب حضور عالم صلی اللہ علیہ وسلم حجر مذکور پر تشریف لائے تو جبریل علیہ السلام نے عرض کی کہ آپ اپنے رب تعالٰے سے دعا کیجئے تاکہ آپ کو حورانِ بہشت دکھائے۔ آپ نے دعا فرمائی

تو آپ کے اور حورانِ بہشت کے درمیان سے پردے ہٹا دیے گئے۔ آپ نے انھیں السلام علیکن کہا۔ انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سلام کا جواب دیا۔ آپ نے ان سے پوچھا، تم کون ہو؟ انھیں نے عرض کی کہ ہم ان نیک لوگوں کی عورتیں ہیں جو دنیا میں پاکباز رہے گناہوں کی میل کچیل ان کے قریب نہ پھٹکی اور وہ بہشت میں آکر دائمی طور پر مقیم ہوں گے یہاں سے کوچ نہیں کریں گے اور ہمیشہ زندہ رہیں گے ان پر موت نہیں آئے گی۔

انبیاء علیہم السلام حضور علیہ السلام کی خدمت میں اس کے بعد حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم بیت المقدس تشریف لے گئے۔ آپ کی تشریف آوری کے بعد اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء علیہم السلام کو زندہ کر کے حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر کر دیا۔ یاد رہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کو عالم برزخ سے عالم دنیا میں صورتِ مثالی کے ساتھ لایا گیا سوائے حضرات عیسٰے، ادریس، خضر اور الیاس علیہم السلام کے۔ وہ چونکہ ابھی زندہ ہیں اسی لئے وہ دنیوی اجسام کے ساتھ حاضر ہوئے! ورتحقیق یہی ہے کہ مذکورہ بالا چاروں حضرات تا حال زندہ ہیں۔ ان تمام حضرات انبیاءِ کرام علیہم السلام کو سلام عرض کیا آپ کو بہت بڑے مراتب سے فائز المرام ہونے پر مبارکباد پیش کی اور کہا:

الحمد لله الذی جعلك خاتم الانبیاء	جملہ تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے جس نے آپ کو خاتم الانبیاءؑ
فنعم النبی انت و نعم الاخ انت و	بنایا آپ بہتر پیغمبر اور اچھے ساتھی اور آپ کی امت خیرالامم
امتك خیر الامم	ہے۔

اس کے بعد جبریل علیہ السلام نے عرض کی کہ آپ آگے بڑھ کر ان سب حضرات انبیاء علیہم السلام کو دوگانہ پڑھائیے آپ نے جب انھیں دوگانہ پڑھایا۔ آپ کے پیچھے بالکل قریب حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے ان کی دائیں جانب حضرت اسماعیل علیہ السلام اور ان کے بائیں جانب حضرت اسحاق علیہ السلام کھڑے تھے۔ حضور علیہ السلام کے پیچھے انبیاء و رسل علیہ السلام نے سات صفیں بنائیں۔ پہلی تین صفیں رسل وانبیاء علیہم السلام اور تمام انبیاء علیہم السلام کی صفیں تھیں۔

مسئلہ: انسان العیون میں ہے کہ یہ مطلق نفل تھی۔ (واللہ اعلم)

فقہاء کرام کا یہی قول زیادہ قوی ہے۔

سوال: نوافل میں جماعت مکروہ ہے اور یہ دوگانہ نفلی تھا تو جماعت کیسی؟

جواب: انبیاء علیہم السلام کے لئے کراہت کا خیال کسی مکروہ دماغ میں آئے گا ورنہ ان کا ہر عمل محبوب ہوتا ہے اور یہ ان کا خاصہ ہے اگرچہ عوام کے لئے نوافل کی جماعت مکروہ ہے۔

مسئلہ: منیۃ المفتی میں بھی ہے کہ حضور علیہ السلام نے انبیاء علیہم السلام کی ارواح کو دوگانہ پڑھانا نفلی عبادت تھی۔

حدیث شریف حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے بیت المقدس میں پہنچ کر دو رکعت نفل پڑھے یعنے انبیاء علیہم السلام کا اور ملائکہ کرام کا امام بن کر۔ اس کے بعد مجھے سخت پیاس لگی تو میرے سامنے دو پیالے لائے

گئے ایک دودھ کا دوسرا شرابِ طہور کا تھا۔ میں نے وہ پیالہ لیا جس میں دودھ تھا اور یہ بھی اللہ تعالٰی کی توفیق سے تھا۔ دودھ سے تھوڑا سا پیا لیکن شراب والے پیالے کو ہاتھ تک نہ لگایا۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کی :

اصبت الفطرة یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم — اے حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم آپ فطرت کو پہنچے۔

اس لئے کہ فطرت کے لئے علم و حلم و حکمت موزوں ہے۔

اگر آپ شراب کے پیالے سے کچھ نوش فرماتے تو آپ کی امت بالکل گمراہ ہو جاتی اور اگر دودھ کا سالم پیالہ پی لیتے تو آپ کے وصال کے بعد آپ کی امت کا کوئی فرد بھی گمراہ نہ ہوتا۔ میں نے کہا۔ لائیے جبریل علیہ السلام دودھ کا وہی پیالہ کہ میں اسے پی لوں تاکہ میری امت گمراہ نہ ہو۔ کہا کہ جو کچھ ہونا تھا ہو گیا اللہ تعالٰی کی تقدیر میں ایسے ہی لکھا تھا اس کے خلاف ہونا مشکل ہے۔ اس لئے اب رہنے دیجئے جس نے ہلاک ہونا ہے وہ ضرور ہلاک ہوگا اور جس نے نجات پانی ہے وہ بچ جائے گا۔ اللہ تعالٰی سمیع و علیم ہے۔

ف : اس میں کسی کو اختلاف نہیں کہ آپ بیت المقدس سے قبۃ الصخرۃ سے روانہ ہوئے۔ اس لئے حدیث شریف میں وارد ہوا ہے کہ صخرۂ بیت المقدس بہشت کے پتھروں سے ہے۔

ف : اسی پتھر پر حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک کا نشان موجود ہے۔

اعجوبہ : حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ دنیائے عالم کا کوئی ایسا میٹھا پانی نہیں جسے اس صخرۂ بیت المقدس سے تعلق نہ ہو یعنے تمام روئے زمین کے چشموں کا پانی اسی صخرہ سے جاتا ہے یہ صخرہ (پتھر) اللہ تعالٰی کے عجائبات قدرت کا ایک اعجوبہ ہے۔

ف : یہ بیت المقدس کے درمیان میں ایک بکھرا ہوا پتھر ہے۔ اسے صخرۂ بیت المقدس سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہ بیت المقدس کی ہر جہت سے منقطع ہے اسے انہی چیزوں سے روکا جا سکتا ہے جن سے پانی کو روکا جاتا ہے اس لئے کہ اس کی ہیئت و کیفیت پانی کی سی ہے لیکن اللہ تعالٰی کی قدرت سے سہارا کے بغیر ویسے ہی کھڑا ہے۔

ف : اس پتھر کے نیچے ایک غار ہے جو دور دور تک پھیلی ہوئی ہے اور وہ پتھر اس کے اوپر زمین و آسمان کے درمیان لٹکا ہوا ہے۔

ف : حضرت امام ابوبکر ابن العربی نے شرح مؤطا میں لکھا ہے کہ مجھے خیال ہوا کہ میں اسی پتھر مبارک کے نیچے سے گزروں لیکن اس کی ہیبت سے اس کے نیچے سے نہ گزر سکا اس خطرہ سے کہ شاید وہ میرے گناہوں کی نحوست سے میرے اوپر گر جائے پھر ایک مدت کے بعد جرأت کر کے اس کے نیچے سے گزرا تو بڑے عجائبات نظر آئے منجملہ ان کے ایک یہ تھا کہ مجھے ہر طرف سے چلتا ہوا نظر آیا باوجود اس کے کہ اس کا کوئی ٹکڑا زمین سے متصل نہ تھا بلکہ اس کے اپنے بعض ٹکڑے اس سے بہت جدا نظر آتے تھے۔

ف : بعض بزرگوں کا خیال ہے کہ بیت المقدس آسمان کے بالکل قریب ہے ۔ بعض نے صرف اٹھارہ میل کی مسافت فرمائی ہے۔
اعجوبہ : وہ دروازہ جس سے فرشتے زمین سے آسمان پر جاتے ہیں وہ بیت المقدس کے بالمقابل ہے ۔

نکتہ حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو آسمان پر لے جانے کا پروگرام بھی بیت المقدس سے اسی وجہ سے بنایا گیا کہ یہی ٹکڑا آسمان کے قریب تر ہے اور اسی دروازے کے لئے جو آسمان پر جانے کے لئے کھلا ہوا ہے اس کے لئے آپ کو ٹیڑھا سفر کرکے نہ آنا پڑے ۔

شانِ رسالت فقیر (حقی) کہتا ہے کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بیت المقدس کے راستے سے لے جانے کا مقصد یہ تھا کہ آپ کے قدوم میمنت لزوم سے بیت المقدس کو بھی برکت نصیب ہو اس لئے کہ یہی مدینۃ القدس اور بہت سے انبیاء علیہم السلام کی عبادت گاہ ہے اسے حضور علیہ السلام کی برکات سے بھی متبرک کیا گیا ۔ اس سے یہ ضروری نہیں کہ آپ کو بیت المقدس سے سفر کی سہولت مطلوب تھی ۔ یہ تو قیاس الغائب علی الشاہد کے قبیل سے ہے سفر کی سہولت اجسادِ ثقیلہ کو ضرورت ہوتی ہے اجسامِ لطیفہ کو سہولت کا کیا معنے ؟ بالخصوص ملکوتی حضرات اور ارواح طیبہ تو اس قسم کی تکالیف سے منزہ اور پاک ہیں اس لئے کہ لطیف اشیاء ایسی ضرورتوں کی محتاج نہیں ہوتیں اور عاشقِ مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہے کہ حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم تمام کائنات یہاں تک کہ ملکوت و لاہوت اور قدوسی اور ملاء الاعلیٰ و دیگر تمام مقربین ملائکہ سے لطیف ترین ہیں جسم شریف بھی روح مقدسہ کی طرح لطیف ہے ۔

(یہ وہابیہ دیوبندیہ پارٹی کا رد ہے کہ وہ آپ کی بشریت کو کثیف سمجھتے ہیں ۔)[1]

اور قاعدہ ہے کہ اجسامِ لطیفہ کے لئے کوئی شے حائل نہیں ہوتی اور حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کہنا کہ بیت المقدس کا سیدھا راستہ تھا اور ٹیڑھا راستہ اختیار نہ کرنا وغیرہ وغیرہ تکلفات رکیکہ ہیں اور معراج کے مناسب حال کے خلاف ہے ۔

نزولِ عیسےٰ علیہ السلام یہ مسئلہ بھی اپنے مقام پر مسلّم ہے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام قربِ قیامت میں منارہ بیضاء دمشق میں نزول اجلال فرمائیں گے اگر آسمان کے راستے والی بات ہوتی تو وہ بھی بیت المقدس میں اترتے حالانکہ دمشق اور شام کے درمیان کافی فاصلہ ہے اس سے ثابت ہوا کہ حضور علیہ السلام کا بیت المقدس سے آسمانوں پر تشریف لے جانا راستے کی وجہ سے نہ ہوا سے عقل بھی نہیں مانتی ۔

آسمان پر روانگی حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب میں انبیاء علیہم السلام کو دوگانہ پڑھا کر فارغ ہوا تو مجھے جبریل علیہ السلام نے فرمایا کہ اے محمد! صلے اللہ علیہ وسلم آسمانوں پر تشریف لے جانے کے لئے تیاری کیجئے ۔ میں تیار ہو گیا سامنے دیکھا کہ ایک سیڑھی آسمانوں کی طرف بچھائی گئی ہے وہ سیڑھی سونے کی تھی اس کے پائے

---

[1] ازفقیر اویسی

چاندی کے تھے اس میں لؤلؤ اور یاقوت کا جڑاؤ تھا وہ موتی نور کی طرح چمکتے تھے اس کا پہلا پایہ صخرۂ بیت المقدس کے اوپر تھا اور اس کا آخری پایہ آسمان سے ملا ہوا تھا مجھے جبریل علیہ السلام نے فرمایا کہ اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم! آپ اس سیڑھی کے ذریعے آسمان پر تشریف لے چلیئے۔ (کذا فی ربیع الابرار)

ف: انسان العیون میں ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو آسمان کی سیر اسی سیڑھی کے ذریعے ہوئی اس وقت آپ کو براق نہیں لے گیا تھا۔

ف: المعراج بکسر المیم وبفتحہا ہر وہ شے جو بنو آدم کے ارواح آسمانوں پر لے جائے دراصل وہ سونے کی ایک سیڑھی ہے جس کے ذریعے سے آسمانوں پر جاتے ہیں یہ وہ سیڑھی ہے جس سے حسین ترین اور کوئی سیڑھی نہیں۔

مرنے کے بعد آنکھ کیوں کھلی رہتی ہے

میت کے جسم سے جب روح خارج ہو کر آسمان پر جاتی ہے تو اس وقت میت کی آنکھ کھلی رہتی ہے اس وقت میت کو وہی سیڑھی نظر آتی ہے جس سیڑھی کے ذریعے اس کی روح کو آسمان پر لے جاتے ہیں یہ سلسلہ مؤمن و کافر ہر دونوں کے لئے ہوتا ہے صرف فرق اتنا ہے کہ مؤمن کی روح آسمان کے اوپر اعلیٰ علیین میں چلی جاتی ہے اور کافر کی روح کو دھکیل کر زمین کے اندر سجین میں پھینکا جاتا ہے اس سے کافر کی آنکھ حسرت اور حزن کے مارے کھلی رہتی ہے اور اپنی دھکیلی ہوئی روح سے بھی گویا اسے سزا دی جا رہی ہے۔

ف: حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ جنت الفردوس سے لائی گئی اور اسے بہترین موتیوں کا جڑاؤ تھا اس کے دائیں طرف بھی فرشتے اور بائیں طرف بھی فرشتے تھے۔ اس شان و شوکت سے حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم آسمان پر تشریف لے گئے۔ جبریل علیہ السلام خدمت گزاری کے لئے ہر وقت آپ کے ساتھ رہے۔

صوفی کے نزدیک معراج کا مفہوم

بعض مشائخ کرام کا فرمان ہے کہ معراج بمعنے صورت الجذب والانجذاب وتمثیل الصعود ورنہ وہاں ظاہری سیڑھی کا کیا معنے وہ ملکوتی سیر تھی اور ملکوتی سیر کو سیڑھی کی کیا ضرورت! ہاں عالم ملک کو سیڑھی کی ضرورت ہوتی ہے اور عالم ملکوت کو عالم ملک پر قیاس نہ کرنا چاہیئے۔ اگر غور کیا جائے تو یقین ہو جائے گا کہ عالم ملکوت عالم ملک پر بھی مشتمل ہوتا ہے صورۃً بھی معنیً بھی اور قاعدہ یہ ہے کہ صورت معنے کے تابع ہوتی ہے جیسے اسیر و الاسرا کا حال تھا کہ ان کی ظاہری صورت معنوی صورت کے تابع تھی اسی لئے کہ اگر آپ کا جسم روح کے تابع نہ ہوتا تو آسمان کا عروج مشکل ہو جاتا جیسے آپ کی صورت مبارکہ کی صورت ایک تھی اسی طرح آپ کی حقیقت کی بھی ایک حقیقت ہے ہر شے کو اپنی حقیقت حال پہ رکھنا ضروری ہے لیکن حضور علیہ السلام کی ظاہری صورت اور حقیقت کا تصور کسی کے وہم و گمان میں نہیں آسکتا اسی طرح آپ کے متعلقات بھی اوہام و خیالات سے وراء ہیں۔

ف: معدن، نباتات، حیوان مرکبات ہیں انہیں موالید ثلاثہ سے تعبیر کیا جاتا ہے ان کے آباء اثیریات ہیں یعنے اجرام اثیریہ جیسے افلاک سے تعبیر کیا جاتا ہے ان میں اجرام نیرہ ہیں ان کی تاثیر سے ان موالید ثلاثہ کو فیض نصیب ہوتا ہے اور ان کے امہات

عنصریات ہیں اور عناصر چار ہیں :

(۱) زمین

(۲) ماء (پانی)

(۳) ہوا

(۴) نار (آگ)

زمین علے الاطلاق ثقیل ہے اور پانی بہ نسبت ہوا اور نار کے ثقیل ہے اور پانی اکثر زمین کو محیط ہے اور ہوا پانی اور نار کے لحاظ سے خفیف ہے اور پانی اور آگ علے الاطلاق خفیف ہے اور نار ہوا کے کرہ کو محیط ہے اور حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے شبِ معراج ان تمام عناصر کو حرکت قسریہ سے طے فرمایا اور حرکت قسریہ کا ہمیں انکار نہیں ۔

ازالۂ اوہام (۱) اسرائے جسمانی کے منکرین کہتے ہیں کہ پتھر کو اوپر پھینکا جائے تو وہ نیچے گرتا ہے اور ہوا کے اوپر جانا پتھر کی طبع کے خلاف ہے، ہم انہیں کہیں گے کہ پتھر کی طبع کا تقاضا اگرچہ اوپر جانا ہے لیکن اس کی یہ بھی طبع کا تقاضا ہے کہ وہ حرکت کو اختیار کرے اسی وجہ سے وہ خود اگرچہ اوپر نہیں جا سکتا لیکن اگر اسے اوپر لے جایا جائے تو وہ جا سکتا ہے ۔ اولاً تو حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو پتھر پر قیاس نہ کیا جائے کیونکہ آپ کا جسم اطہر کثیف نہیں بلکہ نہ صرف لطیف بلکہ لطیف ترین تھا ۔

(۲) الفلک الاثیری یعنے کرۂ نار سے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا گزرنا بھی محال نظر آتا ہے ۔ اس لئے کہ کرۂ نار کا کام جلانا ہے اور انسانی جسم آگ میں جلنے کا مادہ رکھتا ہے پھر حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کا اس کرہ سے بچ کر جانا عقل نہیں مانتی ۔

جواب (۱) ضروری نہیں کہ آگ ہر ایک شئے کو جلا دے مثلاً بہت سی ادویہ ہیں کہ جنہیں جسم انسانی پر مل لیا جائے تو آگ جسم پر اثر انداز نہیں ہو سکتی اور اسے مخالفین بھی مانتے ہیں اس معنے پر اگر عام انسان ادویہ مل کر آگ میں چلا جائے تو آگ اثر نہ کرے تو پھر نبوت کے حامل اور بلانے والے خود خالق کائنات پر غلط گمان کیوں ۔

جواب (۲) آگ ایسے جسم پر اثر انداز ہوتی ہے جو کثیف ہو اور لطیف جسم کو آگ نہیں جلا سکتی بلکہ جسم انسانی کے لئے اللہ تعالےٰ کی قدرت سے نہ صرف آگ کے تاثرات مٹ جاتے ہیں بلکہ اس کے اندر اس کی ضد یعنے پانی کی تاثیر پیدا ہو جاتی ہے جیسے ابراہیم علیہ السلام پر نار نہ صرف گلزار ہو گئی بلکہ اسے بردًا وسلامًا سے بدل دیا گیا ۔

سبز رنگ کا دریا حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں ایک سبز رنگ کے دریا پر پہنچا جو بڑے بڑے دریاؤں سے بھی عظیم تر تھا میں نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا، یہ کیسا دریا ہے؟ انہوں نے فرمایا ؛ اے حبیب محمد صلے اللہ علیہ وسلم یہ دریا ہے، نہ اس کے اوپر کوئی شے ہے نہ ہی نیچے، یہ خلا میں ایسے ہی چل رہا ہے ۔ اس کی

عظمت اور گہرائی کو اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا اگر یہی دریا دنیا والوں کو حائل نہ ہوتا تو سورج کی گرمی دنیا والوں کو جلا کر راکھ بنا دیتی۔

آسمان دنیا یعنی پہلا آسمان حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں آسمان دنیا پہ پہنچا حضرت جبریل علیہ السلام نے میرے دونوں بازو پکڑ کر اپنے انگوٹھے سے آسمان کا دروازہ کھٹکھٹایا۔

آپ کے بازوں مبارک کے ذریعے اس لئے دروازہ کھٹکھٹایا تاکہ آسمان والوں کو معلوم ہو کہ ان کے ساتھ کوئی انسان یعنے نبی آخر الزماں صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں اگر وہ اکیلے ہوتے تو دروازہ کھٹکھٹانے کی ضرورت ہی نہیں تھی دوسرا اس لئے کہ وہ ایسے وقت دروازہ کھلوانے کے لئے کہہ رہے تھے جو ان کے خلاف معمول تھا انھیں باور کرانا مطلوب تھا کہ واقعی حضور تاجدار رسل صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں۔اس سے واضح ہوتا ہے کہ ملائکہ کرام کو حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی آمد کا انتظار تھا بلکہ انھیں آپ کی تشریف آوری تک کے لئے پہرہ داری کے لئے مامور کیا گیا تھا چنانچہ مندرجہ ذیل روایات سے معلوم ہوتا ہے۔

ملائکہ کی استقبالیہ کمیٹی اور جبریل علیہ السلام جونہی حضرت جبریل علیہ السلام نے آسمان کا دروازہ کھٹکھٹایا تو دنیا کے نگران فرشتے نے پوچھا: کون؟ جبریل علیہ السلام نے اپنا تعارف کرایا تو اس نے پوچھا:

وَمَن مَّعَكَ   آپ کے ساتھ اور کون ہیں؟

وہ اس لئے کہ وہ فرشتہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو نہیں پہچانتا تھا۔ جبریل علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے ساتھ حضور آقائے نامدار حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اس نے کہا:

او قد بعث محمد   کیا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہو چکے ہیں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ فرشتہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی ولادت مبارک کا علم تو رکھتا تھا لیکن اسے آپ کی بعثت کی خبر نہیں تھی۔ چنانچہ وہ فرشتہ جبریل علیہ السلام سے حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا مژدہ بہار سن کر کہنے لگا: الحمد للہ۔ اس کے بعد دروازہ کھول دیا۔

حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب ہم پہلے آسمان کے اندر داخل ہوئے تو استقبالیہ کمیٹی کے صدر فرشتہ نے عرض کی:

مرحبا بك يا محمد ولنعم المجي مجيئك   مرحبا، اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم آپ کا تشریف لانا مبارک۔

حضرت جبریل علیہ السلام سے میں نے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ کہا ان کا نام اسماعیل ہے اور آسمان دنیا کے خازن (صدر) ہیں۔ یہ آپ کی تشریف آوری کے انتظار میں ہے۔ آپ آگے چلئے اور اسے السلام علیکم سے نوازیئے۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا کہ میں نے اس کے قریب ہو کر السلام علیکم کہا، انھوں نے سلام کا جواب دے کر خوش آمدید کہا، جب میری اُن سے ملاقات ہوئی تو اُس نے کہا:

ابشر یا محمد فان الخیر کلہ فیك و فی امتك فحمد للہ علی ذالك	اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم آپ کو مبارک کل بھلائی آپ کے لئے اور آپ کی امت کے لئے ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد و شکر ہے۔

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اعزاز دوسرے رنگ میں

یہ اسماعیل فرشتہ زمین پر کبھی نہیں آیا صرف حضرت ملک الموت علیہ السلام کے ساتھ اس وقت زمین پر آیا جب حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال شریف ہوا۔

استقبالیہ کمیٹی کے افراد اسماعیل فرشتے کے ماتحت ستر ہزار فرشتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک کے ساتھ علیحدہ علیحدہ ستر ستر ہزار فرشتے ہیں۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ پہلے آسمان پر حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس فرشتہ اسماعیل کی نگرانی میں ملائکہ کا بہت بڑا لشکر صف بصف کھڑا تھا اور بلند آواز سے پڑھ رہے تھے[1]

سبوحا سبوحا لرب الملائکۃ والروح قدوسا قدوسا لرب الارباب سبحان العظیم الاعظم	تمام تسبیحیں رب الملائکہ والروح کے لئے ہیں اور تمام تقدیس رب الارباب عظیم اعظم کے لئے۔

یہ ملائکہ سورۂ ملک پڑھا کرتے ہیں۔ ان میں میں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی صورت (مثالی) دیکھی میں نے ان سے پوچھا آپ یہاں کیسے پہنچے؟ انھوں نے عرض کی کہ تہجد کی نماز کی برکت سے[2]

ؒ

ہر گنج سعادت کہ خدا داد بحافظ
از یمن دعائے شب و ورد سحری بود

(ترجمہ: - وہ خزانہ سعادت جو حافظ کو نصیب ہوا وہ دعائے شب اور سحر کے ورد کی برکت ہے۔)

---

[1] :- حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا آسمان پر تشریف لے جانا اسی حیثیت سے ہے جیسے حضرت بلال رضی اللہ عنہ بہشت میں تشریف لے گئے ۱۲۔

[2] :- اسے حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری پر استقبالیہ نعروں سے تعبیر کیا جائے تو بجا ہے ۱۲۔ (اویسی)

حضرت آدم علیہ السلام کی ملاقات

حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر میں حضرت آدم علیہ السلام کے ہاں پہنچا تو وہ ایسے تر و تازہ اور جوان معلوم ہوتے تھے گویا اللہ تعالےٰ نے انھیں ابھی پیدا فرمایا ہے یعنے نہایت ہی حسین و جمیل نظر آتے۔ ان کی تسبیح یہ تھی :

سبحان الجليل الاجل سبحان الواسع الغنی — جلیل و اجل کی پاکی واسع غنی کی پاکی اللہ عظیم کی حمد کے ساتھ

سبحان الله العظيم وبحمده — پاکی ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے جب کفار کی ارواح پیش کی جاتی ہیں تو فرماتے ہیں کہ یہ ارواح خبیثہ اجسام خبیثہ ہیں رہیں انھیں سجین میں دھکیل دو۔

سوال : کفار کی ارواح کے لئے تو آسمان کے دروازے نہیں کھولے جاتے تو پھر وہ آدم علیہ السلام کے ہاں کیسے پیش ہوتی ہیں ؟

جواب : چونکہ آسمان شیشے کی طرح صاف و شفاف ہے اس لئے حضرت آدم علیہ السلام اپنی سند سے ہی انھیں آسمان کے اندر سے دیکھ لیتے ہیں۔

سوال : ایک روایت میں ہے کہ مومنین کی ارواح علیین میں ہوتی ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ بعض گنہگاروں کی ارواح آسمان وزمین کے درمیان لٹکی ہوتی ہے ان دونوں روایتوں میں تطبیق کیسی ؟

جواب : سعادتمندوں کی ارواح کا مبدأ آسمان دنیا ہے پھر اعلےٰ علیین تک مختلف درجات و مراتب ہوتے چلے جاتے ہیں اور اشقیاء کے مراتب آسمان دنیا کے اندر سے شروع ہو کر سجین تک پہنچتا ہے اس کے درمیانی درجات و مراتب مختلف ہوتے ہیں، یاد رہے کہ سجین جہنم کے طبقات کے نیچے ہے وہی ابلیس اور اس کی ذرّیت کا مسکن ہے کافروں کی ارواح گنہگاروں کی ارواح سے نیچے ہیں۔ اس معنے پر بعض گنہگاروں کی روحیں فی الحال آسمان و زمین کے درمیان لٹکی ہوئی ہیں انہیں سزا کے بعد صاف ستھرا کر کے دوسری ارواح کے ساتھ علیین پر پہنچائی جائیں گی۔

حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے آگے بڑھ کر آدم علیہ السلام کو السلام علیکم کہا۔ انھوں نے سلام کے جواب میں کہا :

آدم علیہ السلام نے خوش آمدید کہا

مرحبا بالابن الصالح والنبی الصالح — جی آئے پیارے صاحبزادے اور نبی نیک بخت۔

ف : مرحباً مصدر ہے اس کا عامل محذوف ہے دراصل "لقیت رحباً وسعة" تھا یعنے آپ نے بہت بڑی فراخی اور وسعت کو پا لیا۔

نکتہ : حضرت آدم علیہ السلام کی مسند فلکِ قمر میں ہے۔

ف : حضرت آدم علیہ السلام کو چاند سے سرعت کی وجہ سے مناسبت ہے اسی لئے آپ کی مسند وہاں مقرر ہوئی اس لئے کہ چاند ایک مہینے میں وہ تمام بروج طے کر لیتا ہے جو سورج ایک سال کے بعد طے کرتا ہے اور آدم علیہ السلام کی حرکات ذہنیہ اور انتقالات

باطنیہ میں بہت بڑی تیزی رکھتے ہیں۔

نکتہ حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو صرف آدم علیہ السلام سے پہلے آسمان کی ملاقات کی ایک وجہ یہ ہے کہ آدم علیہ السلام کو حضور علیہ السلام سے صفاتیہ یا فعلیہ اور حالیہ مناسبت ہے اگرچہ بعض دوسرے انبیاء علیہم السلام سے بھی ملاقات ہوئی ہوگی تو وہ اس طرح کی مخصوص ملاقات نہیں ہوگی اور نہ انھیں اس طرح کی مناسبت ہے اسی طرح آنے والے مقامات پہ مخصوص انبیاء علیہم السلام کی ملاقات کا حال ہے۔

نکتہ تفسیر المناسبات فی سورۂ نجم میں لکھا ہے کہ سب سے پہلے حضور علیہ السلام کو آدم علیہ السلام کی ملاقات ہوئی اس لئے کہ وہ امن وجوارِ الٰہی میں ہیں اور چونکہ انھیں ان کے دشمن ابلیس نے بہشت سے نکالا تھا اس لئے انھیں اللہ تعالےٰ نے اپنے امن وجوار میں لے لیا اسی طرح حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو کفارِ مکہ نے ہجرت پر مجبور کر دیا تو آپ کو اللہ تعالےٰ نے امن وسلامتی بخشی ان دونوں قصوں کو آپس میں مشابہت کی وجہ سے آدم علیہ السلام کو سب سے پہلے ملاقات کا موقعہ بخشا گیا۔

نکتہ چونکہ آدم علیہ السلام نے اپنی اولاد کے ہر نیک اور بد کے روح کو دیکھتا تھا اور اس کے لئے پہلا آسمان موزوں تھا اس لئے کہ کفار کی روح کو آسمان کے اوپر جانے کی اجازت نہیں اسی لئے وہ پہلے آسمان میں مسند نشین ہوتے تاکہ نیکوں کی روحوں کے ساتھ کفار کی روح آسمان کے اندر سے دیکھ سکیں اس کی تشریح گزشتہ اوراق میں ہم نے بیان کی ہے۔

یتامےٰ کے اموال کھانے والے حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے ایک قوم کو دیکھا جن کے ہونٹ اونٹوں کے ہونٹوں کی طرح ہیں، ہر ایک کے دونوں ہاتھ جہنم کے انگاروں سے پُر ہیں وہ اپنے منہ میں ڈالتے ہیں تو وہی انگارے ان کی دبروں سے نکل آتے ہیں میں نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ انھوں نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جو ظلم کر کے اور ناحق یتامیٰ کا مال کھاتے تھے۔

ف: پہلے مختلف عذاب میں مبتلا ہونے والے مثالی طور پر حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو دکھائے گئے ان میں یہ لوگ نہیں تھے اور حدیث شریف میں آجال سے اشخاص مراد ہیں اور اس سے بھی یتیموں کے وہ متولی مراد ہیں جو یتامیٰ کے اموال کے متولی ہو کر ناجائز طور پر ان پر ہاتھ صاف کرتے تھے [1]

سود خوار حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے بعض ایسے لوگوں کو دیکھا کہ ان کے پیٹ بہت موٹے ہیں دور سے ان میں سے ہر ایک کا پیٹ بہت بڑا کمرہ (کسی کا گھر معلوم ہوتا ہے) اور ان کے اندر بڑے بڑے سانپ نظر آتے ہیں وہ فرعون والوں کے راستوں پر پیاسے اونٹ کی طرح پڑے ہیں انھیں بجائے پانی کے آگ کے انگارے پلائے جاتے ہیں وہ اس جگہ سے بھاگنے کی بہت کوشش کرتے ہیں لیکن وہ سے بھاگ نہیں سکتے۔

---

[1]: یہاں پر مدارس عربیہ اور یتیم خانوں کے منتظمین توجہ دیں کہ یتامےٰ کے نام پر چندے جمع کر کے خُرد بُرد کر جاتے ہیں ۱۲۔

ف : انھیں فرعون والوں کے راستوں پر اس لئے ڈالا جائے گا کہ ان پر آمد و رفت بکثرت ہے سود خوار اس آمد و رفت سے پیسے جاتے ہیں جس سے انھیں سخت عذاب ہوتا ہے۔

حل لغات : حدیث شریف میں الابل المھومۃ واقع ہوا ہے یعنے ہر وہ اونٹ جنھیں الھیام کی بیماری ہو اور اسے ہوا کی بیماری گھیر لیتی ہے یا الھیو د بمعنے پیاسا اونٹ۔

ایک روایت میں ہے کہ مذکورہ بالا لوگ جونہی اٹھنے کی جرأت کرتے ہیں تو گر جاتے ہیں حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا یہ کون ہیں؟ انھوں نے کہا کہ یہ سود خوار ہیں۔

ف : سود خواروں کو پہلے بھی حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین پر شب معراج دیکھا تھا لیکن اس میں یہ تھا کہ ان میں سے ایک دریا میں تیرتا تھا اور اس پر پتھر پڑتے تھے ان میں مطابقت یہی ہے کہ زمین میں انھیں ایسے ہی دریا میں ڈال کر دوسری طرف نکال لیا جاتا ہو اور ان کی وہی کیفیت ہو جو مذکور ہوئی اور اسی طرح انھیں دائمی عذاب میں مبتلا کیا جا رہا ہے۔

حرام خور

حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں ایک ایسی قوم گزرا جن کے لئے بہترین اور لذیذ گوشت کے دسترخوان پڑے ہیں اور وہ بدبودار اور گندے گوشت کے خوانچوں سے گوشت کھا رہے ہیں۔ میں نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ کہا، یہ وہ لوگ ہیں جو حلال چھوڑ کر حرام کھاتے تھے یہ اعم ہے یتامٰے کا مال ہے یا کسی اور کا! ور ان کا ذکر پہلے نہیں ہوا۔

زانی عورتیں

حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے بہت سی عورتیں پستانوں سے بندھی ہوئی دیکھیں میں نے پوچھا کہ یہ کون عورتیں ہیں؟ جبریل علیہ السلام نے عرض کی یہ وہ عورتیں ہیں جو ایسے مردوں کے پاس جاتی تھیں جو ان کی اولاد سے نہیں تھے یعنے زنا کی مرتکب ہوتی تھیں۔

دریائے نیل و فرات

حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پہلے آسمان پر میں نے نیل و فرات کو دیکھا وہ اس لئے کہ ان دونوں کا سرچشمہ سدرۃ المنتہیٰ کے نچلے حصے سے ہے اور وہ دونوں تمام بہشتوں سے گزرے ہوئے پہلے آسمان تک پہنچتے ہیں وہاں سے زمین پر ان کا پانی گرتا ہے تو یہ دونوں نہریں جاری ہوئی ہیں۔

ف : الجامع الصغیر کے زوائد میں ہے کہ دریائے نیل جنت سے نکلتا ہے اگر اس میں تیر کر بہشت کے پتوں سے کچھ تلاش کرو تو اس میں سے بہشت کا کوئی ایک پتہ پالوگے۔

دوسرے آسمان کی سیر

حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمیں دوسرے آسمان پر لے جایا گیا حضرت جبریل علیہ السلام نے دوسرے آسمان کا دروازہ کھٹکھٹایا آسمان کے نگران فرشتے نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا کہ آپ کے ساتھ کون ہیں؟ جبریل علیہ السلام نے فرمایا: میرے ساتھ حضور تاجدار رسل صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ نگران فرشتے نے کہا: کیا حضور علیہ السلام مبعوث ہو چکے ہیں؟ جبریل علیہ السلام نے فرمایا، ہاں۔ یہ سن کر آسمان کے نگران فرشتے نے دروازہ کھول دیا

اور ہم اندر چلے گئے دیکھا تو وہ وہاں دو خالہ زاد بھائی یعنی حضرت عیسٰی بن مریم اور حضرت یحییٰ بن زکریا علیہم السلام تشریف فرما ہیں اور ہر دونوں آپس میں ہم شکل ہیں اور لباس کے علاوہ بال بھی ایک جیسے ہیں اور ان کے ساتھ ان کی امت کے افراد بھی تھے انھوں نے مجھے خوش آمدید کہہ کر دعائے خیر فرمائی ۔

ف: عیسٰی و یحییٰ علیہما السلام دونوں خالہ زاد بھائی بایں معنیٰ ہیں کہ ان کی مائیں آپس میں بہنیں تھیں اس کی تفصیل ہم نے سورہ آل عمران کی تفسیر میں عرض کر دی ہے

ف: تفسیر المناسبات میں ہے کہ حضرت عیسٰی و یحییٰ یہودیوں کی وجہ سے آزمائش میں ڈالے گئے یعنی عیسٰی علیہ السلام کی تکذیب کر کے انھیں ایذا دی اور انھیں قتل کرنے کی سازشیں کیں لیکن اللہ تعالٰی نے انھیں آسمان پر اٹھا لیا اور یحییٰ علیہ السلام کو یہودیوں نے شہید کر ڈالا ۔

مثنوی شریف : ؎

چوں سفیہاں راست ایں کار و کیا

لازم آمد یقتلون الانبیاء

ترجمہ: ان پاگلوں کے دل میں یہ بات گھر کر گئی کہ انبیاء کو قتل کرنا لازم ہے ۔

نکتہ یہودیوں نے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دی جب مکہ معظمہ سے مدینہ طیبہ ہجرت کر کے تشریف لے گئے اس معنے پر حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو دوسرے امتحان سے گزرنا پڑا اس لحاظ سے آپ سے عیسٰی علیہ السلام کو مناسبت ہوئی اس اعتبار سے ان کی آپ کے ساتھ دوسرے آسمان پر ملاقات ہوئی ۔

یہودیوں کی ایذا کی تفصیل حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم پر یہودیوں نے سخت ترین مظالم کئے ۔ ایک دفعہ بہت بڑا پتھر اٹھا کر آپ کو قتل کرنے کا پروگرام بنایا لیکن اللہ تعالٰی نے آپ کو محفوظ فرما لیا جیسے حضرت عیسٰی علیہ السلام کو نجات بخش کر انھیں آسمان پر اٹھا لیا ایسے ہی انھوں نے سرکار کونین صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے بکری کے گوشت میں زہر ملا دی اس زہریلے لقمے کا اثر حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم پر زندگی بھر رہا یہاں تک کہ وصال شریف کا ایک سبب یہی زہریلا لقمہ بھی تھا چنانچہ آپ نے بوقت وصال فرمایا کہ یہودیوں نے جیسے عیسٰی و یحییٰ علیہما السلام سے کیا میرے ساتھ بھی وہی کیا ۔

حل لغات: حدیث شریف میں لفظ تعادہ وارد ہوا ہے یہ عادتہ اللسعۃ یہ اس وقت بولتے ہیں جب وہ شے اپنے وقت معین پر دورہ کرے ۔

حدیث شریف

حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

ما زالت اکلۃ خیبر تعادنی فھذا اوان قطعت ابھری — خیبر کا لقمہ میرے اوپر دورہ کرتا ہے اب وقت آگیا ہے کہ اس نے میری کمر توڑ ڈالی ہے۔

ف: ابہر وہ رگ جو قلب سے متصل انسان کی پیٹھ میں واقع ہے اس کے متعلق قانون قدرت ہے کہ جب وہ ٹوٹ جائے تو انسان مرجاتا ہے۔

یہودیہ کا زہر کھلانا اور حضور علیہ السلام کا علم غیب مروی ہے کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہودی عورت بکری کے گوشت میں زہر ملا کر طعام لے آئی حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس سے کچھ کھایا ہی تھا کہ آپ نے تمام صحابہ کرامؓ سے فرمایا:

ارفعوا ایدیکم فانھا اخبرتنی انھا مسمومۃ — کھانے سے ہاتھ اٹھا لو اس لئے کہ بکری نے مجھے عرض کیا ہے کہ مجھ میں زہر ملایا گیا ہے۔

اسی زہریلے طعام سے بشر بن البراء شہید ہوئے۔ اسی یہودیہ عورت کو حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا آپ نے اس سے طعام میں زہر ملانے کا سبب پوچھا اس نے عرض کی کہ میرا ارادہ تھا کہ میں آپ کو قتل کردوں۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے میرے قتل کرنے پر کسی کو مسلط نہیں کیا۔

نکتہ صوفیانہ وصال کے وقت تک زہر کا اثر نہ کرنے کا موجب یہ ہوا کہ آپ اگرچہ ارشاد و تبلیغ کے لئے عالم سفلی میں تشریف رکھتے تھے لیکن آپ کی روح کا تعلق بدستور عالم بالا میں رہا اور اس اعلیٰ المراتب میں زہر کا اثر کیسا پھر موت کا وقت قریب ہوا تو آپ نے ادنےٰ المراتب کی طرف رجوع فرمایا اس لئے کہ موت نے صرف بشریت پر اثر ڈالنا تھا آپ جب عالم سفلی کی طرف گئے تو زہر نے اثر ڈال لیا۔

تیسرے آسمان کی سیر حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب ہم تیسرے آسمان پر پہنچے تو حضرت جبریل علیہ السلام نے دروازہ کھلوایا تو اندر سے آواز آئی کہ آپ کون ہیں؟ جبریل علیہ السلام نے اپنا تعارف کرایا۔ آواز آئی آپ کے ساتھ کون ہیں؟ انھوں نے فرمایا، حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ پوچھا گیا کہ کیا آپ مبعوث ہو چکے ہیں؟ جبریل علیہ السلام نے کہا، ہاں۔ دروازہ کھولا گیا تو حضرت یوسف علیہ السلام سے ملاقات ہوئی اور ان کے ساتھ ان کے امتی تھے۔ یوسف علیہ السلام کو آدھا حُسن دیا گیا یعنے انھیں دنیائے عالم کا آدھا حُسن یوسف علیہ السلام کو اور باقی آدھا حُسن تمام لوگوں پر تقسیم ہوا۔

ف: اس سے حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم مستثنیٰ ہیں اس لئے کہ ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم ہر فضل و کمال میں علے الاطلاق تمام کائنات سے افضل ہیں۔

ف: بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ یوسف علیہ السلام کو حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے حسن سے آدھا حسن دیا گیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام املح (ملیح تر) ہیں اور یوسف علیہ السلام ابیض سفید رنگ والے تھے۔

حضرت جامی قدس سرہٗ نے فرمایا : ؎

دبیر صنع نوشت کرد عارض تو
بمشک ناب کہ الحسن والملاحۃ لک

ترجمہ : کاریگر حقیقی کے قلم نے تمہارے چہرے اقدس پر مشک خالص سے لکھا کہ حسن آپ کے لئے اور ملاحہ یوسف علیہ السلام کے لئے ہے۔

نکتہ حسن و ملاحہ عالم صفات سے ہیں اور یہ کمال صرف حضور سرورعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو نصیب ہوا اس لئے کہ آپ تجلیات الصفات علی الکمال جامع ہیں صورۃً اور معنیً بھی اس لئے کہ آپ افضل من الکل ہے۔ اس لئے کہ آپ کی ہر تجلی اکمل تھی اور اس میں کسی کو شک و شبہ نہیں ۔حضور سرورعالم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ یوسف علیہ السلام نے مجھے ملتے ہی خوش آمدید کہہ کر دعائے خیر فرمائی۔

ف : تفسیر المناسبات میں ہے کہ حضور علیہ السلام کو یوسف علیہ السلام کی ملاقات میں مناسبت یہ تھی کہ جس طرح یوسف علیہ السلام کو بھائیوں نے گھر سے نکالا لیکن یوسف علیہ السلام بر سر اقتدار تو انھیں فرمایا :

لا تثریب علیکم الیوم — اے بھائیو! تمہارے اوپر کوئی ملامت نہیں۔

اسی طرح حضور علیہ السلام کے ساتھ آپ کے رشتہ داروں نے کعبہ معظمہ سے ہجرت کرائی پھر جب وہ بدر میں قیدی ہو کر آئے تو ان میں آپ کے رشتہ دار بھی تھے مثلاً حضرت عباس اور ان کے صاحبزادے عقیل وغیرہ حضور سرورعالم صلے اللہ علیہ وسلم نے انھیں معاف فرما دیا ان سے فدیہ وغیرہ لیا لیکن یومِ فتح (فتح مکہ کے دن) آپ نے سب کو جمع کر کے فرمایا :

لا تثریب علیکم الیوم

یعنے اے میرے رشتہ دارو! آج میں وہی کہہ رہا ہوں جیسے یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے فرمایا تھا۔

چوتھا آسمان حضور سرورعالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :
ہم چوتھے آسمان پر پہنچے اس کے دروازے پر بھی وہی سوال و جواب ہوئے جیسے پہلے آسمانوں پر ہوئے تھے۔ اس آسمان میں مجھے حضرت ادریس علیہ السلام ملے۔ انھوں نے مجھے دیکھ کر مرحبا کہا اور دعائے خیر فرمائی! انھیں کے حق میں اللہ تعالےٰ نے فرمایا :

ورفعناہ مکانا علیا — اور ہم نے ادریس علیہ السلام کا مکان بلند کیا۔

یعنے انھیں چوتھے آسمان پر زندہ اٹھا لیا جیسا کہ اس طرح کی ایک اور روایت ہے اور بعض روایات میں ہے کہ وہ اس وقت بہشت میں ہیں۔ اس روایت کے مطابق آپ کا چوتھے آسمان پر پہنچ جانا بھی ان کے بہشت میں ہونے کے منافی نہیں۔

حضرت ادریس علیہ السلام حضرت ادریس علیہ السلام کے متعلق مروی ہے کہ آپ جب مصر سے باہر تشریف لے گئے تو آپ کو

آسمان پر لے جایا گیا اس کے بعد آپ نے روئے زمین کی سیر کی اور اللہ تعالےٰ کی مخلوق کو دعوت دی آپ بتیس لغات جانتے تھے اور مختلف اقوام کو مختلف لغات میں وعظ و تبلیغ فرمائی اور انھیں بہت زیادہ علوم سکھائے۔

علم نجوم سب سے پہلے عالم دنیا میں علم نجوم حضرت ادریس علیہ السلام نے ظاہر فرمایا یعنے وہ علم جو آنے والے واقعات سے تعلق رکھتا ہے اور انھیں ستاروں کے حساب سے معلوم کیا جاتا ہے۔

مسئلہ: علم نجوم حق ہے بشرطیکہ اس کے حساب میں غلطی اور خطا واقع نہ ہو ورنہ بہت سے لوگ اس میں بہت بڑی بڑی غلطیوں کا شکار ہو جاتے ہیں۔

سب سے پہلا قلم سے لکھنے والا تفسیر المناسبات میں ہے کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی حضرت ادریس علیہ السلام سے چوتھے آسمان پر ملاقات کی وجہ یہ ہے کہ ادریس علیہ السلام نے ہی سب سے پہلے قلم سے لکھا اور حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ اسلام کے لئے قلم سے کام لیا اور یہ آپ کے لئے چوتھا نمبر ہے۔ چنانچہ آپ نے بادشاہوں کو خطوط و مراسلات سے خوف خداوندی سنایا اور اسی ذریعہ سے انھیں دعوت اسلام بھجوائی یہاں تک کہ حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کا جب والا نامہ ابوسفیان کے سامنے ہرقل کے ہاں پہنچا تو ابوسفیان نے کہا مجھے اس خط سے ہرقل کا خطرہ ہے کہ وہ حضور علیہ السلام کا خط پڑھ کر حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی دعوت قبول نہ کرے اور ابوسفیان کہتے ہیں کہ میں اس وقت حیران ہو گیا کہ ابن ابی کبشہ (یعنے حضور علیہ السلام) کا اتنا بڑا اثر کہ ابن ابی الاصفر (ہرقل) بھی ان کا نام سُن کر گھبرایا ہوا ہے۔ بہرحال آپ نے دعوت اسلام قلم کے ذریعہ سے بھی فرمائی ہے جو اس وقت کے مشاہیر بادشاہوں کو خطوط لکھے۔

اس وقت کے جن بادشاہوں نے آپ کی اتباع قبول فرمائی وہ یہ ہیں:

(۱) نجاشی

(۲) عمان کا بادشاہ

بعض وہ ہیں جنھوں نے آپ سے نیازمندی و عقیدت مندی کا ثبوت دیا اور آپ کے ہاں ہدایا و تحائف بھیجے جیسے المقوقس بعض وہ ہیں جنھوں نے آپ کی نافرمانی کی۔ اللہ تعالےٰ نے آپ کو ان پر فتح و نصرت دی اسی کو مقام عَلِیّ سے تعبیر کیا جاتا ہے اور ہمارے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم حضرت ادریس علیہ السلام کی طرح قلم سے لکھ لیتے تھے۔

پانچواں آسمان حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم پانچویں آسمان پر پہنچے تو وہاں بھی وہی گفتگو ہوئی جو گذشتہ آسمانوں میں ہوئی وہیں پر آپ کو ہارون علیہ السلام ملے انھوں نے آپ کو خوش آمدید کہہ کر دعائے خیر کی چونکہ ہارون علیہ السلام سے ان کی قوم محبت کرتی تھی اس لئے کہ آپ ان سے نرمی کرتے تھے بخلاف موسےٰ علیہ السلام کے کہ وہ ان سے سختی کرتے تھے اس لئے قوم نے آپ کو سخت ایذائیں بھی پہنچائیں۔ ہارون علیہ السلام کی نرمی کی وجہ سے آسمان پر ان کی قوم ان کے ساتھ تھی اور آپ انھیں قصہ سنا رہے تھے اور ہارون علیہ السلام جب آسمان پر حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم سے ملے تو ان کی آدھی ریش مبارک سفید

اور آدھی سیاہ تھی اور لمبی اتنی تھی کہ ناف تک پہنچتی تھی حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی ملاقات کی مناسبت یہی ہے کہ جیسے ہارون علیہ السلام اپنی قوم کو محبوب تھے حضور علیہ السلام بھی اپنی قوم قریش کے محبوب تھے یعنے اسلام کے غلبہ کے بعد ورنہ اس سے قبل تو آپ سے سخت بغض و عداوت رکھتے تھے۔ (کذا فی مناسبات التفسیر)

عقل مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی وسعت کا بیان

حضرت وہب بن منبہ فرماتے ہیں کہ میں نے اکہتر کتابوں میں دیکھا کہ اللہ تعالےٰ نے ابتدائے دنیا سے تا انتہائے دنیا جتنا عقول لوگوں کو عطا فرمائے ہیں وہ حضور علیہ السلام کے مقابلے میں وہی نسبت رکھتے ہیں جو ریت کے ایک ذرہ کو دنیائے عالم کے تمام ریت کے ٹیلوں سے۔

دیوبندیوں اور مودودیوں و دیگر مذاہب کے اوہام کا ازالہ!

ظاہر ہے کہ انسان عقل کے ذریعے ہی فضائل حاصل اور رذائل سے اجتناب کرتا ہے اور اصابۃ الرائی اور جودت فطنت وحسن سیاست اور بہتر تدبیر عقل سے ہوتی ہے اور ان امور میں جتنا کمال حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھا دوسروں کو ذرہ برابر بھی نصیب نہ ہوا[1] مثلاً عرب کے وحشی وحشت میں ضرب المثل تھے لیکن سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی حسن تدبیر سے وہ ایسے بہت بڑے کمالات کو پہنچے کہ جنھیں بہت بڑے فلاسفر اور بڑے بڑے بادشاہ دیکھ کر دنگ رہ گئے۔ اگرچہ ابتدار میں انھوں نے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ کو سخت اذیتیں دیں لیکن آپ نے ان کی تکالیف پر صبر فرمایا اور ان کو ایسی حکمت عملی سے ایسا گرویدہ بنایا کہ بعد میں آپ پر سو جان قربان تھے بلکہ صرف آپ کی خاطر اپنے اہل و عیال بلکہ ماں باپ اور آل اولاد کی گردن اڑانے کو اپنی سمجھتے جب دیکھتے کہ وہ حضور علیہ السلام کی مخالفت کرتے ہیں اور تمام دنیا نے دیکھ لیا کہ عرب کے ان وحشیوں نے اپنا تن من دھن سب کچھ حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم پر قربان کر دیا بلکہ آپ کی خاطر پیارے وطن (مکہ معظمہ) کو خیرباد کہہ کر مدینہ طیبہ کو ہجرت کر گئے وغیرہ وغیرہ۔

چھٹا آسمان

حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم چھٹے آسمان پر پہنچے حسب دستور سابق جبریل علیہ السلام نے آسمان کے نگران فرشتے سے گفتگو کر کے دروازہ کھلوایا تو میری ملاقات حضرت موسےٰ علیہ السلام سے ہوئی۔ انھوں نے مجھے خوش آمدید کہہ کر دعائے خیر فرمائی۔

حضرت موسےٰ علیہ السلام کا تعارف

موسےٰ علیہ السلام گندمی رنگ اور لمبے قد اور بہت زیادہ بالوں والے تھے اور آپ کے بال تھے بھی بہت سخت یہاں تک کہ دو قمیص پہننے کے باوجود ان کے بال

---

[1] اس سے دیوبندیوں و دیگر مذاہب کی غلط فہمی کا اندازہ لگا لیجئے کہ وہ کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام سے دنیوی امور اور سیاسی معاملات میں عوام میں بعض لوگ فائق ہو جاتے ہیں ملاحظہ ہو، الاضافات الیومیہ تھانوی وغیرہ۔

کپڑوں سے باہر نکل آتے۔ آپ کو جب سخت غصہ ہوتا تو آپ کے سر کے بال آپ کی ٹوپی سے باہر نکل آتے بلکہ شدت غضب سے ٹوپی اوپر کو اٹھ جاتی۔ ایک دفعہ آپ کے کپڑے پتھر اٹھا کر بھاگا تو آپ اس کے پیچھے دوڑے اور اسے جا کر چھ یا سات درّے مارے یہ ان کے شدتِ غضب کی دلیل ہے کہ باوجودیکہ پتھر ایک جماد ہے لیکن آپ کا غصہ اس سے بھی نہ روک سکا۔

لطیفہ: جب پتھر موسیٰ علیہ السلام کے کپڑے اٹھائے بھاگا تو وہ ایک سواری کے مشابہ ہو گیا! ور قاعدہ ہے کہ سواری اگر بے قاعدگی کرے تو اسے سوار ڈنڈے سے سیدھا کرتا ہے۔

جمادات میں بھی ایک روح ہے

فقیر (اسماعیل حقی) کہتا ہے کہ پتھر اس لئے کپڑے اٹھا کر بھاگا تھا کہ عند المحققین جمادات میں بھی حقیقی روح ہے یہی اہل اللہ (اولیاء اللہ) کا مذہب ہے اور لیا اوقات ان کے حقیقی روح کی علامات مشاہدہ میں آجاتی ہیں۔ چنانچہ مثنوی شریف میں ہے،

شعر

باد را بے چشم اگر بینش نداد
فرق چون می کرد اندر قوم عاد
گر نبودے نیل را آن نور دید۔
از چہ قبطی را ز سبطی می گزید
گر نہ کوہ و سنگ با دیدار شد
پس چرا داؤد را یار شد!
این زمین را گر نبودے چشم و جان
از چہ قارون را فرا خوردے چنان

ترجمہ: ۱۔ ہوا کو اگر عقل نہ ہوتی تو وہ عاد کی قوم میں کیسے فرق کرتی۔

۲۔ اگر دریائے نیل کو آنکھ نصیب نہ ہوتی تو وہ قبطی و سبطی کے درمیان کیسے امتیاز کرتا۔

۳۔ اگر پہاڑ و پتھر میں عقل نہ ہوتی تو وہ داؤد علیہ السلام کے ساتھ تسبیح و تہلیل میں کیسے شریک ہوتے۔

۴۔ زمین کو چشم و جان نہ ہوتی تو وہ قارون کو کیسے نگل جاتی۔

موسیٰ علیہ السلام کا گریہ اور اس کا موجب

حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب چھٹے آسمان کو عبور کر کے اوپر کو جانے لگا تو موسیٰ علیہ السلام رو پڑے اور کہا کہ یہ نوجوان میرے بعد تشریف لایا لیکن میری امت سے ان کی امت بدرجہا زائد بہشت میں جائے گی۔ نہ صرف میری امت سے بلکہ تمام انبیاء علیہم السلام کی امتوں سے ان کی امت گنتی میں بڑھ جائے گی۔ اس لئے بہشت کی کل ایک سو بیس صفیں ہوں گی ان میں حضور سرورِ عالم

صلی اللہ علیہ وسلم کی اسّی اور باقی تمام انبیاء علیہم السلام کی صرف چالیس صفیں ہوں گی۔

ازالۂ وہم: بعض لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس رونے کو موسیٰ علیہ السلام پر بدگمانی کرتے ہوئے ایک غلط تصویر پر محمول کرتے ہیں۔ ان کے رد میں فقیر (حقی) کہتا ہے کہ :

قال ابن الملک انما بکی موسیٰ اشفاقا علی امتہ حیث قصر عددھا عن عدد امتہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم لا حسدا علیہ لانہ لا یلیق بہ[1]

ابن الملک نے فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام اپنی امت پر شفقت کرتے ہوئے روئے تھے جب کہ ان کی امت کی تعداد امت محمدیہ کی تعداد سے بہت کم دکھائی دی۔ یہ حسد نہ تھا نہ حسد آپ کی شان کے لائق ہے۔

سوال: اگر (معاذ اللہ) موسیٰ علیہ السلام کا رونا حسد پر مبنی نہیں تھا تو ان غلاما بعث بعدی جیسے حقیر الفاظ استعمال نہ کرتے؟

جواب (۱): فقیر (صاحب روح البیان اسماعیل حقی رحمہ اللہ تعالیٰ) کہتا ہے کہ یہ کلمہ تحقیراً نہیں تھا بلکہ حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم پر رب تعالیٰ کے فضل و احسان کا اظہار تھا کہ باوجودیکہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم چھوٹی عمر رکھتے ہیں لیکن بڑے بڑے انبیاء علیہم السلام سے برگزیدہ اور افضل ہیں اور بہت سے تھوڑے عرصے میں اتنے بڑے فضائل و کمالات حاصل کر لئے۔

جواب (۲): فقیر (اسماعیل حقی) کہتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کا رونا مناسب مقام کے مطابق صحیح تھا اور واقعی یہ مبنی بر غیرت تھا جو آپ پر بوجہ غلبہ غیرت ایسا کلمہ منہ سے نکلا اسی لئے اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو محبوبانہ عتاب فرمایا جب حضور علیہ السلام کا ان کے مزار سے گزر ہوا تو زور زور سے پکارنے لگے "اکرمتہ فضلتہ" میں نے انہیں مکرم و افضل بنایا ہے جیسا کہ ابتداء میں ہم نے یہ روایت لکھی اور اس کا مناسب جواب بھی عرض کر دیا لیکن اس سے بھی موسیٰ علیہ السلام کا حسد ثابت نہیں ہوتا اور نہ ہی تحقیر پر محمول کیا جا سکتا ہے اس لئے کہ یہ تو بفضلہٖ تعالیٰ جلیل القدر اور اولوالعزم پیغمبر (صلے اللہ علیہ وسلم) ہیں ان سے درجات و فضائل میں کم شان والے حضرات اولیاء کرام سے بھی حسد اور دوسرے کو حقارت سے دیکھنے کا مادہ ختم کر دیا جاتا ہے۔ پھر انبیاء علیہم السلام کے لئے یہ گندہ مادہ کیسا۔

جواب (۳): پہلے ہم نے تفصیل سے لکھا ہے کہ اہل جنت کو ایک دوسرے کے بلند اور کم درجات کا احساس نہیں ہوگا۔ اور نہ ہی یہ آرزو کریں گے کہ ہم اپنے سے بلند درجات نصیب ہوں بلکہ وہ اپنے ہر دیئے ہوئے درجہ و کمال پر راضی ہوں گے اسی طرح انبیاء علیہم السلام کو سمجھئے کہ انہیں بلند درجات کی نہ آرزو ہوتی ہے اور نہ ہی دوسرے کے بلند درجات کا احساس کرتے ہیں اسی طرح اولیاء کرام کا حال ہے۔ اگر ایسی بات ہے تو پھر انہیں اطمینان قلب کیسا حالانکہ وہ اطمینان قلبی کے بلند مراتب کے مالک ہوتے ہیں۔ اگر مخالف کے قول کو مان لیا جائے تو پھر ان کے لئے اطمینان قلبی کی بجائے بیقراری اور بے چینی ثابت کی جائے اور اس کا ثبوت کسی بے دین کے ہاں ملے گا۔ ورنہ قرآن مجید کے نصوص اس کے مخالف ہیں (مثلاً) الا بذکر اللہ تطمئن القلوب۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اس پر مقام

---

[1] روح البیان جلد ۵ صفحہ ۱۱۰۔

یہ ملاقات کی مناسبت یوں ہے کہ جیسے موسےٰ علیہ السلام کو غزوۂ شام کا حکم ہوا اور آپ ان جبابرہ پر غالب ہوئے پھر جس شہر سے نکالے گئے تھے اس شہر میں انھیں حکم ہوا کہ اپنی قوم کو لے جاؤ جب کہ آپ کے دشمن تباہ و برباد ہو گئے ایسے ہی حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو علاقہ شام کے لئے غزوہ تبوک کا حکم ہوا تا کہ آپ دومۃ الجندل سے جنگ کریں چنانچہ آپ اس پر غالب آئے اور اسے قید کر کے لایا گیا تو اسے جزیہ پر صلح کرنی پڑی اسی طرح فتح مکہ کے موقعہ پر آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جہاں (مکہ) سے نکالے گئے آپ انھیں لے گئے۔

ساتواں آسمان حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم ساتوں آسمان پر پہنچے وہاں پر جبریل علیہ السلام سے وہی گفتگو ہوئی جو پہلے آسمانوں پر ہوئی دروازہ کھلا تو وہاں پر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا، یہی آپ کے جدامجد ہیں آپ انھیں السلام علیکم کیجئے۔ میں نے انھیں السلام علیکم کہا تو انھوں نے میرے سلام کا جواب دے کر فرمایا: جی آئے! میرے صاحبزادے اور نبی صالح۔

نکتہ امام تورپشتی رحمہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو انبیاء علیہم السلام پر السلام علیکم کی سبقت کا حکم اس لئے ہوا کہ آپ ان سے گزر کرنے والے تھے اور قاعدہ شرعیہ ہے کہ قائم قاعد پر السلام علیکم کہے۔

قاعدہ: حضرات انبیاء علیہم السلام کی ارواح متشکل ہو کر تشریف لائے سوائے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے کہ وہ اپنی اصلی جسمانی شکل میں ملے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تعارف حضرت ابراہیم علیہ السلام گھنگرالے بالوں والے تھے اور بہشت کے دروازے پر بیٹھے تھے یعنے بہشت کی جہت سے اس لئے کہ بہشت تو ساتوں آسمانوں کے اوپر ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کرسی نشین تھے اور بیت المعمور سے سہارا لگائے بیٹھے تھے۔ بیت المعمور عقیق کا ہے اور عین کعبہ معظمہ کے عین اوپر ہے کہ اگر وہ گرے تو عین کعبہ معظمہ کے اوپر گرے گا۔ ہر روز ستر ہزار فرشتے اس کے اندر ایک دروازے سے داخل ہو کر دوسرے دروازے سے خارج ہوتے ہیں جو ایک بار داخل ہوتے ہیں انھیں قیامت تک دوبارہ باری نہیں ملے گی جیسے انسان کی سانس ایک بار نکل جائے تو دوبارہ اس کے اندر داخل نہیں ہوتی ملائکہ کرام کا بیت المعمور ستاروں کے مطالع سے داخل ہوتے ہیں اور ان کے غروب ہونے کے مقام سے نکلتے ہیں۔

اُمّتِ مصطفویہ علےٰ صاحبہا التحیہ حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابراہیم علیہ السلام کی ملاقات کے بعد مجھے میری امت دو گروہوں میں ملی ایک گروہ پر سفید کاغذ کی طرح بہترین سفید پوشاکیں دوسرے گروہ کے کپڑے میلے کچیلے تھے جب میں بیت المعمور میں داخل ہوا تو سفید کپڑوں والے میرے ساتھ چلے اور میلے کچیلے لباس والوں کو بیت المعمور کے داخلے سے روک دیا گیا۔ میں نے بیت المعمور میں دوگانہ پڑھا میرے ساتھ سفید کپڑے والوں نے بھی دوگانہ پڑھا۔

ف: حدیث شریف مذکورہ میں دوگروہوں کے لئے لفظ شطرین کہا گیا ہے اس سے نصف ونصف مراد نہیں یہاں تک کہ یہ سمجھا جائے کہ عاصی اور نیک برابر تھے بلکہ فقیر (حقی) کے نزدیک شطرین سے دوگروہ مراد ہیں جیسے فقیر اویسی غفرلہ نے ترجمہ کیا ہے۔ بایں معنی کہ سفید کپڑوں والے ایک گروہ علیحدہ تھا اور میلے کپڑوں والے ایک اور علیحدہ گروہ تھا۔

نکتہ: حکمتِ الٰہیہ کا تقاضا ہے کہ اہلِ عصیاں نیکوں سے زائد ہوں اس لئے کہ مقصود تھا انسانِ کامل کا ظہور وہ تو ہو چکا یعنے حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی) وہ اگرچہ ایک ہیں لیکن یہی سوادِ اعظم ہیں اس معنے پر اہل طاعۃ اگرچہ تھوڑے سہی لیکن اہل عصیان کے مقابلہ کا ایک گروہ تھا۔

اللہ تعالےٰ ہمیں بیت القلب کے داخل ہونے والوں سے بنائے اور اپنے محبوب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے طفیل ہمارے وجود سے میل کچیل دور فرمائے۔ (آمین)

ف: سُہیلی نے فرمایا کہ اہل ایمان اور کفار کے بچے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی کفالت میں ہیں۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان غیر بالغ لڑکوں کو ابراہیم علیہ السلام کے ہاں دیکھ کر جبریل علیہ السلام سے پوچھا یہ کون ہیں؟ عرض کی کہ یہ اہل ایمان کی وہ اولاد ہے جو صغر سنی میں فوت ہوئی۔ حضور علیہ السلام نے پھر پوچھا کہ کفار کی اولاد۔ جبریل علیہ السلام نے جواب دیا کہ کفار کی اولاد بھی ان میں ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ کفار کی اولاد بہشت میں اہل جنت کے خدام ہوں گے۔

ابراہیم علیہ السلام کا امّتِ نبویؐ کو سلام مروی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ آپ اپنی امت کو میرا سلام کہہ دینا اور انھیں فرمانا کہ بہشت کی مٹی اور پانی بہترین ہے اور اس کے باغات سبحان اللہ والحمد للہ و لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر ہیں۔

حضرت عارف جامی نے لکھا ہے:

یاد کن آنکہ در شب اسرا
با حبیب خدا خلیل خدا
گفت گو اے از من اے رسول کرام
امّتِ خویش را ز بعد سلام
کہ بود پاک و خوش زمین بہشت
لیک آنجا کسے درخت نکشت
خاک او پاک و طیب افتادہ
لیک ہست از درخت ہا سادہ!

غرس اشجاراں بسعی جمیل!
بسملہ حمدلہ است پس تہلیل
ہست تکبیر نیز ازان اشجار
خوش کسے کش جزین نیاید کار
باغ جنات تحتہا الانہار!
سبز و خرم شود ازان اشجار

ترجمہ: اے حبیب من! یاد کیجئے کہ شب اسرا میرے اور آپ کے درمیان گفتگو ہوئی۔ اور بہشت کی زمین خوش اور پاک ہے لیکن اس میں درخت نہیں ہیں اس کے درخت یہی عمل صالح ہیں یعنے بسملہ و حمدلہ و تہلیل ہے

حضرت زید رضی اللہ عنہ کی نامزد حور

حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہشت میں ایک نوجوان عورت ملی جو ہونٹوں پر سرخی لگائے ہوئے تھی وہ مجھے بہت خوش لگ رہی تھی میں نے اس سے پوچھا تو کس کے لئے ہے؟ عرض کی کہ حضرت زید بن حارثہ کے لئے۔

ف: حدیث شریف میں جاریۃ لعساء وارد ہوا ہے لعساء لعس سے مشتق ہے بمعنے ہونٹوں کی سرخی جس میں تھوڑی سی سیاہی کی ملاوٹ ہو یہ حسن کی ملاحت پہ دلالت کرتی ہے۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ کا تعارف

یہ وہی حضرت زید رضی اللہ عنہ ہیں جنھیں حضور علیہ السلام نے متبنّٰی (پرورده) بنا رکھا تھا حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا پہلے ان سے نکاح ہوا تھا۔ انھوں نے طلاق دی تو ان کو حضور علیہ السلام نے نکاح کا شرف بخشا۔ اللہ تعالےٰ نے حضرت زید رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو ان کے بدلہ میں حسین و جمیل اور ملیح حور ان کو عطا فرمائی۔ اس لئے کہ قاعدہ ہے کہ ہر فنا اور ترک مشروع پر معنوی اثر مرتب ہوتا ہے جتنا ظاہر میں کمی ہوا اتنا اس کا حصہ باطن میں منتقل ہوجاتا ہے اور آخرت بہ نسبت دنیا کے باطن ہے۔ جو شخص دنیا میں مشروعات کے حظوظ کا ترک کرتا ہے اسے اتنا بلکہ بہت زائد آخرت میں بہتر حصہ نصیب ہوتا ہے۔

عجیب و غریب فرشتے

حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے ساتویں آسمان میں فرشتوں کی ایک بہت بڑی جماعت کو دیکھا کہ جن کا آدھا حصہ (بدن کا) ناری ہے اور آدھا برف کا۔ نہ برف نار پر اثر انداز ہوتی ہے اور نہ آگ برف پر! اور وہ مندرجہ ذیل دعا پڑھ رہے تھے:

اللهم كما الفت بين النار و الثلج فالف بين قلوب عبادك المومنين
اے اللہ! جیسے آگ و برف کو آپس میں اتفاق بخشا ایسے ہی اہل ایمان کو آپس میں اتفاق عطا فرما۔

ف: بعض بزرگوں نے فرمایا کہ ان ملائکہ کا نصف نار اور نصف برف کا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے جب ان کو ایک جسم میں رکھا تو اگرچہ بظاہر ذو اضداد ہیں لیکن اس نے اپنی قدرت کاملہ سے انہیں ایک مزاج بنا دیا۔ لیکن پہلی تعبیر زیادہ موزوں ہے اس لئے کہ قدرت کاملہ پر وہی تعبیر زیادہ دلالت کرتی ہے ذو اضداد اپنی تاثیر کے ساتھ جمع ہوں یہی قدرت الٰہی کا کمال ہے ورنہ جو بعض بزرگوں نے تعبیر فرمائی ہے وہ تو اکثر مرکبات میں موجود ہے جیسے ہم میں اربع عناصر موجود ہیں لیکن ان کا مزاج ایک بنا دیا گیا ہے۔ یہ گویا عادۃ جاریہ ہو کر عام ہو گیا حالانکہ مقصود یہ ہے کہ ایسی صورت پیدا کی جائے جس میں انوکھاپن ہو۔

ابراہیم علیہ السلام کی ملاقات کی حکمتیں

حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی ساتویں آسمان پر ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات کی دو حکمتیں ہیں:

(۱) حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے ابراہیم علیہ السلام کو بیت المعمور سے سہارے لگائے ہوئے بیٹھا دیکھا اور بیت المعمور کعبہ معظمہ کے عین بالمقابل ہے اور ملائکہ کرام یہیں پر حج ادا کرتے ہیں اور ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ کی بنیاد ڈالی اور اس کے لئے حج کی لوگوں کو دعوت دی انہی دو کعبوں کی مناسبت پر اسی مقام پر ملاقات موزوں تھی۔

(۲) حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا آخری سال بیت اللہ کا حج تھا اور حجۃ الوداع کے موقعہ پر حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابی تھے اس ملاقات سے وہی راز مضمر تھا کہ جس دعوت کا اعلان حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سینکڑوں سال قبل فرمایا تھا اسے آج حضور نبی علیہ السلام نے پورا کر دکھایا۔ اس طرح معراج کی شب ملاقات کی مناسبت پوری ہوتی کہ حضور علیہ السلام اور داعیٔ حج و بانیٔ کعبہ معظمہ کی ملاقات ہو گئی۔

سدرۃ المنتہیٰ

حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے جبریل علیہ السلام سدرۃ المنتہیٰ پر لے گئے سدرۃ المنتہیٰ ایک درخت ہے جو ساتوں آسمانوں کے اوپر بہشت کے انتہائی مقام پر واقع ہے یہاں پر ملائکہ کرام سعادتمندوں کے اعمال پہنچاتے ہیں اور عرش والوں سے یہیں پر احکام نازل ہوتے ہیں اور انوار رحمانیہ کا مورد بھی یہی ہے اور سدرۃ المنتہیٰ کے اوراق ہاتھی کے کانوں کے برابر ہیں "الفیلۃ"، فیل کی جمع ہے یعنے ہاتھی کے کانوں کی ہم شکل ہیں یعنے ان کا گھیرا ہاتھی کے کانوں جیسا تھا۔ اس سے کانوں کی وسعت مُراد نہیں ورنہ سدرہ المنتہٰی کا صرف ایک پتہ تمام مخلوق کو محیط ہو سکتا ہے۔ (کذا فی بعض الروایات) اور سدرہ المنتہٰی کے ثمرات مٹکوں کی طرح ہیں۔

ف: القلال، القلۃ کی جمع بمعنے بڑا گھڑا سدرہ المنتہیٰ دارین (دار دنیا اور دار آخرت) کے لئے بمنزلہ برزخ کے ہے اس کی ٹہنیاں اہل جنت کی نعمتیں اور اس کی جڑیں اہل نار کی زقوم ہیں اور ان سے تسبیحات و تحمیدات و ترجیعات (انا للہ و انا الیہ راجعون کہنا) کی ایک عجیب خوش آواز سنائی دیتی ہے کہ جسے سن کر روح میں ایک عجیب وغریب سرور و کیف پیدا ہوتا ہے اور ان سے بہتر احوال ظاہر ہوتے ہیں۔

سدرۃ المنتہٰی پر ملائکہ کی امامت

حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے سدرۃ المنتہٰی پر آسمان کے ملائکہ کو ایک رکعت نماز

پڑھائی بیت المقدس میں امام الانبیاء اور سدرۃ المنتہیٰ پر امام الملائکہ ہوئے۔

عقیدہ : اس سے واضح ہوا کہ ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جمیع اہل اسماء والارض سے افضل ہیں۔

چار نہریں : سدرۃ المنتہیٰ سے چار نہریں جاری ہوتی ہیں دو باطنی اور دو ظاہری۔ دو باطنی بہشتی ہیں جو سدرۃ المنتہیٰ سے نکل کر بہشت میں چلی جاتی ہیں وہ (مندرجہ ذیل ہیں) :

(۱) نہر کوثر

(۲) نہر الرحمہ

اور دو ظاہری نہریں جو سدرہ المنتہیٰ سے نکل کر بہشت سے بہتی ہوئی زمین پر اترتی ہیں وہ (مندرجہ ذیل ہیں) :

(۱) نہر مصر یعنے دریائے نیل

(۲) نہر الکوفہ یعنے دریائے فرات

اعجوبہ : بعض بزرگوں کا فرمان ہے کہ اگر دریائے نیل دریائے ملح (جسے بحر اخضر کہا جاتا ہے) میں داخل نہ ہوتا یعنے بحیرۃ الزنج سے پہنچنے سے پہلے اگر بحر اخضر سے نہ گزرتا تو اسے کوئی نہ پی سکتا اس لئے کہ وہ بہت ہی زیادہ میٹھا ہے اس کی مٹھاس میں بحر اخضر کی نمکینی ملی تو پینے کے لائق بنا۔

اعجوبہ : دریائے فرات میں ایک مرتبہ انار اونٹ کے برابر پائے گئے بعض بزرگوں کا فرمان ہے کہ وہ انار بہشت کے تھے۔

ف : فقیر (اسماعیل حقی) کہتا ہے کہ وہ انار ان باغات کے تھے جو زمین کی بہشت ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ وہ انار فاسد ہو جاتے تھے اور بہشت کے ثمرات میں فساد ناممکن ہے۔

ف : فقیر (حقی) کہتا ہے کہ فرات میں بہشت کے اناروں کا ہونا بعید از قیاس نہیں بلکہ یہ حقیقت ہے کہ وہ واقعی انار بہشت تھے اس لئے کہ عقل والوں کو عبرت کے طور پر انار بھجوائے گئے تاکہ انھیں اللہ تعالےٰ کی قدرت پر زیادہ سے زیادہ یقین ہو۔

بہشت میں تشریف لے جانا حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں بہشت میں گیا تو وہاں موتیوں کے قبے نظر آئے نظر جن کی مٹی مشک خالص ہے اور اس کے انار ڈولوں کی شکل میں محسوس ہوتے تھے اور اس کے پرندے عربی اونٹوں کے برابر تھے۔ ہم بہشت کی سیر کرتے کرتے حوض کوثر پہ پہنچے اس کے برتن سونے چاندی کے تھے اس سے میں نے تھوڑا سا پانی پیا وہ شہد سے زیادہ میٹھا اور مشک سے زیادہ خوشبو ناک تھا۔

حدیث شریف دنیا میں جو میوے کڑوے تھے وہ بہشت میں میٹھے ہو جائیں گے یہاں تک حنظل (اندرائن) بھی۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے۔ بہشت کا کوئی ثمرہ توڑے گا تو وہ ثمر ٹوٹتے ہی فوراً توڑنے والے کے منہ میں آ جائے گا۔ یہاں تک کہ اسے اس جیسا اور کوئی ثمر میٹھا محسوس نہ ہوگا۔

ف : اس سے معلوم ہوا کہ بہشت کا ہر میوہ میٹھا ہوگا اور بہشت کا ہر میوہ کھانے کے قابل ہوگا ان کی ظاہری شکل ان دنیوی ثمرات ومیوہ جات کے مشابہ ہوگی سدرۃ المنتہیٰ کو نورالٰہی نے گھیرا ہوا ہے اس نورالٰہی کی چمک سے سدرۃ المنتہیٰ کے حسن و جمال میں اضافہ ہوگا یہاں تک کہ وہ اپنی نظیر آپ ہوگا۔ علاوہ ازیں اس کے عجائب وغرائب ایسے بے مثال ہیں جن کی نظیر پیش نہیں جاسکتی اسی لئے اسے دیکھنے کے بعد اس کی دہشت چھا جاتی ہے جسے کوئی بیان نہیں کرسکتا۔

جبریل علیہ السلام کی اصلی صورت سدرۃ المنتہیٰ پر حضور سرور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل علیہ السلام کو اصلی صورت میں دیکھا جن کے چھ سو پر ہیں ان کا ایک پر مشرق و مغرب میں ڈھانپ لیتا ہے ان کے ہر ایک پر میں موتی اور یاقوت جڑتے ہیں۔

جبریل علیہ السلام از و باز ماند حضرت جبریل علیہ السلام سدرۃ المنتہیٰ پہ ٹھہر گئے اور عرض کی اس سے آگے میں نہیں چل سکتا حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

انی ھذا المقام یترك الخليل خليله کیا ایسے مقام پہ دوست دوست کو چھوڑ سکتا ہے۔

حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کی :

لو تجاوزت لا حرقت بالنور اگر میں اس سے آگے بڑھوں تو نورالٰہی کے جلووں سے جل جاؤں گا

ایک اور روایت میں ہے :

لو دنوت انملة لا حرقت اگر میں انگلی کے برابر اوپر جاؤں تو جل جاؤں۔

شیخ سعدی رحمہ اللہ تعالٰے نے فرمایا : ؎

چنان گرم دریتہ قربت براند
کہ در سدرہ جبریل از و باز ماند
بدو گفت سالار بیت الحرام
کہ اے حامل وحی برتر خرام
چون در دوستی مخلصم یافتی
عنانم ز صحبت چرا تافتی
بگفتا فرا تر مجالم نماند
بماندم کہ نیروی بالم نماند
اگر یک سر موئے برتر پرم
فروغ تجلی بسوزد پرم

ترجمہ: قربت کے جنگل میں ایسے تیز تر تشریف لے گئے کہ جبریل علیہ السلام عاجز ہو کر رہ گئے۔ انھیں حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے وحی لانے والے! اوپر چلئے کیونکہ دوستی میں مجھے تو نے مخلص پایا ہے تو پھر میری رفاقت سے کیوں گریز کر رہا ہے۔ عرض کی کہ اگر ایک بال کے برابر بھی اوپر اڑوں تو تجلی مجھے جلا کر راکھ بنا دے۔

جبریل علیہ السلام کے حاجت روا

نبی مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے سدرۃ المنتہٰی پر پہنچ کر فرمایا:

یا جبریل ھل لک حاجۃ الی ربک — اے جبریل علیہ السلام! کوئی ضرورت ہو تو بتا ئیے۔

جبریل علیہ السلام نے عرض کی:

یا محمد سل اللہ لی ان ابسط جناحی علے الصراط لامتک حتی یجوزوا علیہ — اے محمد عربی صلے اللہ علیہ وسلم! اللہ سے میرے لئے سوال کیجئے کہ قیامت میں مجھے اپنے پر بچھانے دے جس پر آپ کی امت کا گزر ہو۔

نورانی حجابات حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کے بعد مجھے نور میں ڈھانپ لیا گیا جس کے ستر ہزار حجابات تھے ہر ایک حجاب کی موٹائی پانچ سو سال کی مسافت تھی۔ اس کے بعد مجھ سے ملائکہ کے نام و نشانات بھی نظر نہیں آتے تھے اس پر مجھے وحشت ہوئی۔

ابوبکر کی آواز ان حجابات سے مجھے ابوبکر صدیق کی آوازیں سنائی دیتی تھیں کہ

قف یا محمد فان ربک یصلی — اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! ٹھہریئے تمہارا رب سبوح پڑھ رہا ہے۔

یعنے سبحانی فرما رہا ہے آواز آتی تھی:

سبقت رحمتی علی غضبی — میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے۔

ادن منی کی آواز: اور وہاں سے میں نے سنا کہ مجھے کہا جا رہا تھا:

ادن منی یا خیر البریۃ ادن یا احمد ادن یا محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) — اے خیر البریہ! اے احمد! اے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم قریب آجاؤ۔

قاب قوسین اس کے بعد مجھے میرے رب تعالے نے اپنے قریب تر کر دیا چنانچہ فرمایا:

ثم دنی فتدلی فکان قاب قوسین او ادنی — پھر وہ قریب ہوئے ایسے جیسے قاب قوسین۔

الجواب : مروی ہے کہ ساتویں آسمان سے سدرۃ المنتہیٰ تک حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم جبریل علیہ السلام کے پروں پر سوار ہو کر تشریف لے گئے اس کے بعد رفرف کے ذریعے تشریف لے گئے۔

ف : رفرف ایک بہت بڑا بچھونا ہے حضرت شیخ عبدالوہاب امام شعرانی قدس سرہٗ نے فرمایا وہ ایک کجاوے کی شکل میں ہے۔

ثنائے حق بر نبی حق صلے اللہ علیہ وسلم

مروی ہے کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو جبریل علیہ السلام نے عرض کی کہ آپ کی مدح وثنا اللہ تعالٰے فرماتا ہے اسے سنئے اور اس کی اطاعت کیجئے اور ان کے کلام فیض ترجمان سے گھبرانا نہیں۔

تشہد : اس کے حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے پڑھا :

التحیات للہ والصلوٰت والطیبات — عبادات قولیہ، بدنیہ اور مالیہ اللہ تعالٰے کے لئے ہیں۔

اس کے جواب میں اللہ تعالٰے نے فرمایا :

السلام علیك ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ — اے نبی علیہ السلام آپ پر اللہ تعالٰے کے سلام اور رحمت و برکات ہوں۔

حضور علیہ السلام نے اپنی تمام امت کو اپنے ساتھ ملایا :

السلام علینا وعلیٰ عباد اللہ الصالحین — ہم پر اور اللہ تعالٰے کے تمام نیک بندوں پر سلام ہو۔

جبریل علیہ السلام نے کہا :

اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ۔ — میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالٰے کے سوا کوئی معبود نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم اس کے پیارے بندے اور محبوب رسول ہیں۔

جبریل علیہ السلام کی متابعت میں تمام ملائکہ نے بھی یہی مل کر کہا۔

ف : بعض بزرگوں نے فرمایا کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے راستے کھولے گئے تو آسمان بدستور متحرک بھی رہا اور اس سے عبور بھی فرمایا جیسے ہوا اور پانی میں چلنے والا چلے تو راستہ خود بخود کھلتا جاتا ہے اسی طریق سے حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچ کر رفرف پر بیٹھے اور اس کے ذریعے تمام عوالم الانوار کو طے فرمایا یہاں تک کہ آپ عرش معلےٰ پر پہنچے یعنے اس اعلےٰ مقام پر جسے الرحمن علی العرش استوٰی سے تعبیر کیا گیا ہے اور یہ تمام سفر جسم مبارک سے طے فرمایا۔

ف : حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم جب عالم خلق اور عالمِ تدبیر سے گزرے تو آپ کا کوئی ساتھی نہ تھا اسی لئے آپ کو وحشت ہوئی تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی آواز میں آپ کو ندا دی گئی۔

قف یا محمد ان ربک یصلی ٹھہریئے آپ کا رب صلوٰۃ پڑھ رہا ہے۔

یہاں پر آپ ٹھہرے سکون پاکر پڑھا:

ھو الذی یصلی علیکم و ملائکتہ لیخرجکم الخ وہ اللہ اور اس کے فرشتے تم پر رحمت بھیجتے ہیں تاکہ تمھیں ظلمات سے نکال کر نور کی طرف لے جائیں۔

ف: اسی طرح احباب و اصدقاء آپس میں گفتگو کرتے ہیں حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم عالم ظواہر سے نکل کر عالم معنوی میں یہیں سے قدم رکھ رہے تھے یعنے اس مقام سے بحرالاشارات والمعانی میں غوطہ زن ہوئے اسی سے اسرائے بسیط کا آغاز ہوا۔

رفرف کا مقام ختم

یہاں سے مقاماتِ مشاہدہ کا آغاز ہوا جیسے بصرِ جسمانی سے نہیں بلکہ روحانی بصیرت سے دیکھا جاتا ہے اسی لئے رفرف کی ضرورت نہ تھی اس لئے رفرف کو چھوڑ دیا اور جسمانی طور پر مشاہدہ ترک کر دیا اب نہ اَیْنَ رہا نہ کَیْفَ نہ این نہ آں نہ زمان نہ مکان نہ دایاں نہ بایاں حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں حجاب عزت کے ورا پہنچا وہ ایسے پردے تھے کہ جنھیں اٹھایا جاسکتا تھا جس ترکیب کو عرش الٰہی پر چھوڑا وہاں سے واپس لوٹا چنانچہ مذکورہ بالا ترتیب قرآن مجید میں یوں بیان فرمایا ہے:

دنی بہ عروج و وصول کی طرف فتدلی میں نزول و رجوع کی طرف اشارہ ہے۔ فکان قاب قوسین یہ مرتبہ کا ہے اور مرتبہ ذات واحدیہ یعنے عالم صفات جس کا اشارہ اللہ الصمد میں ہے کے وصول کی طرف او ادنیٰ مرتبہ ذاتِ احدیہ یعنے عالم ذات جس کا اشارہ اللہ احد میں ہے کی طرح اشارہ ہے اس سے ثابت ہوا کہ معراج صعوداً بھی تھا اور نزولاً بھی، اور یہ ہر دونوں الروح مع الجسد ہوا اور نہ عالم ملک و ملکوت ہر دونوں وجود انسانی میں موجود ہیں اور حضرت انسان کو جو تجلی بھی نصیب ہوتی ہے وہ داخل سے حاصل ہوتی ہے نہ کہ خارج سے۔

علم غیب کلی کا ثبوت از حدیث شریف مع شرح الحدیث

حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

سألنی ربی فلم استطع ان اجیبہ فوضع یدہ بین کتفی بلا تکییف و تحدید میرے رب نے مجھ سے پوچھا تو میں جواب نہ دے سکا پھر اس نے اپنا مبارک ہاتھ رکھا میرے دونوں کاندھوں کے درمیان جسے نہ کیف سے تعبیر کر سکتے ہیں نہ حد سے۔

یعنے اللہ تعالے نے میرے دونوں کاندھوں کے درمیان ہاتھ رکھا، اس سے ہاتھ مُراد نہیں بلکہ اس کی قدرت کاملہ مُراد ہے اس لئے کہ اللہ تعالے ہاتھوں سے پاک اور منزہ ہے۔

فوجدت بردھا فاورثنی علم الاولین و الاٰخرین و علمنی علوما شتی فعلم اخذ میں نے اس کی ٹھنڈک محسوس کی اس کی برکت سے مجھے اولین و آخرین کے علوم کا وارث بنایا اور مختلف علوم سکھائے

علی کتمانہ اذعلم انہ لا یقدر علی حملہ غیری وعلم خیرتی فیہ وعلم امرنی بتبلیغہ الی العام والخاص من امتی[1]	(۱) وہ علم جس پر مجھے مخفی رکھنے کا وعدہ لیا جب کہ اسے معلوم ہے کہ میرے سوا کوئی اس کا حامل نہیں ہو سکتا۔ (۲) وہ جس کی مجھے اجازت بخشی کہ میں چاہوں تو بتاؤں یا نہ بتاؤں۔ (۳) امت کے ہر عام و خاص تک پہنچانے کا امر فرمایا۔

حدیث مذکورہ میں عام و خاص جن و انسان مُراد ہیں۔ اس حدیث مبارکہ سے ثابت ہوا کہ علوم شتی سے یہی تینوں علوم مُراد ہیں جیسا کہ فار سے بھی واضح ہوتا ہے۔

{ردِّ وہابیہ و دیوبندیہ} اوّلاً دیوبندی وہابی اس تقسیم مذکور کے قائل نہیں اگرچہ یہی روایت متعدد محدثین و مفسرین نے سند کے ساتھ بیان کی ہے اور اصول حدیث کے مطابق یہ روایت معناً صحیح تر ہے[2] اگر دیوبندی فرقہ کچھ قائل ہوتے ہیں تو صرف اتنا کہ اس سے صرف علوم شرعیہ مراد ہیں اور ان کے نزدیک اولین و آخرین سے یہی علوم شرعیہ مراد ہیں۔ صاحب روح البیان ان ہر دونوں فرقوں کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

وھی زائد علی علوم الاولین والاخرین[3]	وہ علوم اولین و آخرین کے علاوہ دیگر کوئی اور علوم ہیں۔

{یعنے علوم اولین و آخرین اور ہیں اور حدیث شریف میں جو تین علوم مذکور ہیں ان سے کوئی دیگر علوم مراد ہیں۔ چنانچہ اس کی تفصیل خود صاحب روح البیان نے بیان فرمائی کہ}

فالعلم الاول من باب الحقیقۃ الصرفۃ و الثانی من باب المعرفۃ والثالث من باب الشریعۃ	پہلا علم باب حقیقت خالصہ سے ہے دوسرا معرفت۔ تیسرا شریعت۔

شبِ معراج بعض قرآنی آیات کا نزول

اسی مقام دنی فتدلی پر قرآنی آیات و سور وحی کے طور پر حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو عطا ہوئیں وہ آیات و سورہ یہ ہیں :

(۱) خواتیم سورۃ البقرۃ

(۲) سورہ والضحیٰ کے بعض آیات

---

[1] :- روح البیان جلد ۵ صفحہ ۱۲۲۔

[2] :- تفصیل فقیر کی تفسیر اویسی میں دیکھئے ۱۲۔

[3] :- روح البیان جلد ۵ صفحہ ۱۲۲۔

(۳) سورۂ الم نشرح کے بعض آیات

(۴) آیت، و ھو الذی یصلی علیکم وملائکتہ لیخرجکم من الظلمات الی النور۔

کلام واسطہ کے بغیر یہ وحی بلا واسطۂ ملائکہ تھی اور بلا واسطہ کلام خطاب کا مقتضی ہے اس معنے پر اللہ تعالٰی نے اپنے حبیب اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بلا واسطہ کلام فرمایا جیسے موسیٰ علیہ السلام نے کوہ طور پر بلاکیف اور از ہر طرف کلام سنی ایسے ہی حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے بلاکیف اور از ہر جانب کلام سنا :

؎

کلام سرمدی بے نقل بشنید
خداوند جہان را بے جہت دید
بدید آنچہ ز حد دیدن برون بود
مپرس اما ز کیفیت کہ چون بود

(ترجمہ : سرمدی کلام کو بلا نقل سنا۔ اللہ تعالٰی کو جہت کے بغیر دیکھا۔ اسے دیکھا جو دیکھنے کی حد سے باہر ہے مجھ سے وہ کیفیت مت پوچھ کہ وہ کیسی تھی ؟)

حضور علیہ السلام نے خدا تعالیٰ کو سر کی آنکھوں مبارکہ سے دیکھا

امام نووی نے لکھا کہ

الراجح عند اکثر العلماء انہ رای ربہ بعینی راسہ[1]	اکثر علماء کے نزدیک راجح یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے اپنے رب تعالٰی کو اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھا ۔

(صاحب روح البیان اپنی تحقیق لکھتے ہیں کہ)

یقول الفقیر یعنی بسرہ وروحہ فی صورتہ الجسم بان کل جزء منہ سمعا و اتحد البصر والبصیرۃ فھی رویۃ بھما معاً من غیر تکییف فافھم فانہ جملۃ ماینفصل	فقیر (اسماعیل حقی) کے نزدیک اس سر و روح سے دیکھا جو حضور علیہ السلام کے جسم اقدس میں ہے اس لئے کہ آپ کے جسم کا ہر جز سمع تھا آپ کی بصر و بصیرت ایک تھی اسی لئے بلاکیف آپ نے ہر دونوں (بصر و بصیرت) سے دیکھا۔

سوال : باب الرویۃ یعنے دیدار الٰہی کے متعلق حضور علیہ السلام اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کے مابین کیا فرق ہے جب کہ

---

[1] : روح البیان جلد ۵ صفحہ ۱۲۲

[2] : روح البیان جلد ۵ صفحہ ۱۲۲

تم نے پہلے لکھا ہے کہ حضور علیہ السلام اپنے سے انسلاخ کلی یعنے فنار کے بعد اللہ تعالٰے کا مشاہدہ فرمایا اسی طرح دیگر انبیاء علیہم السلام بھی انسلاخ کلی سے مشاہدہ کرتے ہیں پھر فرق کیا رہا حالانکہ حضور سید الانبیاء علیہم السلام کا شان بلند و بالا ہونا لازمی ہے بالخصوص شبِ معراج کے بارے میں۔

جواب: انسلاخ یعنے فنا کلی میں دیدار صرف بصیرت سے ہوتا ہے اور ہماری مراد حضور علیہ السلام کے لئے انسلاخ کلی سے یہ ہے کہ آپ نے دیدار صرف بصیرت سے نہیں بلکہ انسلاخ کلی سے جس طرح بصیرت سے دیدار کیا ایسے ہی سر مبارک کی آنکھوں سے بھی اور یہی امتیاز ہے ہمارے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء علیہم السلام کے مابین

مسئلہ جنت میں دیدار الٰہی ملائکہ کو ہوگا یا نہ، بعض علماء ملائکہ کے لئے دیدار الٰہی کے قائل ہیں اور بعض منکر ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ صرف جبریل علیہ السلام کو نصیب ہوگا وہ بھی صرف ایک بار۔

ف: جن لوگوں نے ملائکہ کے دیدار الٰہی کا انکار کیا ہے انھوں نے ملائکہ کو جنات پر قیاس کیا ہے اس لئے کہ جنات کے لئے دیدار الٰہی کی نفی میں حدیث وارد ہوئی ہے۔

ف: فقیر (اسماعیل حقی) کہتا ہے کہ اختلاف مذکورہ کی وجہ یہ ہے کہ ملائکہ اور جنات کو صرف ایک جلوہ نصیب ہوگا یعنے جمال کا جلوہ اور انسان دونوں تجلیوں یعنے جلال و جمال کا جامع ہے ان ہر دونوں کو کمال سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ ملائکہ و جنات انسان کے مرتبۂ کمال کو نہ پہنچنے کی وجہ سے بہشت میں اسی مرتبہ کی حیثیت سے دیدار الٰہی سے محروم رہیں گے ورنہ انھیں اپنے مرتبہ کے مطابق مشاہدہ حق ضرور نصیب ہوگا۔ (اسے اچھی طرح سمجھ لو)۔

ف: جو لوگ ملائکہ و جنات کے لئے بالکلیہ مشاہدۂ حق کے منکر ہیں وہ غلطی پر ہیں اہل حق سے کسی نے ان کے اس قول کا اعتبار نہیں کیا۔

مسئلہ: تمام علماء کرام متفق ہیں کہ خواب میں دیدارِ الٰہی نہ صرف جائز بلکہ واقعتاً ہوگا اور بہت سے خوش بختوں کو خواب میں دیدارِ الٰہی نصیب ہوا اس لئے کہ خواب میں ذات نہیں دیکھی جاتی بلکہ وہ صفۃ من صفاتہ تعالٰی ہوتی ہے۔

حکایت: حضرت بایزید بسطامی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ میں نے اللہ تعالٰے کو خواب میں دیکھ کر عرض کی کہ اے اللہ تعالٰے تیرے تک پہنچنے کا کونسا راستہ ہے اللہ تعالٰے نے فرمایا کہ نفس کو گم کر کے میرے ہاں آجایئے یعنے فنار کے بعد بقا حاصل ہوتی ہے۔

حکایت: حضرت حمزہ قاری رحمہ اللہ تعالٰے نے خواب میں اللہ تعالٰے کو تمام قرآن مجید خواب میں سنایا جب آیت "و هو القاهر فوق عباده" پر پہنچے تو اللہ تعالٰے نے فرمایا کہ اے حمزہ اب چونکہ تم مجھے دیکھ کر پڑھ رہے ہو اس لئے هو القاهر کے بجائے انت القاهر کہو۔

حکایت: فقیر (حقی) کہتا ہے کہ میں نے اپنے شیخ و مرشد قدس سرہ سے فرماتے سنا کہ میرے شیخ (جن کا اسم گرامی عبداللہ

ذاکر زادہ قدس سرہ ہے) نے چاہا کہ مجھے اپنا خلیفہ بنائیں لیکن میں نے از راہِ ادب انکار کر دیا۔ اسی رات اللہ تعالیٰ کی زیارت ہوئی اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید دے کر فرمایا کہ یہ قرآن مجید لے کر میرے بندوں کو دعوت حق دو۔

ف: یہ اسی خواب کی صداقت کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے پیرومرشد کو احیاءِ علوم کی توفیق بخشی اور ہر چہار سلاسل میں آپ کو اجازت حاصل تھی یہی وجہ ہے کہ عالم اسلام میں ان کے اپنے دور میں ایک سو پچاس خلفاءٔ تھے اور بفضلہٖ تعالیٰ تمام صاحبان مفسرین قرآن تھے اور بحمدہٖ تعالیٰ یہ مرتبہ صرف ہمارے شیخ کامل کو نصیب ہوا ان کے ہمعصر مشائخ اس مرتبہ کو نہ پہنچ سکے۔

پچاس نمازیں حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے اللہ تعالیٰ نے دن رات کی پچاس نماز فرض فرمائیں۔ بعض کا قول ہے کہ ہر نماز کا ایک ایک دوگانہ فرض تھا ان کی دلیل یہ ہے کہ اگر کوئی شخص منت مانے کہ للہ علی صلوٰۃ یعنے میں منت مانتا ہوں کہ میں اللہ تعالیٰ کے لئے نماز پڑھوں گا تو اس پر دوگانہ پڑھنا ضروری ہے لیکن یہ اس قول کے خلاف ہے منقول ہے کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم شب و روز پچاس رکعت پڑھتے تھے آپ کی یہی نماز معراج کی پچاس نماز کے حکم کے مطابق ہے اس سے معلوم ہوا کہ شب معراج پچاس رکعات کا حکم ہوا تھا جس کی ایک رکعت کو متصل نماز سے تعبیر کیا گیا ہے۔ یہی قول زیادہ معتبر معلوم ہوتا ہے اس لئے کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم شب و روز فرائض و نوافل نمازیں پچاس رکعتوں پر مشتمل تھیں۔

ف: بعض لوگوں نے ان اوقات کی بھی تصریح کی ہے اس قول سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر نماز دوگانہ ہوا اس لئے ایک وقت میں صرف ایک رکعت تو نہیں پڑھی جاتی بلکہ دوگانہ پڑھا جاتا ہے اس کی تائید اس قاعدہ سے بھی ہوتی ہے کہ ابتدائے اسلام میں صرف دو دو رکعت فرض تھی بعد میں حکم ہوا کہ حضر میں چار رکعتیں پڑھی جائیں اور سفر میں دو۔

پچاس نمازوں سے پانچ رہ گئیں حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اپنے رب تعالیٰ سے پچاس نمازوں کا تحفہ لے کر واپس لوٹا تو اولاً ساتویں آسمان پر ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی انھوں نے تو کچھ نہ فرمایا لیکن جونہی چھٹے آسمان پر موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تو انھوں نے مجھ سے پوچھا کہ آپ کی امت پر کل کتنی نمازیں فرض ہوئی ہیں۔ میں نے جواب دیا کہ پچاس۔ موسٰے علیہ السلام نے مجھ سے کہا کہ آپ اللہ تعالیٰ سے تخفیف کا سوال کریں اس لئے کہ آپ کی امت اتنی نمازیں برداشت نہیں کر سکے گی۔ بخدا میں اپنی امت کو آزما چکا ہوں اور مجھے بنی اسرائیل سے بہت بڑا تجربہ حاصل ہوا ہے یعنے میں نے ان سے بہت بڑی تکلیفیں دیکھی ہیں یہ لوگ طاعت الٰہی کے بارے میں بہت بڑی غفلت کرتے ہیں۔

حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں موسٰے علیہ السلام کے مشورہ سے اپنے رب تعالیٰ کے ہاں حاضر ہوا یعنے اسی مقام پر پہنچا جہاں اللہ تعالیٰ کے ساتھ گفتگو کی یعنے سدرۃ المنتہٰی کے اوپر پہنچ کر میں نے بارگاہ حق میں سجدہ کیا اور عرض کی

اسے الہ العالمین میری امت کی نمازوں میں تخفیف فرمائیے ۔ اللہ تعالےٰ نے پانچ نمازیں معاف فرما دیں ۔ واپسی پر موسٰی علیہ السلام سے پھر ملاقات ہوئی، انھیں پانچ نمازوں کی تخفیف کی خبر دی تو انھوں نے فرمایا کہ آپ کی امت ان کی بھی حامل نہیں پھر میں واپس لوٹا اسی طرح پانچ پانچ نمازیں معاف ہوتی رہیں اور مجھے موسٰے علیہ السلام وہی مشورہ دیتے رہے یہاں تک کہ باقی پانچ رہ گئیں۔ موسٰے علیہ السلام نے فرمایا، پھر جائیے اور اللہ تعالےٰ سے تخفیف کا سوال کیجئے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: اب مجھے اللہ تعالیٰ کے ہاں جاتے سے حیا آتی ہے اب جو کچھ عطا ہوا ہے اس پر میں راضی ہوں اور اسی پر میرا سر تسلیم خم ہے۔

پانچ نمازوں پر پچاس کا ثواب

حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں موسٰے علیہ السلام سے الوداع ہو کر نیچے والے آسمانوں کی طرف روانہ ہوا تو ندا آئی کہ امضیت فریقتی یعنے اللہ تعالےٰ کی طرف سے ندا آئی کہ اسے میرے پیارے محمد صلے اللہ علیہ وسلم آپ کی امت پانچ نمازیں پڑھے گی تو میں انھیں پچاس نمازوں کا ثواب عطا فرماؤں گا۔

کما قال :

من جاء بالحسنة فله عشر امثالها — جو ایک نیکی کرے گا اسے ایک کے بدلے میں دس نیکیاں عطا ہوں گی۔

نکتہ : ان پانچ نمازوں پر ثواب پچاس کا ملے گا بشرطیکہ وہ حضور قلب سے ادا کی جائیں ۔

مسئلہ جو شخص نیکی کا صرف ارادہ کرے تو اس کے اعمال نامے میں ایک ثواب لکھا جائے گا پھر جب اسے عمل میں لاتا ہے تو اسے ایک کی بجائے دس کا ثواب عطا ہوتا ہے اگر برائی کا ارادہ کرے تو کچھ نہیں لکھا جاتا۔ ہاں! جب اس پر عمل کرتا ہے تو اس کے اعمال نامے میں ایک برائی لکھی جاتی ہے ۔

لطیفہ جیسے پہلے پچاس نمازیں فرض ہوئیں ایسے ہی جنابت کا غسل سات بار اور کپڑے کو پیشاب کی نجاست سے پاک کرنا سات بار دھونا۔ رحمۃ العالمین صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب تعالےٰ سے تخفیف کا سوال کرتے کرتے پچاس نمازوں سے پانچ نمازیں اور سات بار کے غسل سے ایک بار اور سات بار نجاست کو دھونا ایک بار کی اجازت منظور کرائی۔ یہ روایت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ۔

موسٰی علیہ السلام کا احسان

حدیث شریف (۱) حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
موسٰے علیہ السلام کو بہت دعائیں دو کہ انبیاء علیہم السلام میں سے انہی کو میں نے اپنی امت کے لئے محتاط پایا۔

حدیث شریف (۲) حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

شبِ معراج موسٰے علیہ السلام سے جب میں گزرا تو میرے لئے سب انبیاء علیہم السلام سے سختی سے پیش آئے لیکن جب واپس لوٹا تو سب سے بہت زیادہ خیرخواہ تھے۔ اے میرے اُمتیو! موسٰے علیہ السلام تمہارے لئے بہترین سفارشی ہیں۔

ف: موسٰے علیہ السلام کی سختی سے وہ واقعہ مراد ہے کہ جب حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم شبِ معراج موسٰے علیہ السلام سے گزرے تو وہ رو پڑے اللہ تعالٰے نے فرمایا: اے موسٰے علیہ السلام! کیوں روتے ہو؟ عرض کی:

رب ھذا غلام بعثتہ بعدی یدخل الجنۃ — یہ نوجوان میرے بعد تشریف لائے لیکن ان کی امت بہ نسبت

من امتہ اکثر ممن یدخل من امتی — میری امت کے بہشت میں بہت زیادہ داخل ہوگی۔

ف: حضرت موسٰے علیہ السلام نے حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو کم سنی کے غلام کہا ہے اس لئے کہ اس وقت حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نوجوان تھے۔ اس کے متعلق سوال و جواب ہم نے گذشتہ اوراق میں تفصیل سے لکھے ہیں۔

سوال: پچاس سے پانچ نمازوں کا نسخ قبل از بلاغ واقع ہوا ہے اور قاعدہ ہے کہ حکم قبل از بلاغ منسوخ نہیں ہو سکتا اس قاعدہ پر معتزلہ کے ساتھ اہلِ سنت کا بھی اتفاق ہے۔

جواب: چونکہ یہ حکم حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو ہوا تھا اور بلاغ کے لئے اتنا کافی ہے اگرچہ امت تک بلاغ نہیں ہوا لیکن اُمت کے سربراہ تک پہنچا ہے اور بلاغ کے لئے اتنا کافی ہے اس لئے کہ اگرچہ آپ حقیقتاً کسی فعل کے مکلف نہیں لیکن مکلفانہ احکام آپ کے لئے صادر ہوتے تھے اسی لئے آپ کے لئے احکام کی منسوخی گویا تمام امت کے لئے ہے اسی طرح ہر نبی علیہ السلام کی امت کے لئے یہی قانون تھا۔ ہاں، اگر خصوصیت کی تصریح ہو تو وہ حکم مستثنٰی ہوگا۔

جمعہ کی فضیلت کی بہترین حدیث

حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے شبِ معراج عرش کے نیچے ستر شہر دیکھے ہر شہر تمہاری تمام دنیا سے ستر گنا بڑا تھا اور وہ تمام ملائکہ کرام سے پُر تھے جو ہر ایک تسبیح و تقدیس میں ہے اور اپنی تسبیح میں عرض کرتے ہیں:

اللھم اغفر لمن شھد الجمعۃ — اے اللہ تعالٰے! انہیں بخشش دے جو جمعہ پر حاضر ہوتے ہیں۔

اللھم اغفر لمن غسل یوم الجمعۃ — اے اللہ! اسے بخشش دے جو نمازِ جمعہ کا غسل کرتے ہیں۔

کسی کو قرض دینے کی فضیلت

حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے شبِ معراج جنت کے دروازے پر لکھا دیکھا کہ صدقہ پر دس گنا اور قرض اٹھارہ گنا زیادہ ثواب ہے میں نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ قرض کا صدقہ سے زیادہ ثواب ہے انھوں نے فرمایا کہ سائل سوال کرتا ہے تو اس کے پاس کچھ نہ کچھ مال ہوتا ہے اور قرض لینے والا خالی ہاتھ ہو کر اپنی ضرورت پوری کرنے کے لئے قرض اٹھاتا ہے اسی لئے اس کا صدقہ سے ثواب زیادہ ہے۔

نکتہ: اس کی ایک وجہ اور بھی ہے وہ یہ کہ قرض کے طور پر ایک دام دینا صدقہ کے دو دام کے برابر ہوگا اور ایک دام کا

ثواب دس گنا اس معنے پر قرض دینے کا ثواب بیس گنا ہو گیا اور قرض والے کو دو دام کا ثواب لوٹا اس اعتبار سے اسے اٹھارہ نیکیاں باقی رہ گئیں۔

رضوان جنت حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے جنت کے رضوان کو دیکھا کہ وہ مجھے دیکھ کر بہت مسرور ہوا بلکہ مرحبا کہتے ہوئے مجھے بہشت میں لے گیا اور بہشت کے وہ عجائبات دکھائے جن کا اللہ تعالےٰ نے اپنے اولیا کے لئے وعدہ فرمایا ہے وہ ایسی نعمتیں تھیں کہ نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا! اس میں میں نے اپنے ساتھیوں کے درجات بھی دیکھے اور اس کی نہریں اور چشمے بھی۔ بہشت سے مجھے ایک خوش آواز سنائی دی جو کہنے والا کہہ رہا تھا: امنا برب العٰلمین۔ میں نے پوچھا: یہ کون ہے؟ جبریل علیہ السلام نے فرمایا کہ فرعون کے جادوگر ہیں جو بعد میں موسےٰ علیہ السلام پر ایمان لائے اور ساتھ ہی ان کی ازواج ہیں۔ اس کے بعد مجھے ایک اور آواز سنائی دی جو کہنے والا کہہ رہا ہے: لبیك اللھم۔ میں نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ جبریل علیہ السلام نے کہا کہ یہ حج پڑھنے والوں کی آواز ہے۔ پھر میں نے تکبیر کی آواز سنی میں نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ جبریل علیہ السلام نے کہا: یہ غازی ہیں۔ پھر میں نے تسبیح کی آواز سنی پوچھنے پر معلوم ہوا کہ یہ حضرات انبیاء علیہم السلام ہیں اس کے بعد میں نے نیک لوگوں کے محلات کا معائنہ کیا۔

دوزخ کا داروغہ حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جہنم میرے سامنے پیش کی گئی اگرچہ وہ اس وقت ساتوں زمینوں کے نیچے ہے لیکن صورت مثالی میں میرے سامنے پیش ہوئی میں نے اس کے دروازے پر لکھا دیکھا کہ:

وان جھنم لموعدھم اجمعین ـــ کافروں کی قیام گاہ جہنم ہے۔

میں نے دوزخ میں ایسا فرشتہ دیکھا کہ مجھے دیکھ کر نہ ہنسا۔ میں نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا، یہ کون ہے؟ کہا کہ دوزخ کا داروغہ ہے اسے جب سے اللہ تعالےٰ نے پیدا فرمایا ہے کبھی نہیں ہنسا اگر ہنستا تو آپ کو دیکھ کر ہنستا۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے اسے فرمایا کہ اے خازن النار یہ ہیں محبوبِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم انہیں سلام عرض کیجئے۔ اس نے مجھے السلام علیکم کہہ کر مبارکباد پیش کی کہ آپ اللہ تعالےٰ کے بہت بڑے برگزیدہ اور معزز ترین رسول ہیں۔

نکتہ: خازنِ نار سے السلام علیکم اس لئے کہوایا گیا تاکہ آپ سے دوزخ کے دہشت ناک منظر دور ہوں نیز اس طرف بھی اشارہ تھا کہ آپ پر ایمان لانے والے نیک بخت لوگ دوزخ سے نجات پائیں گے۔

دوزخ کا منظر حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے دوزخ کے مالک سے کہا کہ دوزخ کے مناظر دکھایئے چنانچہ میرے کہنے پر دوزخ کے اندرونی حصے کو مکمل طور پر کھولا گیا تو اس سے اللہ تعالیٰ کے غضب و قہر کی جھلک دکھائی دی اگر دوزخ میں دنیا بھر کے پتھر اور لوہے ڈالے جائیں تو وہ ایک سیکنڈ میں ان سب کو راکھ بنا دے۔

غیبت کرنے والے حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے دوزخ میں ایک قوم کو دیکھا جو بدبودار مردار کھا رہی ہے۔ پوچھنے پر جبریل علیہ السلام نے عرض کی کہ یہ غیبت کرنے والے لوگ ہیں جو لوگوں کی عزت وآبرو پر حملہ کرتے تھے۔

جھوٹی قسمیں کھانے والے حضور نبی پاک صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے جہنم میں ایک ایسی قوم کو دیکھا جن کی زبانیں گدّی سے نکالی جا رہی ہیں۔ میں نے پوچھا، یہ کون ہیں؟ جواب ملا یہ وہ لوگ ہیں جو جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں۔

پردہ نہ کرنے والی عورتیں حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے دوزخ میں ایسی عورتوں کو دیکھا کہ وہ اپنے بالوں سے جہنم میں لٹکائی گئی ہیں میں نے پوچھا، یہ کون ہیں؟ جواب ملا کہ یہ وہ عورتیں ہیں جو غیر محرم سے پردہ نہیں کرتی تھیں۔

بین کرنے والی عورتیں حضور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے دوزخ میں ایسی عورتیں دیکھیں جنھیں سیاہ اور گرم تیل کا لباس پہنایا جا رہا تھا۔ میں نے پوچھا، یہ کون ہیں؟ جواب ملا کہ یہ وہ عورتیں ہیں جو میت پر میّت کے مبالغہ کے طور پر محاسن ومناقب بیان کرکے بین کرتی ہیں۔

مسئلہ حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ دوزخ اور جنّت اب بھی موجود ہیں اور یہ عقل کے بھی عین مطابق ہے کہ انسان جب سنے گا کہ اسے نیکی پر ثواب اور برائی پر سزا ملے گی تو نیک اعمال کے لئے جد وجہد اور برائی سے اجتناب کرے گا۔

الجواہر منقول ہے کہ بہشت ایک صاف میدان ہے اس کے مکانات بندوں کے اعمال سے تیار ہوتے ہیں جیسا کہ اس پر حدیث الفراس دلالت کرتی ہے یعنے اعمال سے باغات تیار ہوتے ہیں وہ حدیث ہم نے مختصراً پہلے لکھ دی ہے۔

فائدہ عجیبہ اور اجمال برائے معراج حضور نبی کریم رؤف رحیم صلے اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ سے بیت المقدس تک براق پر تشریف لے گئے اور بیت المقدس سے آسمان دنیا تک سیڑھی پر۔ آسمان دنیا سے ساتویں آسمان تک ملائکہ کرام کے پروں پر ساتوں آسمان سے سدرۃ المنتہیٰ تک جبریل علیہ السلام کے پروں پر سدرۃ المنتہیٰ سے عرش معلی تک رفرف پر اور ظاہری روایات کے مطابق نزول (واپسی) بھی اسی ترتیب سے ہوئی۔

ف: بعض اکابر مشائخ فرماتے ہیں کہ سدرۃ المنتہیٰ تک براق پہ تشریف لے گئے۔

شیطانوں کی انسان دشمنی حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم جونہی واپس تشریف لائے تو آسمان دنیا سے نیچے دیکھا تو شور وغل، دھواں اور سخت آوازیں سنائی دیتی ہیں۔ آپ نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ کیا ہے انھوں نے عرض کی کہ یہ شیاطین کی شرارت ہے صرف اس غرض پر کہ انسان (آپ) ملکوت السموات کو نہ دیکھ سکیں اور نہ ہی ان کی علامات دیکھ کر عبرت حاصل کریں اگر ان کی مذکورہ بالا شرارت نہ ہوتی تو انسان آسمانوں کے عجائبات کو دیکھ لیتے۔

آنکھ جھپکنے سے پہلے حضور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ بالا دُور دراز سفر صرف ایک لمحہ میں طے فرمایا چنانچہ آسمانوں سے پہلے آپ بیت المقدس میں تشریف لائے وہاں سے پھر مکہ معظمہ کو روانہ ہوئے یہاں تک کر آپ اپنے دولت کدہ پر تشریف لائے جوکہ وہ بھی حرم شریف کے اندر کعبہ معظمہ کے حجر اسود کے قریب تھا یا پھر بی بی اُمّ ہانیؓ کے گھر جیسا کہ ابھی ہم نے قصہ کی تفصیل میں عرض کی! اور یہ واپسی بھی براق کے ذریعہ ہوئی۔

ازالۂ وہم حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا اتنا طویل سفر طے کرنا جلد تر تشریف لانا ممکن ہے بایں معنیٰ کہ اللہ تعالےٰ کی قدرت سے کچھ بعید نہیں وہ قادر کریم اپنے محبوب رؤف رحیم صلے اللہ علیہ وسلم کو اس سے کم لحظہ میں لے جا کر واپس پہنچائے تو ممکن ہے۔

حکایت: حضرت ابو مدین قدس سرہٗ کے خلفاءؒ سے ایک شیخ موسیٰ سدرانی قدس سرہٗ کا واقعہ مشہور ہے کہ وہ ایک دن اور رات میں ستّر ہزار قرآن مجید ختم کرتے تھے۔

صاحب روح البیان کی دلیل بقول شیخ خویش فقیر (اسماعیل حقی) کہتا ہے کہ میرے شیخ کامل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ رات اور دن کے کل چوبیس گھنٹے ہوتے ہیں۔ بارہ گھنٹوں میں بتیس ہزار قرآن مجید ختم ہو سکتے ہیں وہ اس طرح کہ ہر بارہ گھنٹے تینتالیس سال نو ماہ ہوں یا اس سے بھی زیادہ برتقدیر اول ہر دن اور رات ساڑھے ستاسی سال ہوئے اس تقدیر پر مذکورہ وجہ صحیح ہوئی کہ آپ کا دن اور رات میں ایک ایک قرآن مجید ختم ہوا۔ نیز اس سے کم مدت کی بات ہو تو بھی روا ہے کہ قاری کو اللہ تعالےٰ ایسی قدرت بخشے کہ صرف ایک آن میں متعدد قرآن مجید ختم کرلے۔ اس تقریر پر شیخ مذکور کا قول مبنی بر صدق ہے اور مجھے کشف سے معلوم ہوا تو میں نے شیخ مذکورہ کی تصدیق فرمائی (ویسے یہ ایک راز ہے جسے صرف راز شناس قبول کریں گے عوام نہیں مانیں گے۔ [بلکہ میں کہتا ہوں وہابی غیر مقلد، کمیونسٹ اور نیچری وغیرہ تو مذاق اڑائیں گے۔ ہاں! دیوبندی فرقہ ممکن ہے کہہ دے:

ع

نہ انکار می کنم نہ این کار می کنم][1]

معراجِ جسمانی اور ایک لمحہ کے متعلق عقلی دلیل علم ہندسہ کا مسلم قاعدہ ہے کہ سورج کے قرص کی دونوں طرفوں کے مابین کی عظمت و وسعت روئے زمین کے کرّہ سے ایک سو ساٹھ سے کچھ اوپر زائد ہے۔ سورج کی ایک طرف سے دوسری طرف تک ثانیہ سے کم وقت میں پہنچ جاتی ہے۔ ثانیہ دقیقہ کے ساٹھوں اجزاء کو کہتے ہیں اور دقیقہ درجہ کے ساٹھوں اجزاء کے ایک جز کا نام ہے اور درجہ ساعۃ کی پندرہ اجزاء سے ایک جز کو کہا جا

---

[1] اضافہ از فقیر اویسی غفرلہ۔

ہے جب یہ سرعت ایک جماد کے لئے ممکن ہے تو افضل الکائنات صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے کیونکر ممکن نہ ہو حالانکہ سب کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالٰے جملہ ممکنات پر قدر رکھتا ہے اس معنے پر اللہ تعالٰے نے اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر میں یا اس سواری میں جو آپ کو عرش تک لے گئی قدرت پیدا فرمادی ۔

پانی جاری تھا

حضرت شیخ الشہیر بآفتادہ آفندی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم جب معراج پر تشریف لے گئے تو واپسی پر آپ کے لوٹے سے پانی ویسے ہی بہ رہا تھا جیسے آپ اسے چھوڑ گئے تھے ۔ معراج کے اس واقعہ کا انکار مؤمن تو نہیں کر سکتا البتہ جو عقل کی قید میں گرفتار ہے اس کو مشکل نظر آئے گا لیکن محققین کے نزدیک کوئی مشکل نہیں اور نہ ہی انھوں نے انکار کیا اس لئے کہ شئے لطیف آن واحد میں جمیع عوالم میں سیر کر لیتی ہے مثلاً انسان میں قلب لطیف ہے وہ آن واحد میں مشرق و مغرب بلکہ جمیع عوالم میں دورہ کرتا ہے اور یہ بدیہی امر ہے ۔ ادنےٰ تمیز رکھنے والا بھی **اس** سے انکار نہیں کر سکتا بلکہ بے عقل اور چھوٹے بچے تک اس کا اقرار رکھتے ہیں! اور حضور نبی پاک صلے اللہ علیہ وسلم تو لطیف ترین ہیں ان کے لئے انکار کیوں : ؎

رہ ز اندازہ بروں رفتہ
پے نتواں بردکہ بچوں رفتہ
عقل دریں واقعہ حاشا کند
عقل نہ حاشا کہ تمنا کند

ترجمہ : آپ اندازے سے باہر نکل گئے ہم اس کے درپے نہیں کہ آپ کیسے تشریف لے گئے ۔ اس واقعہ میں عقل پاکی بیان کرتی ہے عقل کی کیا مجال کہ وہ اس قسم کی آرزو کرے ۔

سب سے پہلے معراج کا انکار ابوجہل کی پارٹی نے کیا

مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب معراج سے واپس لوٹے تو ام ہانی سے واقعہ بیان کیا اور ساتھ ہی فرمایا کہ میرا ارادہ ہے کہ میں اپنا واقعۂ معراج اہل مکہ (کفار) کو سناؤں ۔ بی بی صاحبہ نے عرض کی کہ میں آپ کو اپنے خدا کی قسم دیتی ہوں یہ واقعہ کفار کو نہ سنائیے اس لئے کہ وہ آپ کی بات کو نہیں مانیں گے بلکہ الٹا مذاق کریں گے اور ضعیف دین بلکہ آپ کی نبوت کے مصدقین بھی بگڑ جائیں گے ۔ جب صبح ہوئی تو بی بی صاحبہ آپ کی چادر مضبوطی سے پکڑ کر بیٹھ گئی اور عرض کی کہ میں آپ کو باہر نہیں جانے دیتی لیکن آپ چادر کو جھٹکا دے کر بی بی صاحبہ سے چادر کا حصہ چھڑا کر وہاں پہنچ گئے جہاں کفارِ مکہ کا مجمع تھا ۔ ان میں مطعم بن عدی ، ابوجہل بن ہشام اور ولید بن مغیرہ تھا ۔ حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے عشاء کی نماز یہاں مسجد حرام میں ادا کی اور مسجد اقصیٰ و دیگر مقامات کی سیر کر کے پھر صبح کی نماز یہاں مسجد حرام میں پڑھی یعنی عشاء کے وقت یہاں تھا پھر درمیانی حصہ میں سیر کر کے پھر صبح کو یہیں پہنچ گیا یہ توجیہ ہم نے اس لئے کی ہے کہ اس وقت نہ عشاء کی نماز

فرض ہوئی تھی اور نہ صبح کی۔ حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے وہ تمام واقعات وعجائبات کفارِ مکہ کو سنائے جو آپ نے شبِ معراج مشاہدہ فرمائے مثلاً انبیاء علیہم السلام کی ملاقات اور بیت المعمور اور سدرۃ المنتہٰی پر پہنچنا وغیرہ وغیرہ۔

عاشقانِ مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم نے معراج کا واقعہ سنتے ہی بلا تردد مان لیا

مروی ہے کہ حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم مسجد حرام میں شبِ معراج واپس تشریف لائے تو دل میں محسوس فرمایا کہ اگر میں یہ واقعہ لوگوں کو سناؤں گا تو لوگ انکار کریں گے لیکن اللہ تعالےٰ کی قدرت کا اظہار بھی ضروری تھا اور یہ بھی ظاہر کرنا لازمی تھا کہ میں نے حق تعالیٰ کی اتباع کی ہے تو کتنا بلند مرتبہ نصیب ہوا۔ اس وجہ سے آپ غمگین بیٹھے تھے کہ وہاں سے اللہ کے دشمن ابوجہل کا گذر ہوا اور حضور علیہ السلام کو غمگین دیکھ کر آپ کے قریب بیٹھ گیا اور از راہ مزاح آپ سے پوچھا کہ اے بھتیجے کیا معاملہ ہے؟ آپ نے فرمایا! آج رات مجھے معراج کرایا گیا۔ ابوجہل نے پوچھا کہاں تک؟ آپ نے فرمایا کہ بیت المقدس تک۔ ابوجہل نے کہا، کیا رات کو جا کر پھر صبح کو واپس بھی آگئے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! ایسے ہی ہے۔ ابوجہل نے کہا کیا میں تیرے ماننے والوں کو یہی بات بتادوں آپ نے فرمایا: ہاں، ضرور سنائیے۔ ابوجہل نے بہ بانگ دہل پکارا: اے کعب بن لوی والو! ابوجہل کی آواز سن کر بہت بڑا مجمع جمع ہوگیا۔ ابوجہل نے حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ آپ انھیں وہی سنائیے جو مجھے آپ نے بتایا ہے۔ آپ نے فرمایا، آج رات مجھے معراج ہوئی۔ لوگوں نے پوچھا، کہاں تک؟ آپ نے فرمایا کہ بیت المقدس تک اور وہاں پر میرے ہاں انبیاء علیہم السلام حاضر ہوئے اور میں نے انھیں دوگانہ پڑھایا اور ان سے گفت گو بھی ہوئی۔ ابوجہل نے بطورِ مذاق کہا کہ ان حضرات کی صفات بتا دیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام درمیانے قد والے اور چوڑے سینے والے اور گھنگرالے بالوں تھے آپ کے بال اور چہرہ سرخی مائل تھے گویا ابھی غسل جانے سے نکلے ہیں۔

ف: دیماس یعنے حمام۔ دیماس دراصل ایسے پوشیدہ مقام کو کہتے ہیں جہاں سے انسان ننگا ہو کر نکلے اور اس کا حقیقی معنے ظلمت ہے مثلاً کہا جاتا ہے: لَیْلٌ دَامِسٌ یعنے اندھیری رات۔ اور حمام عربی لفظ ہے منقول ہے کہ سب سے پہلے حمام کی بنیاد جنات نے رکھی تاکہ سلیمان علیہ السلام پوشیدہ ہو کر غسل فرمائیں۔ بعض کہتے ہیں کہ حمام کا پہلا واضع بقراط حکیم ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ سب سے پہلا واضع حمام کا وہ شخص ہے جس نے کسی دوسرے سے اس کا استفادہ کیا اس کی صورت یوں ہوئی کہ اسے ایک بیماری تھی وہ گرم پانی کے مٹکے میں نہایا تو اسے شفاء نصیب ہوئی۔ اس سے بار بار نہانے سے اسے سکون ملا۔ اس طرح سے حمام کی عادت گئی جسے عوام نے استعمال کیا۔

حدیث شریف

حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اس گھر سے بچو جسے حمام سے تعبیر کرتے ہیں اگر کوئی اس میں داخل بھی ہو تو اسے چاہیئے کہ کپڑا باندھ لے۔

یاد رہے کہ حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم خود کبھی حمام میں داخل نہیں ہوئے اس لئے کہ ارض حجاز میں حمام کی رسم نہیں تھی بلکہ

یہ عجم اور شام میں ہوتا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام

حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے کفار سے فرمایا کہ میں نے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا کہ ضخیم اور گندمی رنگ والے تھے گندمی رنگ کے مخالف رنگ میں یدِ بیضا کا ظہور ہوا جس سے فرعونی گھبرائے اور اہلِ حق کے لئے معجزہ بن گیا وہ لمبے قد کے تھے گویا وہ شنوءۃ قبیلہ کے لوگوں سے ہیں۔
شنوءۃ ایک قبیلے کا نام ہے جو یمن میں واقع ہے شنوءۃ کی طرف منسوب ہیں جس کا عبدالمطلب بن کعب نام تھا یہ ازد کی اولاد سے تھے اور اس قبیلہ کے لوگ طویل القامت تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کثیر بالوں والے اور نیچی آنکھوں والے اور ملے ہوئے دانتوں والے اور سکڑے ہوئے ہونٹوں والے تھے جن کے مسوڑھوں کے اوپر کا گوشت بھرا ہوا مکمل تھا۔

کافروں کو معراج سے تعجب اور انکار کے عقلی دلائل

جب حضور نبی پاک صلے اللہ علیہ وسلم سے کفار مکہ نے شبِ معراج کے واقعات سنے تو زور و شور سے چیخے اور اسے مشکل ترین بات سمجھتے ہوئے ایک دوسرے کو سیٹی بجا کر ہنسی کرتے ہوئے حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف تعجب کی نگاہ سے دیکھتے تھے اسی تعجب میں اپنے سر پر ہاتھ رکھ کر حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو گھور گھور کر دیکھ کر کہتے کہ ہم اپنے اونٹوں کو دوڑا بھگا کر بڑی شکل سے ایک مہینے کے بعد بیت المقدس تک پہنچتے ہیں اسی طرح پھر واپسی کا حال ہے لیکن تعجب ہے کہ تم ایک رات میں گئے اور پھر آئے۔ ہم آپ کی اس کہانی کو ایک افسانہ سمجھتے ہیں (معاذ اللہ) اور ہم کبھی ایسی بات ماننے کو تیار نہیں۔ نہ صرف کفار نے تکذیب کی بلکہ بہت سے بدقسمت اسلام کا دم بھرنے والے مرتد ہوگئے۔

عاشقِ صادق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ

کفار مکہ نے جب دیکھا کہ حضور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ایسی بات کہہ ڈالی ہے جو بالکل بعید از قیاس ہے جسے عقل لمحہ بھر بھی ماننے کے لئے تیار نہیں تو سمجھا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو یہ کہانی سنائی جائے اس لئے کہ وہ حضور علیہ السلام کی ہر بات کی تصدیق کرکے دوسروں کو دلائل سے منوانے پر مجبور کر دیتے اسی لئے کفار مکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاں بھاگے اور معراج کا واقعہ متعجبانہ طور پر سنایا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ان کان قد قال ذالک فلقد صدق — اگر حضور علیہ السلام نے ایسے فرمایا ہے تو سچ فرمایا ہے۔

کافروں نے کہا۔

اتصدقہ علیٰ ذالک — کیا آپ ان کی اس بات کی تصدیق کرتے ہیں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

انی اصدقہ علیٰ ابعد من ذالک — میں تو ان کی اس سے بھی بڑھ کر تصدیق کرتا ہوں۔

یعنی اگر حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ بیت المقدس تک آن واحد میں جاکر واپس آیا ہوں تو یہ کوئی بڑی بات نہیں

میں تو اس سے اور بعید از قیاس کی تصدیق کر چکا ہوں جو فرمایا کرتے ہیں کہ میرے ہاں آسمان کی خبریں صبح اور شام کو پہنچتی ہیں۔

ف: الغدوۃ بمعنے صلوٰۃ صبح اور طلوع شمس کا درمیانی وقت الروحۃ ھی اسم للوقت من الزوال الی اللیل یعنے روحۃ زوال سے رات تک کے لمحات کا نام ہے۔

اس سے صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا مطلب یہ تھا کہ بیت المقدس تک لمحہ بھر میں بعید آنا جانا کوئی بڑی بات نہیں ہے بڑی بات یہ ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میرے ہاں ایک لمحہ میں آسمان سے زمین پر خبر پہنچتی ہے۔ اگرچہ ان کی یہ باتیں بھی بعید از قیاس ہیں لیکن ہم ان کی ان باتوں پر ہر وقت تصدیق کرتے ہیں اور یہی ہمارا ایمان ہے۔ پھر تم اسے کا فروا معمولی سی بات پہ کیوں تعجب کرتے ہو تمہیں یقین کرنا چاہیئے کہ ہم ان کی تصدیق میں سر کی بازی لگانے کو تیار ہیں جب وہ فرماتے ہیں کہ میرے ہاں فرشتہ ایک لمحہ میں آسمان سے زمین پہ خبر لایا ہے۔

حضرت ابوبکر کا نام "صدیق" اللہ تعالےٰ نے رکھا

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے کفار مکہ کو دندان شکن جواب دیئے جس سے وہ تو لاجواب ہوگئے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کا نام صدیق رکھا بمعنے کثیر الصدق یہ مبالغہ کا صیغہ ہے یعنے اللہ تعالےٰ نے ابوبکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا صدّیق اس لئے نام رکھا کہ انھوں نے ایک انوکھے اور عجیب واقعہ کو ایک ایسے لہجہ میں بیان فرمایا کہ جس سے کفار مکہ کو لاجواب ہونا پڑا در اصل صدق کامل وہی ہے کہ جس کی اکثر لوگ تکذیب کریں تو یقینی سچا وہی ہے جو حق واضح کرنے کے لئے مخالف کو منہ توڑ جواب دے۔ (اور یہ شان صرف ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو نصیب ہوئی)۔

شیعوں کا منہ کالا

حضرت علی المرتضےٰ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رفعت شان کو دیکھ کر قسم کھاتے تو اپنی قسم میں اکثر یہ الفاظ کہتے:

باللہ ان اللہ انزل اسم ابی بکر من السماء الصدیق[1]

مجھے اس خدا کی قسم جس نے ابوبکر کا نام صدیق آسمان سے اتارا۔

اس سے ثابت ہوا کہ حضرت ابوبکر کا اسم گرامی "صدیق" اللہ تعالےٰ کا منتخب کردہ ہے نہ مخلوق کا۔ (لیکن شیعوں نے کہا وہی جو ان کی شومئ قسمت کا موجب بنا)۔

بیت المقدس کو اٹھا کے سامنے لایا گیا

حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے جب کفار مکہ کو معراج شریف کے حالات سنائے تو ان میں سے بعض نے بیت المقدس کو دیکھا ہوا تھا تو وہ بولے کہ

---

[1] : روح البیان جلد ۵ صفحہ ۱۲۶

يامحمد صف لنا بيت المقدس كم له باب — اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہمیں بتائیے کہ بیت المقدس کے دروازے کتنے ہیں۔

اس سے انھوں نے سمجھا کہ آپ بتا نہیں سکیں گے اس سے ان کی تخفت ہوگی۔ اور انھیں یقین تھا کہ حضور علیہ السلام نے زندگی بھر بیت المقدس کو دیکھا اور نہ ہی کسی سے اس کے تفصیلی حالات سنے ہیں۔ اس لئے سوال کے جواب میں یوں ہوا کہ

فکربت کربا شدیدا لم اکرب مثله قط لانهم سألونی عن اشیاء لم اثبتها وکنت دخلة ليلا وخرجت منه ليلا فقمت فی الحجر فجلی الله لی بيت المقدس

اس سے میں ایسا غمگین ہوا کہ زندگی بھر ایسا غم نہ دیکھا کیونکہ مجھ سے انھوں نے ایسا سوال کیا جو مجھے اس وقت خیال میں نہ تھا اور بیت المقدس میں رات کو داخل کیا اور رات کو آیا جب حجر اسود کے قریب کھڑا تو بیت المقدس کا نقشہ میرے سامنے کر دیا گیا۔

یعنے اللہ تعالےٰ نے بیت المقدس کو اصلی یا مثالی صورت میں میرے سامنے منکشف فرمایا جیسے جبریل علیہ السلام بیت المقدس کو اپنے پر اٹھا کر حضور علیہ السلام کی خدمت میں لے آئے یا اللہ تعالےٰ نے آپ سے بیت المقدس تک حجابات اٹھا دیئے جسے حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی آنکھوں سے دیکھ کر بتایا۔ اس کی دو صورتیں ہوسکتی ہیں یا تو بیت المقدس اپنے مقام پر موجود رکھ کر اس کا نقشہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر میں منقش فرما دیا یا ایک آن کے لئے اللہ تعالےٰ نے بیت المقدس کا وجود اپنے اصلی مقام سے مٹا کر بیت اللہ میں ظاہر فرمایا پھر حضور علیہ السلام کے مشاہدہ کے بعد فوراً اسی مقام پر پہنچا دیا جیسے اللہ تعالےٰ کی قدرت کاملہ کا تقاضا ہے کہ وہ شئے کی جدید تخلیق میں دیر نہیں کرتا ایسے ہی یہاں پر۔

مسئلہ: اسی قاعدہ پر ہم اہلِ سنت کہتے ہیں کہ کعبۃ اللہ بعض اولیاء اللہ کی زیارت کے لئے اپنے اصلی مقام سے چلا جاتا ہے[2]

مثنوی شریف میں ہے:

ے

ہر نفس نو می شود دنیا و ما
بے خبر از نو شدن اندر بقا
عمر ہمچوں جوئے نو نو می رسد!
مستمری می نماید در جسد

---

[1] اس حدیث کو لے کر وہابی دیوبندی حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے علم غیب پر حملہ کرتے ہیں۔ (اویسی)

[2] اس مسئلہ پر فقیر کی تحریر "القول الجلی فی ان الکعبۃ تذہب الی زیادۃ الولی" کا مطالعہ کیجئے (اویسی غفرلہ)

آن نہ تیزی مستمر شکل آمدہ است
چوں شرر کش تیز جنبانی بدست
ایں درازی مدت از تیزی صنع
می نماید سرعت انگیزی صنع

ترجمہ: دنیا اور ہماری ہر آن نئے سانس پیدا ہوتے ہیں لیکن ان کی بقا کی وجہ سے ان کے جدید ہونے کا علم نہیں ہوتا ہماری زندگی ایسی ہے جیسے نہر کا پانی جو ہر وقت چل رہا ہے لیکن ہر آن نیا ہے وہ ہمیشگی تیزی کی وجہ ہے جسے بار بار کی جنبش سے پتہ نہیں چلتا۔ اور وہ کاریگر کی کاریگری ہے جس کاریگر نے اسے ایسا تیز چلایا ہے جس کا ہمیں علم نہیں ہوتا۔

بیت المقدس کا مشاہدہ

حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کفار کے سوال پر میں بیت المقدس کو دیکھ کر جوابات دیتا رہا۔

سوال: مواہب لدنیہ شریف میں ہے کہ اگر کوئی سوال کرے کہ کفارِ مکہ نے حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم سے آسمانوں کے متعلق سوالات کیوں نہ کئے صرف بیت المقدس پر کیوں اکتفا کیا؟

جواب: چونکہ انھوں نے آسمانوں کو نہیں دیکھا تھا اس لئے ان سے کیا سوالات کرتے اور بیت المقدس چونکہ انھوں نے بارہا دیکھا تھا اور حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق بھی انھیں یقین تھا کہ آپ (صلے اللہ علیہ وسلم) بیت المقدس کبھی نہیں گئے اسی لئے اس کے متعلق سوالات کئے۔

حضور علیہ السلام نے قافلوں کے حالات بھی بتا دیئے

چونکہ معترض کی کوشش ہوتی ہے کہ اپنے خصم کو نیچا دکھائے اسی لئے اگر ایک بات سے لاجواب ہوتا ہے تو دوسرا اعتراض کھڑا کر دیتا ہے اسی طرح کفارِ مکہ نے جب دیکھا کہ آپ نے بیت المقدس کے پورے پورے حالات بتا دیئے تو کہا کہ آپ نے بیت المقدس کے حالات کسی سے سن کر یاد کر کے ہمیں بتا دیئے ہیں ورنہ حقیقت یہ ہے کہ آپ وہاں گئے نہیں۔ حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے وہاں جانے کی ایک اور ٹھوس دلیل یہ ہے:

انی مررت بعیر بنی فلان بوادی کذا میں فلاں وادی پر فلاں قافلے سے گزرا۔

یعنے میرا روحا سے گزر ہوا یہ وادی مدینہ طیبہ کے قریب ہے جس کے سفر کے لئے مدینہ طیبہ سے دو راتیں صرف ہوتی ہیں۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قافلہ کی نشانی بتائی کہ قد اضلوا ناقۃ لھم یعنے میں بیت المقدس کی طرف جا رہا تھا تو تمہارے قافلے والوں کو دیکھا کہ وہ اپنی ایک اونٹنی کو گم کئے ہوئے تھے۔ اور انتھیت الی رحالھم واذ قدح ماء فشربت منہ

میں ان کے سامان کے قریب گیا اور وہاں پانی کا پیالہ بھرا ہوا رکھا تھا اسے میں نے پی لیا۔

اے کافرو! اگر میری بات پہ اعتبار نہیں آتا تو قافلے والوں سے پیالے کے بارے میں پوچھ لینا۔

سوال: پانی کا پیالہ غیر کا تھا اور غیر کا حق کسی عام آدمی کے لئے ناجائز ہے چہ جائیکہ نبی علیہ السلام کے لئے ایسی حرکت (معاذ اللہ)

جواب: مسائل شرعیہ کا دارومدار عرف پر ہوتا ہے اور اہل عرب کا دستور تھا کہ وہ دودھ کا پیالہ ہو تو بھی ہر ایک کو پی جانا مباح تھا بالخصوص مسافروں کے لئے اور جب دودھ جیسی قیمتی شے ان کے ہاں مباح تھی اور پانی بطریق اولیٰ جائز تھا۔ اور ہر مباح فعل ہر عام آدمی کے لئے جائز ہے تو نبی علیہ السلام کے لئے تو بطریق اولیٰ جائز ہو۔

ف: نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے عمداً پیا ہوگا تاکہ منکرین کو نشانی دے سکیں۔

کفار کے قافلے کی آمد کی غیبی خبر

جب کفار کو یقین ہو گیا کہ نبی علیہ السلام نے بیت المقدس کو دیکھا۔ لیکن ضد اور ہٹ دھرمی کا کیا علاج۔ ڈوبے کو تنکے کا سہارا، بالآخر ایک اور اعتراض مل گیا کہ اے نبی علیہ السلام اگر آپ واقعی ہمارے قافلے کو دیکھ کر چلے ہیں تو فاخبرنا عن عیرنا ہمارے قافلے کی خبر دیجئے کہ وہ کہاں ہے، حضور علیہ السلام نے فرمایا:

مررت بها فی التنعیم — میں ان کو تنعیم پر چھوڑ آیا ہوں۔

تنعیم ایک مقام ہے جو کہ مکہ کے قریب ہے حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں بیت المقدس سے واپس آرہا تھا تو میں نے تمہارے قافلے کو تنعیم کے مقام پہ دیکھا اور آپ نے انھیں قافلے کے اونٹوں کی گنتی اور ان کی چند علامات بھی بتائیں اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا:

انه یتقدمهم طلوع الشمس یتقدمهم جمل اورق — وہ طلوعِ شمس کے وقت آجائے گا ان کے آگے خاکستری رنگ کا اونٹ ہے۔

ف: اورق وہ اونٹ جس کے بعض سفید اور بعض سیاہ بال ہوں۔

اور:

علیه غرارتان احدهما سوداء والاخری برقاء — یعنی اس اونٹ پر دو بوریاں ہیں ایک سیاہ ہے اور دوسری دھاری دار یعنی اس کے بعض دھاگے سفید اور بعض سیاہ ہیں۔

ل: دیوبندی وہابی حضور علیہ السلام کے تنقیصی پہلو کو لے کر خوش ہوتے ہیں ذرا رفعت شان کے پہلو کو بھی دیکھ لیا کریں اس روایت میں واضح ہے کہ حضور علیہ السلام نے قبل از وقت قافلے کی آمد کی خبر دے دی ۱۲۔

دشمن عیب کا متلاشی یہ سن کر کفار مکہ پہاڑوں پر چڑھ گئے کہ دیکھیں حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی بات کہاں تک صحیح ہے چنانچہ جونہی سورج نکلا تو ایک کافر چیخا :

ھذہ واللہ الشمس قد اشرقت — بخدا وہ دیکھو سورج نکل آیا ہے ۔

دوسرا کافر بے ساختہ ہو کر بولا :

ھذہ واللہ العیر قد اقبلت یتقدمھا جمل — بخدا یہ ہے قافلہ جس کے آگے خاکستری رنگ کا اونٹ آ رہا ہے

اورق کما قال محمد علیہ الغرارتان ۔ — اور اس پر دو بوریاں بھی ہیں ۔

یہ معجزہ دیکھ کر جو لوگ معراج کا واقعہ سن کر مرتد ہو گئے تھے وہ شرمسار ہو کر تجدیدِ اسلام کرنے لگے اور مشرکین نے نہ مانا بلکہ کہا کہ یہ تو جادوگر ہے۔ (معاذ اللہ) ۔

معجزہ ردّ الشمس بعض روایات میں آیا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے سورج کو روک لیا تھا جب تک کہ قافلہ وہاں تک نہ پہنچا جہاں حضور علیہ السلام نے فرمایا تھا یعنے سورج کو حرکت کرنے سے بالکل روک دیا گیا یا اس کی رفتار کم کر دی گئی یا اسے وہاں سے دوسرے علاقے میں پھیر دیا گیا ۔

سوال : سورج کو روکنا یا کسی اور جگہ پر منتقل کرنا ناممکن ہے اس لئے کہ علم الفلکیات کا قاعدہ ہے کہ سورج کو کسی مختلف علاقے میں بدلا جائے یا اسے رد کر جائے تو افلاک میں رد و بدل ہوگا اور ان میں اگر ذرہ برابر رد و بدل ہو تو نظام کائنات درہم برہم ہو جائے گا۔

جواب : ہم عقیدہ رکھتے ہیں کہ ردِ شمس یا حبسِ شمس حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا اور وہ امور جو خرقِ عادت کے طور پر ہوا ہو اس میں قیاس آرائی گمراہی ہے ۔

ردّ الشمس کے دلائل (۱) داؤد و سلیمان و یوشع و موسےٰ علیہم السلام جیسے انبیاء کے لئے سورج روک دیا گیا ان کے واقعات تفاسیر میں موجود ہیں ۔

(۲) سورج ڈوب کر پھر نکل آیا یہ تو ہمارے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی خیبر کے موقعہ پر ہوا چنانچہ بی بی اسماء بنتِ عمیس رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم پر وحی کا نزول ہو رہا تھا اور آپ کا سر مبارک حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی گود میں تھا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عصر کی نماز نہیں پڑھی تھی اور حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو بیدار کرنا بھی مناسب نہ سمجھا جب حضور علیہ السلام بیدار ہوتے تو آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا آپ نے نماز پڑھی ہے ؟ انھوں نے عرض کی کہ نہیں ۔ حضور علیہ السلام نے دعا مانگی کہ

اللھم انہ کان فی طاعتک وطاعۃ رسولک فاردد علیہ الشمس — اے اللہ! علی تیری اور تیرے رسول کی طاعت میں تھا فلہٰذا سورج کو واپس لوٹائیے ۔

بی بی اسماء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں :

فرأيتها طلعت بعد ما غربت   میں نے سورج کو ڈوبنے کے بعد طلوع ہوتا ہوا دیکھا۔

سبق: حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے بہت بڑے معجزات میں سے ایک معجزہ یہ بھی ہے اسے خوب یاد رکھنا چاہیئے۔

حکایت فضائل اہل بیت مروی ہے کہ بغداد میں ایک واعظ تقریر کر رہا تھا اور عصر کے بعد اہلِ بیت کے فضائل و مناقب بیان کرنے شروع کر دیئے اچانک ایک ایسا بادل اٹھا جس نے سورج کو گھیر لیا لوگوں نے سمجھا کہ سورج ڈوب گیا اس لئے واعظ کی تقریر سے اٹھنے لگے اس سے واعظ کا وعظ پھیکا پڑنے لگا اس نے چاہا کہ یہ جانے والے واپس آئیں اور سننے والے مطمئن ہو جائیں چنانچہ اسی وقت وہ سورج سے مخاطب ہوا: ؎

لا تغربي يا شمس حتى ينتهي

مدحي لآل المصطفى ولنجله

ان كان للمولى وقوفك فليكن

هذا الوقوف لولده ولنسله

ترجمہ: اے سورج! نہ ڈوب جب تک کہ میں اہلِ بیت کی تعریف پوری نہ کروں اگر تیرا ٹھہرنا اللہ کے حکم سے ہے تو ٹھہر جا۔ کیونکہ رسول اللہ کی آل کی مدح سرائی ہے۔

واعظ نے اشعار ختم کئے تو سورج بادل سے باہر آ گیا، پھر تو واعظ کی پانچوں انگلیاں گھی میں والا معاملہ تھا کہ اسی وقت سامعین نے اس پر اپنے کپڑے اور عورتیں کے زیورات نچھاور کئے۔

[صاحب روح البیان رحمہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا:]

وهو من الاتفاقات الغريبة   حسنِ اتفاق سے ایسی باتیں ہو ہی جاتی ہیں۔

حکایت ایک نوجوان بدرالدین نامی پر کوئی شخص عاشق تھا۔ سوئے اتفاق سے وہی نوجوان چودھویں شب کو فوت ہوا جب اس کے عاشق نے چودھویں شب کے چاند کو مکمل دیکھا اور وہ اس کے محبوب کے نام سے مشابہ تھا اس لئے محبت و عشق میں نہایت غمگین و حزیں ہو کر چودھویں شب کے چاند سے مخاطب ہو کر یہ اشعار پڑھے: ؎

شقيقك غيب في لحده

و تطلع يا بدر من بعده

لے: اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ سورج بعد غروب لوٹ آیا بلکہ اہلِ بیت کے فضائل میں اتنا کہا جا سکتا ہے کہ بادل کے ہٹنے سے عوام پریشانی سے محفوظ ہو گئے اور یہ بھی ایک کمال ہے، جو واعظ کے مرتبہ کے لئے اتنی کرامت کافی ہے ۱۲۔

فهلا خسفت وكان الخسوف

لباس الحداد على فقده

ترجمہ : تیری مثل تو قبر میں چھپا ہوا ہے اے چودھویں کے چاند تو کیوں طلوع ہو رہا ہے کیا تو اپنا نور چھپا نہیں لیتا اس لئے کہ کالا لباس سوگواروں کا ہوتا ہے۔

اس کے ان اشعار پڑھنے پر چاند فوراً بے نور ہو گیا۔

[صاحب روح البیان نے فرمایا :]

یہ اس کی سچی محبت کی دلیل ہے کہ اس کے جوشِ محبت نے چاند پر اثر ڈالا۔ اسی لئے بعض بزرگوں نے فرمایا :

ان المحبة مقناطيس القلوب محبت قلوب کے لئے مقناطیس ہے۔

حضرت کمال خجندی نے فرمایا : ؎

بچشم اہل نظر کم بود ز پروانہ
دلے کہ سوختۂ آتش محبت نیست

ترجمہ : اہل نظر کی نگاہ میں وہ شخص محبت میں پروانے سے کم ہے جس کا دل عشق سے سوختہ نہ ہو۔

اے اللہ ! ہمیں اہل محبت و عشق سے بنا دے (آمین)

نمازوں کے اوقات

شب معراج کی صبح والے دن جب سورج کا زوال ہوا تو جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے اور حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو نماز کی امامت سکھائی تاکہ آپ کو نماز کے اوقات معلوم ہوں اور ظاہر ہو کہ نماز کی ہیئت اور ان کی تعداد یوں ہے۔ اس پر آپ نے صحابہ کرام کو باآواز بلند کہا : الصلوٰة جامعة۔ اس لئے کہ اس وقت اقامت معروفہ مشروع نہیں ہوئی تھی کیونکہ اس کی مشروعیت مدینہ طیبہ میں ہوئی۔ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے اعلان پر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جمع ہو گئے۔ آپ نے صحابہ کرام کو نماز پڑھائی اس کا نام نماز ظہر پڑ گیا۔ اس لئے کہ وہ قیام الظہیرة یعنے سخت گرمی میں ادا کی گئی یا اس لئے کہ اس وقت زوال کے بعد سورج بہت اونچا تھا۔ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو جبریل علیہ السلام کے نماز پڑھانے کے بعد نماز پڑھائی اور جبریل علیہ السلام حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاں دو دن حاضر ہوتے رہے ایک دن اوّل وقت میں نماز پڑھائی اور دوسرے دن آخر وقت میں۔ جبریل علیہ السلام نے آپ کو صخرۃ اللہ کے نزدیک قبلہ کی جانب نماز پڑھائی تھی اور آخر میں عرض کی :

يا محمد هذا وقتك ووقت الانبياء من قبلك والوقت ما بين هذين الوقتين

اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم یہ آپ کا اور آپ سے پہلے انبیاء علیہم السلام کا وقت ہے اور ان دونوں وقتوں کے درمیان نماز کے اوقات ہیں۔

سوال: نمازِ صبح سے اس کا آغاز کیوں نہ کیا گیا حالانکہ معراج کے بعد پہلے صبح کی نماز تھی؟

جواب: جب تک نماز کی کیفیت معلوم نہ ہو اس کی ادائیگی نہیں اور کیفیت پر ہی وجوب معلق ہوتا ہے اور کیفیت کا بیان فجر کی نماز میں ناممکن تھا اس کے بعد ظہر کا وقت آتا ہے اسی لئے نمازِ ظہر سے اس کا آغاز ہوا گویا جبریل علیہ السلام نے عرض کی:

اوجبت حیث ما تبین کیفیتہ فی وقتہ   کیفیت کے معلوم ہونے کے بعد آپ پر نماز واجب ہوئی۔

سوال: جبریل علیہ السلام کا عرض کرنا کہ ھذا وقتک و وقت الانبیاء من قبلک سے معلوم ہوتا ہے کہ دوسرے انبیاء علیہم السلام کی نماز بھی اسی طرح تھی حالانکہ یہ واقعہ کے خلاف ہے اس لئے کہ دوسرے انبیاء علیہم السلام کی نمازیں اس طرح نہیں تھیں بلکہ نمازیں صرف حضور علیہ السلام کی امت کا خاصہ ہے۔

جواب (۱) عبارت مذکورہ کا مطلب یہ ہے کہ آپ کی نمازیں ان دونوں اوقات کے درمیان ہے جیسے دوسرے انبیاء علیہم السلام کے اوقات انہی دونوں طرفوں کے درمیان تھے۔

جواب (۲) دوسرے انبیاء علیہم السلام سے مجموعی طور پر مراد نہیں بلکہ بعض حضرات کی طرف اشارہ ہے۔ چنانچہ مروی ہے کہ فجر کی نماز بعض حضرات کی طرف منسوب ہے تو اس کے بعد والی نمازیں دوسرے بعض حضرات کی طرف اس معنے پر کلی طور پر خصوصیت اسی امت کے لئے ثابت نہ ہوئی بلکہ بعض حیثیت سے۔

پانچ نمازیں اولو العزم انبیاء علیہم السلام کی یادگار ہیں

مروی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام جب بہشت سے زمین پر تشریف لائے تو زمین پر اندھیرا چھا گیا اور رات کی تاریکی کے سوا کچھ نہ تھا اس لئے حضرت آدم علیہ السلام گھبرائے کہ ایسی شدت کی تاریکی آپ نے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی جب صبح کی روشنی چمکی تو آپ نے شکرانہ کے طور پر دوگانہ پڑھا یا ظلمت لیل سے نجات پانے پر یا دن کی روشنی کے لوٹنے پر یا دوگانہ توبہ کی قبولیت پر پڑھا جب کہ ان کی توبہ صبح کے وقت قبول ہوئی اسی اعتبار سے کہ اللہ تعالیٰ راضی ہوگیا اور مخالفت کی ظلمت دور ہوئی اور توفیق کا نور روشن ہوا وغیرہ وغیرہ۔

ظہر کی نماز حضرت ابراہیم علیہ السلام نے زوال شمس کے بعد چار رکعت پڑھیں اس خوشی میں ان کے صاحبزادے کا فدیہ قبول ہوا اور صاحبزادے کی جان بچ گئی اور اللہ تعالیٰ بھی راضی ہوگیا جب کہ آواز سنی: قد صدقت الرؤیا۔ اور اس خوشی سے بھی کہ صاحبزادہ اگرچہ صغیر سن ہے لیکن قربان ہونے کے لئے تیار ہوگیا اور ذبح کی تکلیف سے نہ گھبرایا۔

عصر کی نماز سب سے پہلے عصر کی نماز حضرت یونس علیہ السلام نے پڑھی جب انہیں ظلمت سے نجات ملی تو یہی وقت تھا چونکہ وہ ظلمات چار تھیں:

(۱) ظلمۃ الزلۃ .. (۲) ظلمۃ اللیل

(۳) ظلمۃ الماء (۴) ظلمۃ بطن الحوت

اسی مناسبت سے آپ نے بھی شکرانہ کی چار رکعت ادا کیں۔

مغرب کی نماز سب سے پہلے مغرب کی نماز عیسٰی علیہ السلام نے پڑھی پہلی رکعت اپنے سے نفی الوہیت کے شکر میں دوسری رکعت والدہ سے نفی الوہیت کے لئے تیسری رکعت اللہ تعالٰی کی الوہیت کے اثبات کے لئے۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام کو مغفرت کا پیغام مغرب کے وقت ملا تو انھوں نے شکرانہ کے لئے چار رکعت کی نیت باندھی جب تیسری رکعت پر پہنچے تو تھک گئے اسی پر سلام پھیر دیا اسی لئے ہمارے لئے بھی تین رکعتیں مشروع ہیں۔

عشاء کی نماز سب سے پہلے عشاء کی نماز حضرت موسٰی علیہ السلام نے پڑھی جب وہ مدین سے چلے تھے تو راستہ بھول گئے آپ کو اپنی زوجہ اور بھائی ہارون علیہ السلام کی جدائی، فرعون کی دشمنی اور اولاد کی جدائی کا غم لاحق ہوا جب اللہ تعالٰی نے انھیں ان تکالیف سے نجات بخشی یعنے راستہ مل گیا زوجہ، بھائی اور اولاد کی ملاقات ہوگئی اور دشمن پر فتح پائی تو چار رکعت شکرانے کی پڑھیں۔

وتر کی نماز سب سے پہلے وتر کی نماز ہمارے نبی پاک صلے اللہ علیہ وسلم نے پڑھی چنانچہ تفسیر التیسیر میں ہے کہ حضور نبی پاک صلے اللہ علیہ وسلم نے سدرۃ المنتہٰی پر ملائکہ کو نماز پڑھائی اس معنے پر سدرۃ المنتہٰی پر امام الملائکہ اور بیت المقدس میں امام الانبیاء تھے اسی بناء پر ہم کو افضل الخلائق مانتے ہیں۔

ردّ پرویزی اور چکڑالوی[1] حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے پوچھا گیا کہ کیا قرآن مجید میں پانچوں نمازوں کا ذکر ہے۔ آپ نے فرمایا کہ آیت فسبحان اللہ حین تمسون وحین تصبحون ولہ الحمد فی السمٰوٰت والارض وعشیا وحین تظھرون میں پانچوں نمازوں کا صاف اور واضح بیان موجود ہے۔ اس لئے کہ تمسون سے مغرب وعشاء ہر دونوں نمازیں اور حین تصبحون سے فجر اور عشیا سے عصر اور حین تظھرون سے ظہر کی نماز اور تسبیح سے صلوٰۃ مُراد ہے اس لئے کہ قرآن مجید میں تسبیح بمعنے صلوٰۃ وارد ہوا۔

ف: شب معراج پانچ نمازیں دو دو رکعتیں فرض ہوئیں یہاں تک کہ مغرب کی نماز بھی پھر حضر میں دو سے چار کر دی گئیں ہر ظہر چار رکعت سوائے جمعہ کے کہ اس دن دو رکعت فرض ہیں عصر کی چار رکعت اور مغرب کی تین رکعت اور عشاء کی چار رکعت اور فجر کی دو رکعت اصل پر برقرار رکھی گئیں۔

حدیث شریف بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ابتداً سفر و حضر میں دو دو رکعت فرض تھیں پھر ہجرت کے ایک ماہ بعد یا ایک ماہ دس دنوں کے بعد دو دو رکعت کا اضافہ ہوا اور مغرب میں صرف ایک رکعت کا اور فجر کی نماز اصل حالت پہ رکھی گئی اس لئے کہ اس میں قرآت طویل پڑھنے کا حکم ہے ۔

ف : بعض روایات میں ہے کہ ابتداً ہی ہر نماز چار چار رکعت فرض ہوئی سوائے صبح اور جمعہ کی نماز کے کہ وہ دو دو رکعتیں ہیں اسی طرح مغرب کی نماز کہ وہ تین رکعات فرض ہوئیں ۔ پھر سفر کے لئے قصر کا ہوا کہ چار رکعت والی نمازوں کو دو دو رکعت پڑھا جائے اور سفر میں قصر نماز کا حکم ہجرت کے چوتھے سال نازل ہوا یہی حکم آیت

فلیس علیکم جناح ان تقصروا من الصلوۃ

"یعنے تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم نماز میں قصر کرو" سے مؤید ہے ۔

لطیفہ : بعض بزرگوں کا فرمان ہے کہ دن اور رات میں پانچ نمازوں کا حکم اس لئے ہوا کہ انسان کے گناہوں میں مبتلا ہونے والے پانچ اعضاء ہیں انسان اگر ان کی وجہ سے گناہوں کا ارتکاب کرے تو پانچ نمازوں کے پڑھنے سے وہ گناہ دھل جائیں ۔

اس لطیفہ کی تائید حدیث شریف سے ہوتی ہے حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے پوچھا کہ تمھارے

حدیث شریف کسی ایک کے گھر کے سامنے نہر جاری ہو اور وہ اس میں دن اور رات میں پانچ بار نہائے تو بتایئے کہ کیا اس کے جسم پر میل کچیل رہ سکتی ہے ؟ سب صحابہ کرام نے عرض کی کہ نہیں ۔ آپ نے فرمایا : یہی حالت پانچوں وقت نماز ادا کرنے والے کی ہے کہ جب وہ پانچ نمازیں (پابندی اور تعدیل ارکان اور صحیح طریق سے) پڑھتا ہے تو اللہ تعالےٰ اس کے تمام گناہ مٹا دیتا ہے ۔

نکتہ : بعض حضرات نے فرمایا کہ پانچ نمازیں دس گنا نیکیوں کے عطیے کے اظہار کے لئے ہیں اسی لئے اللہ تعالےٰ نے فرمایا :

من جاء بالحسنۃ فلہ عشر امثالہا — جو کوئی ایک نیکی کرتا ہے اُسے دس کا ثواب نصیب ہوتا ہے

اسی لئے جو پانچ نمازیں پڑھے گا تو وہ پچاس نمازوں کا ثواب پائے گا ۔ یہی پچاس نمازیں شب معراج فرض ہوئیں پھر تخفیف کر کے پانچ پر اکتفا کیا گیا ۔

نکتہ : بعض مفسرین نے فرمایا کہ چونکہ کعبہ کی پانچ پہاڑوں سے بنیاد رکھی گئی ہے وہ پانچ پہاڑ یہ ہیں :

(۱) طور سینا
(۲) طور زیتا
(۳) الجودی
(۴) حراء
(۵) ابو قبیس

کعبہ کے گرد طواف کرنے کو نماز کا درجہ دیا جانا اسی راز کی وجہ سے ہے۔

نکتہ نماز طواف سے افضل ہے صرف حج کرنے والے کے لئے نماز نفل سے طواف افضل ہے اور یہ خصوصی شرف صرف محل ومقام کی شرافت کی وجہ سے ہے ورنہ علے الاطلاق نماز طواف سے افضل ہے۔

نکتہ: بعض بزرگوں نے فرمایا کہ پانچ نمازیں انسان کو اربع عناصر اور جمیعتہ کے عطیہ کے شکرانہ پر واجب ہوئی ہیں۔ اسی لئے نماز کے چار ارکان مقرر کئے گئے:

(۱) قیام
(۲) رکوع
(۳) سجود
(۴) قعود یعنے قعدہ

نکتہ: بعض مشائخ نے فرمایا کہ اللہ تعالٰے کی مخلوق چار قسم کی ہے:

(۱) قائم جیسے اشجار
(۲) راکع جیسے جانور
(۳) قاعدہ (بیٹھنے والے) جیسے پہاڑ پتھر وغیرہ
(۴) ساجد جیسے ہوام یعنے کیڑے مکوڑے وغیرہ

اللہ تعالٰے نے امت مصطفویہ کو ان تمام کی عبادت کا بیک وقت طریقہ نصیب ہو تو انھیں نماز کی ہئیت کذائیہ کا حکم فرمایا اس طرح گویا نمازی کو جمیع عوالم کی عبادت کا مجموعہ نصیب ہوا۔

نکتہ: نماز کی مختلف رکعات میں بھی یہی راز ہے کہ اللہ تعالٰے کے بعض فرشتے چار پروں والے ہیں بعض تین اور بعض دو والے۔ جب بندہ نماز ادا کرتا ہے تو اسے گویا کہا جارہا ہے کہ یہ رکعات تیرے نورانی پر ہیں تو ان کے ذریعے اڑ کر اللہ تعالٰے سے واصل ہو جائے گا۔

نکتہ صوفیانہ: حضرت شیخ الشہیر بافتادہ قدس سرہٗ نے فرمایا کہ صبح کی دو رکعتیں جسم و روح کے مقابلہ میں اور چار رکعت والی نمازیں مراتب اربعہ یعنے

(۱) طبعیتہ (۲) نفس
(۳) قلب (۴) روح

کے مقابلہ میں اور مغرب کی تین رکعتیں عیلےٰ علیہ السلام کے لئے تھیں چونکہ وہ مادۂ طبعیہ سے پاک تھے اسی لئے ان کے باقی تین مراتب کے مقابلہ میں یہی تین رکعتیں مقرر ہوئیں۔

صاحب روح البیان کے پیر و مرشد قدس سرہٗ فقیر (اسماعیل حقی) کہتا ہے کہ میرے شیخ اور پیر و مرشد نے کتاب "اللائحات الباقیات" میں فرمایا کہ اللیل لاتعین کی طرف اشارہ ہے اور جلال اطلاقی ذاتی حقیقی وجودی برائے کمال اطلاقی ذاتی حقیقی وجودی کا مرتبہ ہے اور النہار مرتبہ تعین کی طرف اشارہ ہے اور یہی جمال اطلاقی ذاتی حقیقی وجودی برائے کمال مذکورہ بالا کا مرتبہ ہے چونکہ فجر کی نماز اللیل و النہار پر مشتمل ہے اسی لئے اس کی دو رکعتوں میں دوئی اور تمایز بین المرتبین المذکورتین کی طرف اشارہ ہے۔ اس کی رکعت اُولیٰ مرتبۂ جلال اور دوسری رکعت مرتبۂ جمال کی طرف اشارہ کرتی ہے ان دونوں کو ملا کر پڑھنے میں کمال اور اجتماع جلال و جمال کی طرف اشارہ ہے کہ وہ ہر دونوں مراتب بیک وقت اسی مذکورہ بالا کمال میں جمع ہو گئے ہیں۔

صلوٰۃ المغرب کا صوفیانہ نکتہ صلوٰۃ المغرب صلوٰۃ الفجر کے برعکس ہے تاکہ جو کچھ مرتبۂ الاحدیۃ الجامعۃ میں پوشیدہ ہے وہ ظاہر ہو۔ اس کی رکعت اولیٰ میں جلال اور رکعت ثانیہ میں جمال اور رکعت ثالثہ میں کمال جو جامع الجلال والجمال ہے) کی طرف اشارہ ہے۔

ف: مرتبہ لاتعین قوۃ کا مرتبہ ہے اور مرتبۂ تعین فعل کا مرتبہ ہے اگر مرتبۂ قوت نہ ہوتا تو مرتبۂ فعل کا ظہور نا ممکن تھا۔ یاد رہے کہ مرتبہ قوت اجمال ہے اس کی تفصیل مرتبۂ فعل ہے اور واضح رہے کہ اگر مرتبہ قوت کا خزانہ نہ ہوتا تو فعل کا کرم و فضل کے وجود کو ظاہر بھی نہ ہونے دیتا۔

صلوٰۃ العشاء کا صوفیانہ نکتہ عشاء کی نماز کی چاروں رکعتیں چاروں تعینات اربعہ کی طرف اشارہ کرتی ہیں وہ تعینات اربعہ یہ ہیں:

(۱) ذاتیہ

(۲) اسمائیہ

(۳) صفاتیہ

(۴) افعالیہ

یہ چاروں مراتب مرتبہ لاتعین اور جلال بالقوہ میں سے ہے۔

صلوٰۃ الظہر کا صوفیانہ نکتہ نماز ظہر کی چاروں رکعتیں انہیں چاروں مراتب کی طرف اشارہ کرتی ہیں لیکن یہ مرتبہ جمال کو فی بالفعل میں سے متصور ہیں۔

دیگر عجیب نکتے فرائض وجود حقانی الٰہی (جو اکوان پر مطلقاً پھیلا ہوا ہے) کی طرف۔ واجبات وجودات خلقیہ کونیہ اخصیہ کی طرف اور سنن وجودات خلقیہ کونیہ خاصیہ کی طرف اور مستحبات وجودات خلقیہ عامیہ کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

ہو پچاس نمازوں کا لطیفہ اللہ کی طرف سے ہم پر پچاس نمازوں کا حکم ہوا درمیان سیدنا موسیٰ علیہ السلام ہمارے لئے تخفیف کا سبب بنے جو پچاس کے بجائے پانچ رہیں اس سے ثابت ہوا کہ اہل مزارات بعد وصال بھی ہمارے وسیلہ ہیں اگر کوئی مزار والوں کے وسیلہ کا انکاری ہے تو وہ پچاس پڑھے نہ وقت ملے گا نہ ہمارے ساتھ جھگڑے گا۔ لوٹا برادری میں ہی زندگی ختم ہوگی۔ ورنہ وسیلۂ اہل قبور کا اقرار کرے

پچاس نمازوں کی فہرست

وہ پچاس نماز جو ابتداء فرض کی گئی اس سے مراد یہی عبادت ہے جو خاص نیک لوگوں کا دن رات میں وظیفہ ہے اس کی تفصیل یہ ہے

سنت فجر[۱]، فرض فجر[۲]، چار رکعت سنت ظہر[۳، ۴] (اس بناء پر کہ ہر دوگانہ علیحدہ نماز ہے) فرض ظہر[۵]، دو رکعت سنت بعد ظہر[۶]، دوگانہ نفل بعد ظہر[۷]، چار سنت غیر موکدہ قبل عصر[۸، ۹] فرض عصر[۱۰]، فرض مغرب[۱۱]، دوگانہ سنت بعد مغرب[۱۲]، دوگانہ نفل بعد نماز مغرب[۱۳]، چار رکعت سنت غیر موکدہ قبل عشاء[۱۴-۱۵] فرض عشاء[۱۶]، دوگانہ سنت بعد عشاء[۱۷]، دوگانہ بعد عشاء[۱۸] نماز وتر[۱۹]، دوگانہ نفل بعد وتر[۲۰] بارہ رکعت یعنی چھ دوگانہ نفل نماز تہجد[۲۱ تا ۲۶]، چار رکعت یعنی دوگانہ نفل اشراق[۲۷ تا ۲۸]، بارہ رکعت یعنی تین دوگانہ نفل نماز اوابین جو مغرب کی نماز کے بعد پڑھی جاتی ہیں[۲۹ تا ۳۱] پانچ دوگانے نفل نماز تحیۃ الوضوء جو پانچ وقت ہر دفعہ تازہ وضو کے ساتھ پڑھی جاتی ہے[۳۲ تا ۳۶] پانچ دوگانے نماز نفل تحیۃ المسجد جو پانچوں اوقات مسجد میں داخل ہونے کے بعد نوافل پڑھی جاتی ہیں[۳۷ تا ۴۱] پانچ دوگانہ نماز نفل جو پانچوں اوقات اقامت اور اذان کے درمیان ہیں[۴۲ تا ۴۶] (اس کو نماز مابین الاقامت والاذان کہتے ہیں)
صلوٰۃ التسبیح[۴۷]، نماز استخارہ[۴۸]، نماز توبہ[۴۹]، نماز حاجت[۵۰] معارج النبوۃ ج ۳ صـ ۱۹۴

یہ پچاس نمازیں ہیں جن میں سے پانچ کی فرضیت بحال ہے اور باقی ماندہ کی فرضیت منسوخ ہے پھر واجب ہو یا سنت مؤکدہ یا سنت غیر مؤکدہ یا نفل عام ہے

واللّٰہُ اعلم بالصواب

ھذا آخر مارقمہ قلم الفقیر الاویسی غفرلہٗ ۲۸ ج ا سنہ ۱۴۱۰ھ شب جمعرات